TEXT CUT WITHIN THE BOOK ONLY

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_222016
UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۸۹۱۵۴۳۶ Accession No. ۱۳۸۸۶

Author ن۔م نیاز فتحپوری / 13661

Title مکتوبات نیاز

This book should be returned on or before the date last marked below.

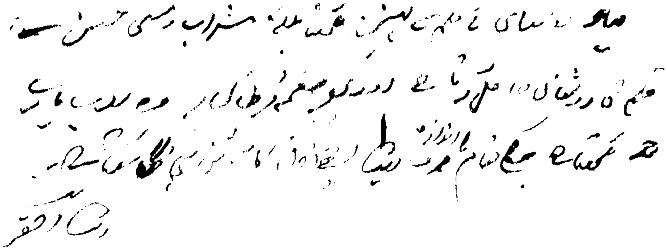

مکتوباتِ نیاز

تمہید

تقریباً دو ڈھائی سال اُس طرف کی بات ہے کہ ایک خاص کتاب کی جستجو میں الماریوں کی دیکھ بھال کر رہا ہوں اور اُلجھ رہا ہوں۔ اُلجھن اسلیے کہ نہ کسی کتاب پر چِٹ تھی کہ اسکا نام آسانی سے معلوم ہو جاتا اور نہ وہ کسی ایسی ترتیب سے رکھی گئی تھیں کہ جستجو میں زحمت نہ ہوتی، میں اٹھا اٹھا کر انہیں پھینکتا جا رہا تھا کہ کاغذوں کا ایک گرد آلود پلندہ نظر آیا میں یہ سمجھ کر کہ شاید اس میں پُرانے شایع شدہ مضامین کے مسودے ہوں گے نذرِ آتش کرنا ہی چاہتا تھا کہ دفعتہً مجھے قمر مرحوم کے ہاتھ کی تحریر نظر آئی۔ میں نے اُسے احتیاط سے ایک طرف رکھ دیا اور پھر اپنے کام میں لگ گیا۔

رات کو جب فرصت ہوئی اور اسے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ میرے

ان خطوط کی نقلیں ہیں جو دوران قیام بھوپال میں میں نے اپنے بعض احباب کو لکھے تھے۔

تمرمرحوم کہا کرتے تھے کہ "آپ اپنے مکتوبات کی طرف سے حد درجہ بے پرواہ ہیں درانحالیکہ ایک وقت آئے گا جب آپ خود انکی قدر کرینگے" میں کہا کرتا تھا کہ "اگر تمہارے نزدیک ان میں کچھ اہمیت ہے تو نقل محفوظ رکھتے جاؤ" لیکن یہ راز اُن کی موت کے سات آٹھ سال بعد کھلا کہ انہوں نے میری اس ہدایت کی تعمیل کس احتیاط سے کی۔ آہ! مرنے والے کی کن کن خوبیوں کا ذکر کیا جائے!

اس پلندے میں مجھے اپنے سیکڑوں خطوط کی نقلیں ملیں لیکن ان میں سے اکثر دیمک کی نذر ہو چکی تھیں اور نصف سے بھی کم "ما یقرأ" حالت میں تھیں، بھوپال جانے سے قبل جب میرا قیام دہلی، فتح پور، راج گڑھ، لاہور، ہانسی، مسوری میں تھا تو بعض خطوط کی نقلیں میں نے رکھ لی تھیں لیکن وہ میرے پاس نہ تھیں بلکہ وطن میں تھیں میں نے ان کو بھی طلب کیا مگر اُن میں سے بھی اکثر کرم خوردہ تھیں تاہم باقی ماندہ تمام خطوط کا شمار کیا گیا تو معلوم ہوا کہ انکی تعداد بھی کئی سو تک پہنچتی ہے اور میں نے اسکے بعد ہی

ان کی اشاعت نگار میں شروع کر دی۔

اِن خطوط میں کیا ہے جسے پبلک نے اس قدر پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اس کا فیصلہ کرنے والا میں کون ہوں لیکن مجھے جس خیال نے انکی اشاعت پر آمادہ کیا وہ صرف اُس ماضی سے متعلق ہے جس کی یاد اب بھی مجھے اکثر ستاتی رہتی ہے اور جسے میں اپنے حال و مستقبل سے وابستہ کرنے کے لیے صرف یہی کر سکتا تھا کہ اس کے باقی ماندہ آثار و نقوش کو محفوظ کر دوں

چونکہ اِن نقلوں میں سے اکثر ایسی تھیں جن میں کوئی تاریخ درج نہ تھی اس لیے میں نے یہی مناسب سمجھا کہ جن میں کوئی تاریخ درج ہے ان کو بھی بلا صراحت تاریخ شایع کیا جائے

جن احباب کے نام یہ خط لکھے گئے تھے ان میں سے اکثر اب موجود نہیں ہیں اس لیے اس تعیین کو بھی نظر انداز کر دیا گیا اور اب یہ تمام "ہرزہ سرائی" گویا صحیح معنی میں ہرزہ سرایانہ انداز سے پیش کی جا رہی ہے

آیندہ و گذشتہ تمنا و حسرت است
یک کاشکے بود کہ بہ صد جا نوشتہ ایم

نیاز فتحپوری

عزیزم ۔ بیشک میں نے وعدہ کیا اور ایفاءِ عہد بھی بلا شبہ
ضروری ہے، لیکن اس کا لازمی منطقی نتیجہ یہ کب نکلتا ہے کہ
وہ پورا بھی ہو جائے ۔

تم جانتے ہو کہ سال میں یہی دو چار مہینے گرمی کے میری
عبادت کے ہوا کرتے ہیں اور اسی زمانہ میں تم مجھے مطروکاتِ دنیا
کی طرف مائل کرتے ہو ۔ لاحول ولا قوۃ ۔ تمھیں خدا کا بھی
ڈر نہیں ۔ چلو ہٹو، جاڑے آئیں تو ایسی باتیں کرنا ۔
فی الحال تو گرمی ہے اور صرف "استغراق" !

نیاز فتحپوری

مکتوباتِ نیاز

۱

قصۂ عشق کہ ماند ایں ہمہ ناگفتہ بسے
با تو گوئیم بشرطے کہ نہ گوئی بہ کسے

ظالم! یہ کیا خبر سنائی —— ہاں! ہاں یاد ہے اور خوب یاد ہے —— ذرا پھر کہنا —— اُفوہ! وہ قاتل شام! ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آفتاب غروب ہو کر اب کیا کبھی نکلے گا، پھر کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ اعتکاف پورے چالیس نکا تھا اور کسی کا نہ ہی کو خبر ہوئی ہو کہ صبح کب طلوع ہوتی ہے اور شام کسے کہتے ہیں —— میری اس کیفیت و حالت کو ایک شاعر مجھ سے پہلے یوں نظم کر چکا تھا

یک چراغست درینخانہ کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

اب اس شعر کو میں "مذہبیات" میں صرف کر دوں یا "تمہا سو فہات" میں

لیکن اُس وقت تو میرے سامنے اس کا مصرف وہی ایک ذات تھی جو بقول ڈکٹر ہیوگو:۔

"تُمیرے سامنے سے گزری اور میرا زمین و آسمان سب اپنے ساتھ لیگئی"!

جلّ جلالہٗ! تو ہاں سچ بتاؤ، کیا انہوں نے مجھے پوچھا؟ خود، یا تمہارے یاد دلانے سے ——— خدا کے لیے اس کے جواب میں کچھ ایسی بات نہ کہدینا کہ کپڑے پھاڑ کر ——— کسی طرف کو نکل تو خیر کیا جاؤں ——— دوسرے لباس کی فکر کرنا پڑے ——— آہ! یہ ——— ناز بر فلک و حکم بہ ستارہ کنم ——— کے زمانے کی باتیں تم اب سُنا رہے ہو ——— اب کے (Force) کو کچھ سمجھے یا نہیں یعنی عمر کا وہ دور جب ایک انسان یہ کہنے پر مجبور ہو جائے کہ

جو کوئی آئے ہے نزدیک ہی بیٹھے ہے ترے
ہم کہاں تک ترے پہلو سے سرکتے جائیں

اور انسان بھی وہ کہ۔ رہا ہو جس کے سر کا تکیہ دوشِ نازنیں برسوں

اللہ بس، باقی ہوس!

مرزا صاحب سے کہو کہ خدا کے لیے نہ خود مجھے بلائیے، نہ کسی سے بلوائیے اور ہاں سنو! میں تم سے بھی کہتا ہوں کہ اب لکھ دیا تو لکھ دیا لیکن آئندہ اگر کوئی ذکر

اس قسم کا کہا تو یاد رکھنا مر جاؤں گا اور پھر ظاہر ہے کہ تمہیں بھی خودکشی کرنا ہی پڑے گی ـــــ ہاں جی، اب تو اسی حُسنِ ظن پر زندگی بسر ہو رہی ہے،

ـــــ ۲ ـــــ

میرے عزیز دوست

یہ آپ نے کیا فرمایا ـــــ میں اور آپ کو بھول جاؤں!
واللہ خود فراموشی کے بعد بھی ممکن نہیں ـــــ میری زندگی کی تمام گزشتہ ساعتیں تقسیم ہو چکی ہیں اور اب ان میں سے کسی پر میرا قبضہ نہیں، لیکن انہیں میں ایک ساعت ایسی بھی ہے جسے میں نے ابھی تک دل سے لگا رکھا ہے اور اس پر کسی کو قابض ہونے نہیں دیتا ـــــ آپ باور کریں تو کہہ دوں کہ وہ ساعت وہی ہے جب آپ کے "بے پناہ" خلوص کے سامنے میں نے اعتراف تو خیر کیا مگر اعتراف کی سپر ڈال کر اپنی مفتوحیت و مغلوبیت کا اعلان کر دیا تھا، دنیا صرف اپنی فتح و نصرت کی داستان یاد رکھنا چاہتی ہے مگر مجھے تو اپنی زندگی کا صرف وہی فسانہ یاد ہے، جب مجھے کوئی مغلوب کرے پھر آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ کیا آپ ایسے زبردست "قہرمانِ محبت" فطرت روز روز پیدا کرتی ہے کہ انکے کارناموں کو یوں آسانی سے بھلایا جا سکے

میاں ! تعویق جواب کا سبب صرف "فراموش کاری" ہی نہیں ہوا کرتا بلکہ "خود فراموشی" بھی ہوتا ہے پھر اس کے کیا معنی کہ اس کا یقین تو آگیا اور اس کا خیال تک ذہن میں نہ آیا ــــــ اچھا معاف کرتا ہوں کہ "بدگمانی" محبت کی پہلی علامت ہے ــــــ مجھے اپنا ایک شعر یاد آیا

چاہتے ہیں وہ کہ اظہارِ شکایت چھوڑ دوں
یعنی الفت چھوڑ دوں اسکی حکایت چھوڑ دوں

پھر اگر آپ کی یہ شکایت از قبیل "حکایتِ اُلفت" تھی تو خیر "خونم بحلال" ورنہ توبہ کیجئے قبل اسکے کہ آفتاب مغرب سے طلوع ہوکر "درِ توبہ" ہمیشہ کے لیے بند کر دے

ـــــ ۳ ـــــ

بندہ نواز !

یہ کیا قیامت ہے کہ آپ نہ خود یاد کریں نہ دوسرے کو یاد کرنے دیں ــــ یعنی وہ تو اس طرح کہ آپ لکھنؤ سے گزر جائیں اور مجھے اطلاع تک نہ دیں اور یہ اس طرح کہ جب پیام برنجیں تو اس سے یہ تاکید کر دیں کہ دیکھو کوئی تحریر نہ لانا ، معقول ! ــــــ اچھا اگر آپ نے خود منع نہیں کیا تو کیا وجہ تھی کہ وہ ظالم پھر کبھی نہ پلٹا ــــــ جو خط دستی بھیجنے والا تھا

اسے چاک کر کے اب یہ دوسرا عریضہ لکھ رہا ہوں —— میرا نقصان تو خیر کیا ہوتا، بجائے ایک کے دو مرتبہ آپ سے باتیں کریں لیکن آپ ہی پر بجائے ایک کے دو الزام قائم ہو گئے —— حیران ہوں کہ اس کی تلافی آپ سے کیونکر ممکن ہو گی ؟ —— کیونکہ آپ یہاں آنے کے نہیں اور میں محض زبانی یا تحریری معذرت سننے کا نہیں، البتہ اگر آپ نے ایک بڑا پارسل دو سو "ثمر بہشت" کا بھیج دیا تو مجبوری ہے، چار و ناچار مجھے "گروبیانِ ملاءِ اعلیٰ" سے کہنا ہی پڑے گا کہ بھائی معاف کر دو، زیادہ سے زیادہ چند دانے تم بھی لے لینا اگر طوبیٰ والے اجازت دیں

—— ۴ ——

حضرت !

جی ہاں، کل میر صاحب تشریف لائے تھے اور "جنتی گالیاں"، انہیں یاد تھیں، سب "صرفِ دربان" کر گئے —— میں آپ کا "دربان" ہی ہوں نا ! —— میں نے لاکھ کہا کہ قبلہ میں نے آپ کے متعلق ان سے کوئی بات کہی ہو تو حشر کے دن خدا کا دیدار حرام، سایۂ طوبیٰ، کوثر و تسنیم حرام، حور و قصور حرام، مگر میرے پاس اس کا کیا جواب تھا کہ اگر تم نے نہیں کہا تو انہیں

کیونکر معلوم ہوا کہ میں نے اُن کے متعلق کس سے کیا بات کہی تھی"——
لاحول ولا قوۃ—— ذرا سوال و الزام کی اِس اُلجھن کو ملاحظہ کیجیے——
میرے پاس اتنا دماغ کہاں کہ ان ضمائر کے ایک ایک مرجع کی جستجو کروں
پھر تو آپ انہیں ایک خط لکھ کر میرے سر سے اس الزام کو دور کیجئے
ورنہ قسم ہے آپ کے سرِ عزیز کی کہ اگر پھر انھوں نے آکر اِس قسم کی گفتگو کی
تو کپڑے پھاڑ کر کسی طرف کو نکل جاؤں گا—— توبہ توبہ آدمی کیا ہیں
کانٹوں کا جھاڑ ہیں کہ اُلجھ جائیں تو جان چھڑانا مشکل ہو جائے،

—— ۵ ——

اے جفا ہائے تو خوشتر ز وفائے دگراں!

یہ تو فرمائیے کہ آپ نے دیوانِ حیاتی کیا کیا——
بر سبیلِ شکایت نہیں، بلکہ بطریقِ لجاجت پوچھ رہا ہوں——
آپ کو معلوم ہے کہ یہ نسخہ کمیاب ہے، اور میری ملکیت ہے بھی نہیں
اگر اصل مالک مجھ سے مانگ بیٹھا تو کیا میں اس سے بھی یہی کہدوں کہ——
ایک "دشمنِ دین و ایمان" لوٹ لے گیا؟ اور یہ آخر مجھ سے کہا کیونکر جائیگا——
خدا "حُسن" کے ساتھ "حُسنِ ظن" کبھی کسی کو نہ دے—— خیر میں تو کچھ نہ کہونگا

کر شروع سے

مجھے تو خوب ہے کہ جو کچھ کہو بجا کہیے

لیکن وہ شقی کیوں ماننے لگا، آپ کا تو کچھ نہ جائے گا لیکن میں خواہ مخواہ چور بن جاؤں گا، اگر آپ کو میری رُسوائی میں مزہ آتا ہے تو خیر اِسے بھی گوارا کر لوں گا، لیکن یہ یاد رہے کہ اگر حشر میں میرا آپ کا معاملہ پیش ہُوا تو آپ کا یہی ایک ظلم ایسا ہوگا جسے میں کبھی معاف نہ کرونگا اور آپ کے دادا یا نانا سید الشہدا سے التجا کروں گا کہ اس شخص کو کوثر و تسنیم کا ایک قطرہ بھی نہ دیجیے کیونکہ یہ شخص نسبًا سید زادہ ہو یا بنی زادہ لیکن اخلاقًا نہایت مکروہ قسم کا یزید ہے ——— پھر بتائیے آپ کیا کریں گے؟ ———

بہرحال اگر اس قضیئے کو زیادہ بڑھانا مقصود نہیں تو اس کتاب کو واپس فرما دیجیے ورنہ آپ جانیے اور آپ کا کام پھر مجھ سے شکایت نہ ہو کہ ......

——— ٦ ———

مکرمی!

آپ کی غزل دیکھی ——— آپ کو معلوم نہیں میں مقالًا عرصہ ہُوا اپنے آپ کو بیگانۂ "الحسن" بنا چکا ہوں اور اسی لیے فکر و احساس کے لحاظ سے

میری تنقید اس باب میں بہت سخت ہوتی ہے۔ بہ تعمیل ارشاد غزل دیکھ لینے میں مجھے کیا عذر ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر "دیکھنا" اصلاح و مشورے کے مفہوم میں آپنے استعمال کیا ہے تو میری معذرت قبول فرمائیے، کیونکہ اُستاد بننے کا نہ مجھ میں سلیقہ، نہ اہلیت، میری زندگی خود یکسر متعلمانہ ہے اور ہر وقت استاد و رہبر کی آرزومند، البتہ ایک مشورہ آپ کو ضرور دوں گا اور وہ یہ کہ آپ اس مشغلہ کو ترک کر دیں تو بہتر ہے کیونکہ میں آپ میں غزل گوئی کی اہلیت بہت کم پاتا ہوں ——
ممکن ہے کسی وقت مشق و مطالعہ کے بعد آپ نظمیں اچھی کہنے لگیں۔ لیکن غزل میں آپ کامیاب نہیں ہو سکتے،

مجھے معلوم نہیں کہ آپ کی کیا عمر ہے، کیا مشغلہ ہے، لیکن یہ فرض کر لینے کے بعد بھی کہ آپ نوجوان ہیں، فکرِ معاش سے آزاد ہیں، یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ غزل کی طرف کیوں مائل ہیں ——
کہنے کی بات نہیں لیکن کہنا پڑتی ہے کہ پہلے کہیں دل لگائیے۔ پھر واردات قلب لکھیے، محض وصل و ہجر کی سُنی سنائی باتیں لکھ دینا غزل نہیں ہے —— "آنچہ از دل خیزد بر دل ریزد" کے اصول کو

ہمیشہ سامنے رکھیے ــــ معاف فرمائیے اگر میری صاف گوئی سے آپکو تکلیف پہونچی ہو

ـــــــــ ۷ ـــــــــ

کیسی دعا، کہاں کا سلام،

"زمانہ درپئے جنگ است یا علی مددے" کا وقت ہے اور حواس گم ــــ آپ کو معلوم ہے نہ میں جسمانی لذت کا طالب کہ کھانے میں مرغ و ماہی کی جستجو ہو، نہ عیش و طرب کا خواہش مند کہ ریشمی گدّوں میں پڑے پڑے زہرہ کی بھیرویں سننے کی تمنا ہو ــــ ایک گدایانہ سکونِ قلب چاہتا ہوں سو فطرت اس کی بھی روادار نہیں، اور فطرت کیا میں تو احباب کی بھی یہی حالت دیکھتا ہوں، ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ آپ ادھر سے گزرتے اور مجھے اسٹیشن تک پہونچنے کا بھی موقع نہ دیتے ــــــــ

بہتر ہے ستائے جائیے، ظلم کئے جائیے یہانتک کہ میں ہلاک ہو جاؤں لیکن اگر مقصود یہی ہے تو آپ کیوں اپنا ہاتھ کسی کے خون سے رنگین کریں

چہ لازمست کہ بدنامِ قتلِ من باشی

ستارہ و فلک و بخت و روزگارے ہست

۸

ریل میں ہوں اور یہ شعر گنگنا رہا ہوں

ہفت آسماں بگردش وما در میانہ ایم　　غالب دگر مپرس کہ برما چہ می رود

نا ممکن تھا کہ آسمان وجورِ آسمان کے ساتھ آپ کا خیال نہ آجاتا ــــــ اس لیے یہ اطلاعی تحریر بھیج رہا ہوں ــــــ اگر مُہر سے آپ کو معلوم ہو سکے کہ کس اسٹیشن سے پوسٹ کر رہا ہوں تو مجبوری ہے ورنہ میں تو بتانے کا نہیں

اگر کشمیر چلنے کا عزم راسخ ہو گیا ہو تو لکھیے، میں بھی "عمرِ رفتہ" کے واپس بلانے کا اہتمام کروں اور لالہ رُخ کے ویران باغ کے پائیں میں کسی جگہ دفن ہو جانے کی دُعا مانگوں! ــــــ ایک ہفتے کے اندر واپس آجاؤنگا اور ڈاک میں سب سے پہلے آپ کے جواب کی جستجو کروں گا،

ــــــ ۹ ــــــ

محترم!

آپ کا افسانہ (یعنی آپ کا لکھا ہوا ــــــ) نظر سے گزر چکا ہے لیکن دل و دماغ سے نہیں ــــــ بُرا نہ مانیے تو عرض کروں کہ

اس نے دل و دماغ کو اپنی طرف متوجہ کیا ہی نہیں ——————

الفاظ پاکیزہ ہیں، زبان صاف ہے، خیالات بلند ہیں، موضوع پسندیدہ اور نتیجہ برمحل ہے، لیکن پھر بھی جب غور کرتا ہوں کہ یہ فسانہ کیونکر ہوا، تو حیران رہ جاتا ہوں —— میں آپکو بتاؤں کہ فسانہ کے ضروری اجزا کیا ہیں

ایک —— کسی واقعے میں بحیثیت واقعہ ہونے کے "واقعیت" کا پایا جانا

دوسرے نفسیاتی طور پر کسی کے کردار یا سیرت کو نمایاں کرنا، اسے انگریزی میں (Characterization) کہتے ہیں

تیسرے، پلاٹ کو اتنے اور ایسے اجزا میں تقسیم کرنا کہ پڑھنے والے کو ایک سے زائد بار خود اپنے ذہن سے خلا پُر کرنا پڑے، چوتھے ہلکا سا مزاح خواہ وہ محض الفاظ سے پیدا کیا جائے یا مفہوم سے ——————

اگر پلاٹ میں کوئی کیفیت رومان کی پیدا کر کے تھوڑا سا تمثیلی رنگ (Dramatic touch) دیدیا گیا تو اور زیادہ دلچسپی پیدا ہو جائیگی

کسی ایک مسئلہ پر مکالمہ میں صفحات کے صفحات رنگین کر دینا خلافِ آئینِ فسانہ نگاری ہے —— یہ درست ہے کہ بہترین فسانے وہی ہوتے ہیں جن میں ٹریجڈی کا عنصر غالب ہو لیکن اسکے یہ معنی نہیں کہ دہلی کے

ایک مشہور فسانہ نگار کی طرح اس کو ایک مستقل عذاب کی طرح سر پر نازل کردیا جائے کہ ایک خاندان کی تباہی دکھانے پر آئے تو باپ کو ہیضے میں مبتلا کر کے فنا کر دیا، ماں کو طاعون سے ہلاک کر دیا، بھائی کو سانپ سے ڈسوا دیا اور بہن کو کنوئیں میں ڈھکیل کر ختم کر دیا ——

یورپ میں فسانہ نگاروں کے طبقے علحدہ علحدہ ہیں، بعض محض معاشری افسانے لکھتے ہیں، بعض نے جاسوسی وسراغرسانی کے واقعات لکھنا اپنا فن بنا لیا ہے بعض صرف علمی مسائل پیش کرتے ہیں بعض نے تاریخ کو لے لیا ہے بعض نے (لیکن بہت کم) صرف عشق ومحبت کو اختیار کیا ہے، —— میں دیکھتا ہوں کہ آپکا رجحان اس آخری قسم کی طرف زیادہ ہے، سو بہتر ہے اس کو اختیار کیجیے، لیکن خدا کے لیے ہیرو اور ہیروئن کو اسی دنیا کی مخلوق رہنے دیجیے، ملاءِ اعلیٰ کی اس آبادی سے جہاں گناہ ولغزش سے کوئی واقف ہی نہیں، اپنے افسانے کے افراد منتخب نہ کیجیے، امید ہے کہ آپ اس کو خالص دوستانہ مشورہ سمجھ کر برہم نہ ہوں گے،

۱۰

ادھر دیکھیے! میں آپ کا نہ زر خرید غلام ہوں، نہ آپ نے کہیں جہاد کیا کہ تقسیم مالِ غنیمت کے وقت قیدی کی حیثیت سے آپ کی ملکیت میں مجھے سونپا گیا ہو۔۔۔ پھر آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرنا میرا دین وایمان کیوں ہو؟ محبّت کا قیدی ہوں، نگاہِ لطف کا غلام ہوں، سو مجھ سے محبّت کیجیے اور اپنا سمجھیے، نظرِ الفت سے کام لیجیے اور اپنا زندانی جانیے، اگر ایک لمحہ کے لیے بھی سرتابی کر دوں تو ذبح کرڈالیے۔۔۔ مگر یہ کیونکر ممکن ہے کہ نفرت کرکے مجھ سے خدمت لیجیے، گریز و احتراز بھی کیجیے اور مالک و آقا بھی بنے رہیے۔۔۔ کلیو پیٹرا سے زیادہ ظالم تو آپ ہو نہیں سکتے، سو وہ بھی صبح کے وقت ایک غلام کے سامنے اسی وقت زہر کا پیالہ پیش کرتی تھی جب اپنی زندگی کی ایک پوری زریں رات پہلے اس کے آغوش میں بسر کرلیتی تھی۔۔۔

یہاں تشریف لائیے، اور جب تک میں آپ سے بیزار نہ ہو جاؤں میرے پاس رہیے، اس کے بعد اگر مجھے عذر ہو تو جو سزا میں تجویز کردوں مجھ پر جاری کیجیے، سرسری نظر کیسی، میں تو ایک ایک فقرہ ایک ایک لفظ پر

دشمن کی سی نگاہ ڈالوں گا، اور نہایت بے دردی کے ساتھ قطع و برید سے کام لوں گا، آپ آئیں تو سہی —— لیکن ہاں، ایک شرط اور ہے اُسے بھی سُن لیجیے —— اپنے ساتھ آپ اُن حضرت کو نہ لائیے گا جو "جوابی پوسٹ کارڈ" کی طرح آپ سے کسی وقت جُدا ہونیکا نام ہی نہیں لیتے —— مانا وہ نہایت مردِ معقول ہیں، لیکن کیا کروں مجھے تو اُنکی صورت دیکھتے ہی خفقان سا ہونے لگتا ہے اور ایسا محسوس کرتا ہوں کہ معلوم نہیں کس وقت خدا کا کوئی شدید عذاب مجھ پر نازل ہو جائے، لیکن اگر آپ بغیر اُن کے نہ آسکتے ہوں تو اُنہیں کہیں اور ٹھیرا دیجیے گا اور آدھی رات کے بعد جب میرے سو جانیکا یقین ہو جائے اُنسے مل آیا کیجیے گا

—— ۱۱ ——

محترم!

یہ آپ نے کیونکر سمجھ لیا کہ آپ کا مضمون نگار میں درج نہو گا، آپ بھیجیں تو سہی

اے خوشا وقت کہ آئی و بصد ناز آئی

ہر چند میری راہ ترکستان ہے اور آپ سیدھے کعبے کی طرف جا رہے ہیں لیکن میں اتنا کافر بھی نہیں ہوں کہ وہاں کی باتیں سننا مجھے گوارا نہوں

اور پھر یوں بھی ـــــ "گیا بُت خانہ ویراں ہو گیا"۔ ایسا معمولی واقعہ ہے کہ میں اسے بھول جاؤں اس لیے میرے آپ کے درمیان اس سے زیادہ کوئی فرق نہیں کہ آپ نے جو راہ اختیار کی ہے اس پر بھی اطمینان نہیں اور ہر وقت کسی کی بے نیازی کا ڈر لگا ہوا ہے، یہاں یہ عالم ہے کہ جب کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو کڑک کر ایک بار کہہ اُٹھتے ہیں کہ

بیار بادہ کہ ما ہم غنیمتیم بسے

اور پھر کسی تازہ گناہ کی طرح ڈال دیتے ہیں ـــــ میں آپ کے مرتبہ تک پہنچنا نہیں چاہتا اور آپ میرے مرتبے تک پہنچ نہیں سکتے ـــــ ایک شعر اس وقت یاد آگیا ہے اُسے بھی سُن لیجیے اور دو چار گالیاں مجھے سنا دیجیے ہنسیں گے تو آپ کیا؟

جمال صورت اگر داغ گوں کنم بینند
کہ خرقۂ پشمینی طلا مو باف است

ـــــ ۱۲ ـــــ

غضب خدا کا پورے ۳۶۵ دن تم کو کانگرس کے بتوں کی سیوا کرتے گزر جائیں اور اس وقت تک کافری کی ایک ادا بھی تم میں نہ آئے ـــــ

لاحول ولاقوۃ الا باللہ

برہمن می شدم گر ایں قدر زنار می بستم

یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ ہندو کوئی "دین" ہے —— ہندو نام ہے ایک خاص سوشل جماعت، ایک مخصوص معاشری نظام کا، اچھا یہ بتاؤ کہ جس طرح تمہارے یہاں کے مولوی ایک مسلمان کو کافر ملحد بنا دیتے ہیں کبھی ہندوؤں کی طرف سے بھی کسی کو اپنی جماعت سے خارج کرکے "غیر ہندو" ہونے کا اعلان کیا جاتا ہے؟ یہ گوشت سے ناخن جدا کرنیکی رسم آپ ہی کے یہاں ہے —— بہرحال میری نصیحت تو تمہارے لیے وہی ایک ہے کہ:-

بال بکشا وصفیر از شجرِ طوبیٰ زن حیف باشد چو تو مرغیست اسیر قفسے

طوبیٰ سے مراد یہاں "قامت دوست" ہے

اگر خدا کا اعتقاد ناگزیر ہے تو نوعِ انسانی میں تفریقِ مذہب و مسلک کا خیال اتنی بڑی توہین خدا کی ہے کہ شاید ہی اس کو معاف کیا جاسکے —— کس وہم میں مبتلا ہو؟ انسان پیدا ہوئے ہو انسانوں کی طرح جیو، اور انسانوں کی طرح جان دو —— یہ نزاعِ کفر و دیں کیسی؟

چہ سخن کفرے و ایمانے کجاست خود سخن در کفر و ایماں می رود

۱۳

بے اختیار جی چاہتا ہے کہ تم اس وقت پاس ہوتے اور میں سب کے
سامنے تمہاری پذیرائی یوں کرتا کہ "آیئے جناب یزید علیہ الرحمتہ" ـــــ
یزید اس لیے کہ تم نے ایک سیدزادے کا خون کیا اور علیہ الرحمتہ اس لیے
کہ تم بھی بہرحال اولادِ رسول میں شامل ہو ـــــ بندۂ خدا یہ تو سوچا ہوتا
کہ قصور اُس غریب کا تھا یا اُس کے ننھے ننھے بچّوں کا، بہرحال قدرت
تو تمہیں اس کی سزا یہاں دینے کی نہیں اور میں یہ چاہتا بھی نہیں تاہم
ایک تدبیر میرے ذہن میں ہے اور وہ یہ کہ تمہارے اس جرم کی پاداش میں
میں اپنے آپ کو ایک مستقل عذاب میں مبتلا کردوں یعنی جب تک وہ غریب
کہیں برسرکار نہ ہو جائے اس کے تمام مصارف برداشت کروں پھر ظاہر ہے
کہ تم اس کے ساتھ نہیں تو کم از کم میرے ساتھ ضرور ہمدردی کرو گے
ورنہ تم کو معلوم ہے کہ "ہتیا" دینے میں مجھے کتنا کمال حاصل ہے، بھائی
اب بھی ممکن ہو تو اسے اپنی جگہ بحال کردو آئندہ اگر ایسی غلطی اس سے
سرزد ہو تو پھر رحم نہ کھانا ـــــ میں جانتا ہوں کہ وہ حد درجہ نالائق و نامعقول ہے
لیکن تم تو ایسے نہیں ہو، تمہارے آباواجداد تو برائی کا بدلہ ہمیشہ بھلائی سے

دیا کرتے تھے ، یہ تمہیں کیا ہو گیا ؟ میں جواب کا منتظر ہوں اور بےچینی کیساتھ!

―――― ۱۴ ――――

اجی کہاں کی دعا اور کیسی زاری و التجا ؟ کون سنتا ہے ، کسے فرصت کہ ہم تم ایسے خس و خاشاک کو بیم برق سے محفوظ رکھے ―― آپ مسلمان ہیں تو ہوا کریں ، خدا تو مسلمان نہیں ، پھر آپ کس دلیل پر محض پیرو اسلام ہونے کی وجہ سے "فلاح و فراغ" کا مستحق جانتے ہیں ،

فرید الدین عطار پر بھی ایک بار یہی کیفیت احساس طاری ہوئی تھی "منطق الطیر" میں ایک جگہ اُنہوں نے اسی خیال کو یوں ظاہر کیا ہے ،-

ایک بار نہایت ہی دین دار لیکن حد درجہ خستہ حال شخص کھڑا ہوا تھا کہ امیرِ وقت کے چند زرّیں کمر غلام شال و حریر میں لپٹے ہوئے گھوڑوں پر سوار سامنے سے گزرے ، اس مفلس دین دار کو جسے نہ پیٹ بھر کھانا نصیب ہوتا تھا نہ ستر پوشی کے لیے کپڑا ، یہ منظر دیکھ کر پہلے تو اپنی حالت پر افسوس ہوا اور پھر غصہ آیا کہ میں با وجود اتنی شب زندہ داریوں کے یوں پریشان ہوں اور امیرِ وقت جو ہر وقت گناہوں میں مبتلا رہتا ہے اتنا دولت مند ہے کہ اپنے غلاموں کو بھی اس شان سے رکھتا ہے ۔

یہ سوچ کر اُس نے خدا سے شکایت کرنا شروع کی اور آخر کار خدا پر
یہ الزام قائم ہی کر دیا کہ۔

بندہ پروردن بیاموز از عمید

یعنی اے خدا! غلاموں کی پرورش کرنا امیر وقت سے سیکھ "

تم کو معلوم ہے کہ اسی لیے میں نے زندگی کا ایک ڈھب ایسا اختیار کیا ہے جس میں منت وسماجت کا سوال ہی نہیں، یعنی بھوکا رہتا ہوں اور ہنستا ہوں بیوی بچوں کی وجہ سے تکلف ہے تو سب کو زہر دے دو، میں مہیّا کر دونگا، اِن فضول شکایتوں سے کوئی فائدہ نہیں دربارداری اور خوشامد تم سے ہونا نہیں اسے! جب تک جیو انسان رہ کر جیو، اور انسان رہ کر جینا یہی ہو کہ اپنے سوا ساری دُنیا کو حرفِ غلط سمجھو ـــــ اگر فاقہ کر کے زندگی بسر کرنا ہے تو آ جاؤ میرے پاس رہو اگر میں نے تمہیں پہلے ہی کب رخصت کیا تھا کہ اب بلاؤں خیر!

ـــــ ۱۵ ـــــ

اِس وقت تم پر اس قدر پیار آرہا ہے کہ بے اختیار "میری جان" لکھنے کو جی چاہتا ہے دراں حالیکہ تمہارا "دشمنِ جان و دل" ہونا "نصِ قطعی" سے ثابت ہے ـــــ "نصِ قطعی" سے مراد کلام اللہ نہیں بلکہ "تجربۂ نیاز" ہے ـــــ

بات یہ ہے کہ آج صبح کو مولانا تشریف لائے اور اُنھوں نے مجھ سے اُن تمام مہمان داریوں کا حال بیان کیا جو تم نے اُن کے لیے صرف کیں اور محض اس لیے کہ اُنھوں نے میرا نام لے دیا تھا۔ کیا یہ پیار آنے کی بات نہیں ــــ میں سوچتا ہوں کہ کیا ہو اگر میں خود کبھی پہونچ جاؤں، عرصہ ہوا کچھ اسی نوع کے جذبات دل میں موجزن تھے کہ بے اختیار یہ شعر ہو گیا تھا

جفاؤں پر رہے اُنکی جب یہ حالت اپنی الفت کی
میں کہتا ہوں کہ کیا ہو، چھوڑ دیں گر وہ دل آزاری

ہو کیا ؟ انتقال ہو جائے ــــ اچھا تیار رہو ہولی میں آ رہا ہوں اور دہیں تمہارے مکان پر خورشید کی زبان سے کافی میں پورے دو گھنٹہ تک ہولی آج چلے چاہے کال۔ سیاں نہیں آئے جیا گھبرائے ــــ سنونگا مگر شرط یہ ہے کہ سوائے شاہد و مشہود کے اور کوئی وہاں نہو یہانتک کہ تم بھی نہیں

ــــ ۱۶ ــــ

میرے بھائی !

کیوں خواہ مخواہ وقت ضایع کرتے ہو میں سچ کہتا ہوں غزل کہنا تمکو کبھی نہ آئیگا کیوں کہ یہ شغلہ بغیر کہیں دل لگائے کوئی معنی رکھتا نہیں اور دل لگانے سے

تمہیں ٹھیری ازلی نفرت، پھر تمہیں بتاؤ کہ کام چلے تو کیونکر؟ محبّت کو تم جنون و دیوانگی سمجھتے ہو لیکن غزل گوئی کو بڑی فرزانگی! قربان جائیے اس عقل و فراست کے ——— پھر بدقسمتی سے قیام آپکا ایسی جگہ ہے جہاں سوائے "نوکِ مژگاں" اور "شبِ ہجراں" کے کسی اور بات کی دال گلتی ہی نہیں؟ اس لیے اور گمراہ ہوتے جا رہے ہو ——— بہرحال اگر یہ شغل تم سے نہیں چھوٹ سکتا تو کم از کم مجھے تو معاف ہی رکھو اور آئندہ کوئی بات ایسی نہ لکھو جس سے میرا خیال تمہاری شاعری کی طرف منتقل ہوسکے،

میں نے سنا تھا کہ بھائی مراد باوجود ان تباہ حالیوں کے حج کو جانیوالے ہیں خدانخواستہ یہ خبر صحیح تو نہیں؟ ہائے یہ بھی دنیا کا کتنا بڑا سانحہ ہے کہ ایک بھائی کو شاعری نے تباہ کیا اور دوسرے کو مذہب نے، میں سچ کہتا ہوں کہ یہ عذاب تمہاری شاعری کی وجہ سے نازل ہوا ہے، اور تمہاری غزلگوئی سے گھبرا کر وہ غریب ترکِ وطن پر آمادہ ہوا ہے، ورنہ ظاہر ہے کہ اس غریب کے پاس اتنی دولت کہاں کہ وہ یہ جسارت کرتا ——— غالباً قرض لیا ہوگا یا جائداد کا کوئی حصّہ رہن کیا ہوگا ——— اللّٰہم احفظنا من کل بلاء

— ۱۷ —

اے صاحب ـــــ کچھ تو کہو جواب میں ہاں نہ سہی، نہیں سہی!
ظاہر ہے کہ آپ کے انکار سے مجھے تکلیف یقیناً ہو گی لیکن اس انتظار کی تپ دق سے تو چھٹکارا نصیب ہو جائے گا ـــــ مرزا جی روز صبح کو فرشتہ موت کی طرح نازل ہو جاتے ہیں اور میں خون کا سا گھونٹ پی کر خاموش رہ جاتا ہوں ـــــ تم کچھ لکھو تو میں اُن سے کہوں کہ ہاں بھئی یہ کرو اور یہ نہ کرو ـــــ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو اپنے مصالح کے لحاظ سے جواب دینے میں پس و پیش کرنا چاہیے لیکن اے میرے بھائی "پس و پیش" کی بھی حد ہوا کرتی ہے ـــــ میں تم کو مجبور نہیں کرتا کہ انکی تمام خواہشیں پوری کر دو لیکن اگر بغیر کسی حرج و نقصان کے ان کی ہزار درخواستوں میں سے کسی ایک کو قبول کر سکو تو کیا آخرت میں ساقیٔ کوثر کی شفاعت سے محروم ہو جاؤ گے
بہرحال میں تو اب تم کو لکھنے کا نہیں، وہ اگر زیادہ ستائیں گے تو انکو لیکر اسٹیشن جاؤنگا اور الہ آباد کا ٹکٹ لیکر ریل میں سوار کرا دونگا اور کہدونگا کہ دیکھئے اگر آپ لوٹ کے آئیں تو میرے پاس آنیکی زحمت گوارا نہ کیجئے گا کیونکہ میں ابھی جا کر سنکھیا کھائے لیتا ہوں اور آپکو زندہ نہ ملونگا ـ لاحول ولا قوۃ، عجیب مہمل انسان ہو

۱۸

رات کس درجہ یاد آئے ہو تم!

ہائے ایک پوری رات سُکر و بیخودی میں گزر جائے اور تم مجھ سے دور رہو۔ "واقعۂ کربلا" تو نہیں مگر "دہلی کی تباہی" کے بعد غالباً یہ دوسرا ظلم اپنی قسم کا تھا جسے قدرت نے روا رکھا — اچھا سنو ٹھیک نو بجے "شمع کافوری" روشن ہوئی — ہاں ہاں وہی - ہاتھ آجائیں اگر ہاتھ لگائے نہ بنے — اُف وہ گلابی رنگ کا آنچل — یہ معلوم ہوتا تھا کہ چہرے کی روشنی ایک جگہ قائم ہو کر رہ گئی ہے — باور کرو کہ معصوم آنکھوں کی "عصیاں کاریاں" بالکل بے نقاب تھیں اور میری روح لرزاں تھی اُس موج بادہ کے ساتھ ساتھ جو آنکھوں کے "جام نرگسین" سے تبسم بنی چھلکی پڑ رہی تھی — بے حجابی بڑھی، تکلف گھٹا اور رامین کے پُرجلال سروں میں رادھا و کرشن کی وہ کہانی شروع ہو گئی جس نے آجکل عالم ( ) کا فری کو یکسر نغمہ و رنگ بنا رکھا ہے، وہ کرشن کا بازو تھام لینا اور پھر کسی کا لجائی ہوئی ادا سے "ہٹو، چلو، شیام موری بہنیاں نا مروڑ کنا" — اُف دُہائی ہو مرلی والے کی! رات بھر مسلسل تیر و پیکان کی بارش شاید کافی سزا نہ تھی کہ صبح کو بھیرویں سے بھی ذبح کرنے کی ضرورت سمجھی گئی — تمہیں معلوم ہو کہ اس سے قبل ایک بار

اسی بھیرویں نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔ ظالم کی یادداشت تو دیکھو بالکل وہی چیز، وہی سماں، وہی ادا ——— "پھول گیند دانا مارد لگت کریجوا میں چوٹ"۔ تم پوچھتے ہو میں نے شعر کہنا کیوں ترک کر دیا! خدا کے لیے بتاؤ اِن باتوں کا جواب ہمارے تمہارے پاس کیا ہے؟

بیان و زبان بالکل معمولی، تشبیہ و استعارہ بالکل اِسی دُنیا کا، لیکن مفہوم؟ یقیناً اور لئے سرحد ادراک ——— تمہارے ذکر سے ایک لمحہ فارغ بسر نہیں ہوا ——— اچھا سال گزشتہ کا وہ واقعہ یاد ہے، اور ہاں وہ مصرع بھی دماغ میں محفوظ ہے؟ ——— "میرا دامن چھوڑیے، اپنا گریباں پھاڑیے" خدا کرے تم اسی لمحہ کی یاد میں گریباں چاک یہاں پہونچ جاؤ،

۱۹

بھائی معاف کرنا، تمہاری تحریر کا جواب غیر معمولی تعویق سے جا رہا ہے اگر باور کرو تو کہوں کہ یہ تاخیر بالکل غیر اختیاری تھی اور باوجود کوشش کے جواب دینے پر طبیعت مائل نہ ہو سکی آج اس خیال سے کہ اپنی وضع کیوں چھوڑی جائے، چار و ناچار یہ تحریر بھیج رہا ہوں ——— تمہاری سیکڑوں التجاؤں کا صرف ایک جواب میرے پاس ہے اور وہ یہ کہ سب "نامنظور"!

دلیل و سبب بتانے پر میں مجبور نہیں لیکن ہوں بھی تو کہہ سکتا ہوں کہ بلا دلیل ـــ بے سبب ـــ یوں ہی ـــ میری مرضی ـــ پھر تم کیا کر دگے ؟ قسم لے لو جو میں اس وقت سفر کے حال میں ہوں، یقیناً موسم زیادہ ناخوشگوار نہیں، لیکن کیا کروں اسوقت پا بزنجیر ہوں، بیگم علیل، بچی مضمحل اور میں دیوالیہ، بھائی ایک وقت میں تین تین پہاڑ تو فرہاد بھی نہیں کاٹ سکتا تھا، میں کس شمار میں ہوں ؟

اجمیر والوں کا کیا حال ہے ؟ تمہارے جنون کی تو خیر حقیقت معلوم ہے مگر اُدھر سے ہنوز اطمینان نہیں، خدا کرے تم سے بہتر کماں دار و تیر انداز کوئی مل گیا ہو اور تمہاری "ترکی" تمام ہو چکی ہو ـــ دنیا میں تم سے زیادہ طویل القامت لوگ موجود ہیں، لیکن شاید ہی کسی کے دل و دماغ ایک دوسرے سے اتنے فاصلے پر واقع ہوں جتنے تمہارے ہیں ـــ میں پوچھتا ہوں کہ آخر یہ پندار تمھیں کس بات کا ہے ؟ کیا بتاؤں وہاں پہنچ نہیں سکتا ورنہ تم کو دکھا دیتا کہ ـــ "پلٹتی ہیں نگاہیں کیونکر" کوئی اور تازہ بشارت ہوئی ہو تو اطلاع دو، اس ہجوم افکار میں تھوڑی دیر ہنس لینے ہی کا سامان سہی ۔

۲۰

کل کا سانحہ سُنو! تمہارے عزیز گرامی میاں الطاف تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ "بڑے بھائی جان جو امانت رکھ گئے ہیں وہ دیدیجیے" میں حیران کہ یہ کہہ کیا رہے ہیں لیکن صرف اس خیال سے کہ ممکن ہے ان کے "بڑے بھائی جان" نے کسی مصلحت سے کوئی جھوٹ بولا ہو، لاعلمی کا اظہار مناسب نہ سمجھا اور اصولی گفتگو کے طور پر اُن سے کہا کہ "بڑے بھائی کی امانت چھوٹے بھائی کو کیونکر مل سکتی ہے، اُن سے کہہ دیجیے کہ وہ خود آکر لے لیں" —— یہ سننا تھا کہ حضرت وہیں بکھر گئے اور اس قدر فیل مچایا کہ محلے والے یہ سمجھے شاید میں کسی کو قتل کر رہا ہوں —— اب کیا بتاؤں کہ اپنی حماقت پر کتنا افسوس کر رہا تھا، اور منہ پیٹ رہا تھا کہ کیوں میں جھوٹ بولا، —— اب یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ میں نے تو یوں ہی کہہ دیا تھا —— آخر کار خدا خدا کر کے گھنٹوں کی "بحث و گفتگو" کے بعد اس فیصلے پر انہیں راضی کیا کہ اپنے بھائی کے پاس جانے کا کرایہ مجھ سے لیں اور وہاں سے انہیں بھیج دیں —— خدا کے لیے تمہیں بتاؤ یہ کیا معمہ تھا؟ اور حنیف صاحب نے یہ بلا میرے سر کیوں مسلط کی تھی —— چونکہ تم انکے "خلوتیان راز" میں سے ہو

اس لیے حقیقت کا علم تم کو ضرور ہو گا ـــ ان کو اپنی طرف سے یہ تمام ماجرا لکھ کر مجھے اطلاع دو کہ اگر پھر کبھی وہ حضرت تشریف لائیں تو میں جھوٹ بولنے کا کون سا پہلو اختیار کروں ـــ خدا جانے لوگ کس طرح عمر کی عمر جھوٹ بول کر گزار دیتے ہیں، یہاں تو جب کبھی اس کی نوبت آئی نتیجہ ایسا ہی دردناک نکلا،

۲۱

نماز شروع کر دی، اچھا کیا، خدا مبارک کرے، لیکن یہ تو بتاؤ کہ اِس مرتبہ کونسا نیا شکار پیشِ نظر ہے، اُس مرتبہ تم نے نماز کی پابندی کی تو غریب منیر کو تباہ کر دیا، اور وضو کراتے کراتے اس کے چہرے کو اچھا خاصا "گیمخت" بنا دیا ـــ اِس مرتبہ نظرِ عنایت کس پر ہے ـ خدا بچائے ان بیزاد دنسے کہ یہ عبد بن کر بھی معبود ہی بنے رہتے ہیں ـ میرا فلسفۂ نماز خواہ کتنا ہی ناقابلِ عمل ہو لیکن اس کے بلند ہونے سے تمہیں بھی انکار نہیں، پھر جو تم نمازیں پڑھتے ہو صرف گناہ کرنے کے لیے، عبادتیں کرتے ہو محض کارگاہِ معصیت کو وسیع کرنیکی غرض سے، تو خدا کے لیے بتاؤ کیا اس نشست و برخاست کے علاوہ کوئی اور نسخہ تمہیں معلوم نہیں ـــ لاحول ولا قوۃ ـــ یہ کیا لغو حرکت ہے ـــ گناہ کرتے ہو تو گناہ کرنے والوں کی سی صورت بھی بناؤ ـــ اِس سے کیا فائدہ

کہ مسجد میں سجدہ کر کر کے جو خاک اپنی پیشانی پر اُٹھاؤ اُسے کسی کے آنچل سے صاف کرتے پھرو ــــ اُف وہ تمہارا نماز میں "القارعۃ" کی میں کو استفراغ کی حد تک حلق سے بار بار نکالنا اور پھر اُس کی تھوڑی دیر بعد ہی کسی کو "ایفائے عہد" پر شرعی لکچر دیکر آخر کار وعدہ پورا کرا ہی لینا ــ کیا کبھی بھول سکتا ہوں ــــــ اِس میں شک نہیں کہ عبادت کا یہ ڈھنگ کسی کو آجائے تو دنیا میں اِس سے زیادہ لذیذ مشغلہ اور کیا ہو سکتا ہے مگر یہ معاملہ تو "تا نہ بخشد خدائے بخشندہ" کا ہے۔ ــــــ سعی و کوشش سے بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ "غریب میر مر رہے"

ــــــــــــــ ۲۲ ــــــــــــــ

عزیز من!

مانا کہ نگاہوں سے دور ہو لیکن دل سے تو نہیں ــ میں نے اس سے پہلے بھی تمہیں لکھا تھا کہ فرصت نکالو اور چند دن کے لیے یہاں آجاؤ، لیکن تمہارا وعدہ اور میرا انتظار دونوں ایک ہی سے نکلے ــــ یہاں مالوہ میں خصوصیت کیساتھ بارش کا زمانہ بہت پُر لطف ہوتا ہے ــ بادہ طلب بھی اور بادہ ریز بھی ــــــ اور غالباً یہیں کے متعلق غالب نے

بادہ نوشی ہے بادپیمائی

لکھا تھا ـــــ تم آجاؤ تو شاید کچھ "جرأت رندانہ" پیدا ہو جائے ورنہ یہاں تو تمام ولولے سرد ہو چکے ہیں اور ساری اُمنگیں خاک ـــــ اس لیے اپنے لیے نہیں آتے تو میرے لیے زحمت اختیار کرو، یہ تمہارا دعوائے ایثار آخر کس دن کام آئے گا جب میں نہ ہوں گا؟ ـــــ اچھا خدا حافظ

ــــــــ ۴۴ ــــــــ

صدیقی الاجل!

آپ کا فرمان سر آنکھوں پر، لیکن یہ تو فرمایئے کہ

طاقت نغمۂ دپرواز کہاں سے لاؤں

"عرش" سے نیچے اُتر کر "فرش" کی دنیا پر بھی کبھی کبھی غور کرنے کی عادت ڈالیے ہائے کمبخت نظیری کیا کہہ گیا ہے؟

بزیرِ شاخِ گل افعی گزیدہ بلبل را
نواگرانِ نخوردہ گزند را چہ خبر

تو بھائی! تم ٹھیرے "نواگرانِ نخوردہ گزند" میں سے اسلیے تمہیں کیا خبر کہ یہاں کتنے سانپ اس وقت تک ڈس چکے ہیں ـ مگر خوش رہو کہ گاہے گاہے پوچھ تو لیتے ہو "ناکردہ گناہوں" کی حسرتوں میں ہیجان تو پیدا کر دیتے ہو

—— میاں الیاس کہاں ہیں —— میں نے سنا تھا کہ اُنھوں نے —— نہیں نہیں —کسی نے اُن سے نکاح کرلیا ہے اگر یہ خبر خدانخواستہ صحیح ہے تو میری تعزیت اُن تک پہنچا دو کیونکہ آج نہیں تو کل کسی کو جان دینا ضرور —— توبہ ۔ کس قدر ظالم انسان ہے؟ "محسن کُش" تو بہت دیکھنے میں آئے لیکن "محبوب کُش" آج تک کسی کو نہ دیکھا تھا — یہ شاید تیسرا شکار ہے، اسم زد فرزد!

۲۴

بے دیکھے کہہ دیا کہ چنے ہم نہ کھائیں گے

کچّے کہاں ہیں یار اُبالے ہوئے تو ہیں

سچ کہتا ہوں آج بے اختیار جی چاہ رہا ہے کہ تم سے کچھ ایسی ہی باتیں کروں — نہایت بے تکلفانہ اور حد درجہ سطحی و سفیہانہ! —— اُف! یہ عقل و ہوش کی دنیا بھی کس قدر تکلیف و آزار کی دنیا ہے —— بعض اوقات تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاید دماغ کی تمام رگیں ٹوٹ جائیں گی —— —— تو پھر آجاؤ نا! ایک بار ہم تم دونوں پھر بے وقوف بنکر کم از کم ایک رات تو اس طرح بسر کردیں کہ صبح اُٹھیں تو دماغ پورا سکون محسوس کررہا ہو ——

بادلوں کے ٹکڑوں کو دیکھیں اور حیرت کریں کہ اُن کے لفتل و حرکت سے کیسے کیسے جانوروں کی شکلیں بنتی ہیں، جلدی جلدی انہیں گزرتے ہوئے دیکھیں اور کہیں کہ دیکھو چاند کتنی تیزی سے بھاگا جارہا ہے ـــــ گھنٹوں چاند کو دیکھتے رہیں اور کہیں کہ واقعی بڑھیا چرخا کاتتی ہوئی نظر آرہی ہے ـــــ چڑیوں کو دیکھیں اور ایک دوسرے سے کہیں کیوں جی کس مزہ سے اُن کی زندگی بسر ہوتی ہے، جہاں جی میں آیا پھر سے اُدھر اڑ گئیں، پھر سے اِدھر اُڑ آئیں ـــــ کس قدر جی چاہتا ہے کوئی کہانی سُنائے، لیکن کہانی اس قسم کی ہو جسمیں ایک شاہزادے کو تین راستوں پر جانے کی اجازت مل جاتی ہے لیکن چوتھے راستے پر جانے کی ممانعت ہوتی ہے، وہ شکار کی غرض سے وزیر زادے کو ساتھ لے کر جنگل میں پہنچتا ہے اور جان بوجھ کر اُسی چوتھے راستے پر ہو لیتا ہے، کچھ دور چل کر دریا کے اندر اسے لعل تیرتے ہوئے ملتے ہیں، وہ اس سُراغ پر ایک مکان تک پہنچتا ہے جہاں چھینکے میں کسی خوبصورت شاہزادی کا کٹا ہوا سر لٹکا ہوا ہے اور اس سے خون کے قطرے ٹپک ٹپک کر لعل بنتے جاتے ہیں، پھر دیو آتا ہے اور شاہزادہ اسکو ہلاک کر کے شاہزادی کو اپنے ساتھ لے آتا ہے ـــــ یا پھر اس قسم کی کہانیاں ـــــ جن میں

کوئی شاہزادہ کسی طلسمی شہر میں پہنچتا ہے جہاں ہر چیز پتھر کی نظر آتی ہے ——— دفعتہً ایک آواز پیدا ہوتی ہے اور یہ پلٹ کر دیکھتا ہے اور خود بھی پتھر کا ہوجاتا ہے ——— یا پھر اس طرح کی جن میں کوئی شاہزادی مسحور شاہزادے کے جسم سے جادو کی سوئیاں نکالتی ہے لیکن جب صرف آنکھوں کی سوئیاں باقی رہ جاتی ہیں تو کنیز اس خدمت کو انجام دیتی ہے اور آخر کار خود شاہزادی بن جاتی ہے ——— یا پھر ایسی جن میں سر پر جادو کی کیل ٹھونک کر کسی شاہزادے کو چڑیا بنا دیا جاتا ہے اور شاہزادی اتفاق سے اس چڑیا کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کیل کو محسوس کرلیتی ہے اور اس کے نکالتے ہی وہ چڑیا فوراً ایک خوبصورت شاہزادے میں تبدیل ہو جاتی ہے ——— آہ! ——— وہ زمانہ اب کیونکر واپس آئے ———

وہ شام کو دریا کے کنارے لایعنی طور پر بیٹھے رہنا، وہ دوپہر کو باغوں میں جا جا کر چوری چھپے امرود توڑ توڑ کر کھانا ——— وہ چاندنی راتوں میں گھنٹوں آنکھ مچولا کھیلنا اور پھر دبے پاؤں گھر واپس آنا معلوم ہوتا ہے کہ ایک موج سلسبیل تھی جو گزر گئی، نسیم کا ایک جھونکا تھا جو آیا اور غائب ہوگیا

انسان احمق و بیوقوف پیدا ہوا اور حماقت ہی میں اسکے لیے سکون ہے

—— اللہ محفوظ رکھے عقل و فراست سے جس نے انسان کو کبھی نہ ٹوٹنے والے دام میں پھانس رکھا ہے —— وہ لیجیے کوئی صاحب "مولانا، مولانا" پکار رہے ہیں، اچھا رخصت، کیونکہ مجھے پھر وہی مکر و فریب کی باتیں کرنا ہیں اور کسی کو دھوکا دے کر خود اپنے آپ کو بھی دھوکا دینا ہے،

—————— ۲۵ ——————

آپ کو کس طرح مخاطب کروں؟

محترمہ لکھ نہیں سکتا کہ آپ مجھ سے عمر میں بہت چھوٹی ہیں اور یوں بھی اس سے ایک اجنبیت ظاہر ہوتی ہے جسے میں پسند نہیں کرتا —— عزیزہ لکھ سکتا ہوں بشرطِ آنکہ مجھے یقین ہو اس امر کا کہ آپ چھوٹے عزیزوں کی طرح میرا کہنا مان لیں گی —— کل ہی آپ کے شوہر اور میرے محبوب دوست کی مفصّل تحریر مجھے ملی جس سے مجھے باہمی کشش کا حال معلوم ہوا آج آپ کی تحریر سے اور زیادہ توثیق ہو گئی۔ سنیے اگر کوئی بات خلافِ مزاج ہو تو بھی سنیے —— کہ ہندوستان کی عورت ابھی اس سطح پر نہیں آئی جو مغرب میں پائی جاتی ہے —— خدا وہ وقت لائے کہ یہاں بھی وہ کلہ بکلہ مرد کو جواب دے سکے لیکن جب تک وہ ساعت نہ آئے محض آرزو کو "حاصل" سمجھ لینا قرینِ عقل نہیں

——یاد رکھیے اسوقت تک کہ عورت معاش کی طرف سے بے نیاز نہو جائے اُسے کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ مرد کے ساتھ درجۂ مساوات کی مدعی ہو —— پھر چونکہ یہاں کا مرد عورت کی اس بیچارگی کو پوری طرح محسوس کرتا ہی اِس لیے قدرتاً اس میں ایک جذبۂ انانیت وتفوق پیدا ہونا چاہیے عورت اسے بر داشت نہ کرے گی تو کرے گی کیا ؟——ایک بات ——

دوسری بات جو میرے خیال میں عام طور پر باہمی کشمکش کا سبب ہوا کرتی ہے، عورت کا جذبۂ رشک اور اس کی "کاوش پسندی" ہے یعنی وہ اس کوشش میں کہ مرد پر پوری طرح مستولی ہو جائے اس کی جائز تفریحوں اور ضروری آزادیوں میں بھی مخل ہونے لگتی ہے اور ہر وقت اِس فکر میں لگی رہتی ہے کہ مرد کہاں جاتا ہے، کس کس سے ملتا ہے اور کس جگہ کتنا اپنا وقت صرف کرتا ہے——زیادہ محبّت کرنیوالی عورتوں میں "جاسوسی" کی یہ کیفیت زیادہ پیدا ہو جاتی ہے اور رات دن وہ اسی فکر میں مبتلا رہتی ہیں—— نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مرد چند دن تک تو اُسے برداشت کرلیتا ہے لیکن جب اس کے جذبۂ خودداری کو زیادہ ٹھیس پہنچنے لگتی ہے تو عورت کی طرف سے ایک قسم کی کیفیتِ احترازاپنے اندر محسوس کرنے لگتا ہے

جو بڑھتے بڑھتے زیادہ خطرناک صورت اختیار کرلیتی ہے ــــــــــــــ

میں سمجھتا ہوں کہ آپ بھی اسی قسم کی "محبت" کا شکار ہیں اور یہی اصل سبب تعلقات کی ناخوش گواری کا ہے ـــــ پھر میں پوچھتا ہوں کہ جبتک آپ کے حقوق پورے ہو رہے ہیں اور آپ کے ساتھ محبت و خلوص کا سلوک ہو رہا ہے ـــــ آپ کیوں اس جستجو میں اپنا دل دُکھاتی رہتی ہیں کہ "وہ" کہاں جاتے ہیں اور کیا کرتے ہیں ـــــ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ ہندوستان میں زن و شو کی ناچاقی کا سبب ۸۰ فی صدی یہی ہوتا ہے اور میں اِس باب میں یقیناً عورت کو خطاوار ٹھیراتا ہوں ـــــ

مجھے معلوم ہے کہ اُنہیں آپسے بہت محبت ہی (اور آپکو بھی اسکا اعتراف ہے) پھر کیوں نہ آپ اِس یقین پر قانع رہکر مسرور زندگی بسر کریں اور کیوں نہ آپ اُنہیں اسکا موقع دیں کہ وہ "ہلکے ہلکے گُناہ" کرکے کسی بڑے گناہ سے بچے رہیں اگر واقعی اُنکی آزادی میں کوئی صورت "گُناہ" کی پیدا ہوتی ہے ـــــ امید ہے کہ آپ کسی وقت تنہائی میں سکون دِل کے ساتھ میری تحریر پر غور کریں گی اور اگر آپکی نسوانی فطرت اس پر عمل نہیں کرسکتی اور آپ یہی چاہتی ہیں کہ "رنجش بیجا" سے آپکو منفعل نہونا پڑے تو میں خود اُن کی طرف سے "می آرم اعتراف گناہ نبودہ را"

۲۶

بازنگاہے! تمہیں معلوم ہے کہ مایوسی کے کس دور سے گزر رہا ہوں یعنی

راضی ہوں، گر اعدا بھی کریں فیصلہ اپنا

مگر تم نے تو اس خط میں وہ بات لکھی کہ اب کیا کہوں — نہ آنکھوں کو اعتبار، نہ دل کو اعتماد، کیوں کر باور کر لوں، اسی لیے چاہتا ہوں کہ پھر تصدیق ہو جائے ایک بار پھر وہی کہہ دو، اور سیج سج جلا لو — تمہاری پذیرائی کی ہمت نہیں تمہارے دیدار کی تاب نہیں — مگر پھر بھی تمہیں "دعوتِ امتحان" دیتا ہوں! آؤ اور اُن تمام فتنہ سامانیوں کے ساتھ آؤ جو تمہاری فطرت ہیں اور میری روح کی لذت — اچھا تو بتاؤ کس تاریخ، کس دن، کس ساعت یہ چودھویں کا چاند میرے "ظلمت خانے" میں طلوع کرے گا؟

اجی جاؤ بھی مذاق کر رہے ہو، بنا رہے ہو — سچ کہتا ہوں مجھے تو اس وقت بھی یقین نہ آئیگا جب تم میری آغوش میں ہوگے اور میں تمہارے شانے پر سر ڈالے ہوئے آنسو بہا رہا ہوں گا — آہ!

۲۷

آپ کی رہبری و چارہ سازی میں کلام نہیں لیکن اس کا کیا علاج کہ

من از آتش دُخان بینم تو آتش از دُخاں بینی

آپ کے نزدیک معیشت و معاشرت کا تغیر پہلا قدم ہے ملک کی آزادی کی طرف، میں کہتا ہوں کہ اس کے لیے صرف انقلاب احساس اور عزم دلیروں کا رہے ۔ تاہم مجھے کھادی کے استعمال سے اختلاف نہیں چپّل پہننے سے احتراز نہیں، میں تو ان دونوں چیزوں میں خاص قسم کی روحانیت پاتا ہوں خصوصیت کے ساتھ گورے رنگ اور صاف چہرے پر تو اس کے نکھار کا عجب عالم ہوتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ چہرہ کا کشمیری رنگ اور سواری کے لیے موٹر کہاں سے لاؤں ۔ کھادی پہننا اور بُری صورت لیے ہوے بازار میں جوتیاں چٹخاتے پھرنا مجھے پسند نہیں ۔ کیا یہ کھادی کی توہین نہیں ؟

آپ کیلیے یقیناً موزوں ہے کیونکہ آپکو خوش قسمتی سے دونوں نعمتیں حاصل ہیں میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ نماز کی طرح اب کھادی سے بھی زیادہ تر نمایش کا کام لیا جاتا ہے اور مقصود کا سوال بہت کم لوگوں کے سامنے ہے اسلیے چند دن اور غور کرنے دیجئے شاید نقد و نسیہ کی تمیز کوئی بہتر صورت اختیار کر لے، ذاکر سے پوچھیے کہ نام تو بہ اور فراموش کاری کا یہ عالم کہ گویا ہمارا شمار خدا کی مخلوق ہی میں نہیں

معاذ اللہ!

—— ۲۸ ——

مجتبیٰ!

آپ بھی کیا پرانا قصہ لے کر بیٹھ گئے ـــــ نہ اب امیر موجود نہ داغ، نہ اُن کی شاعری کی ضرورت، نہ اِن کی غزل سرائی سُننے کی کسی کو فرصت، نہ جانِ عالم پیا رہے، نہ محمد شاہ رنگیلے۔ اور تو اور ـــــ بقول شخصے سر سیّد اور ذکا اللہ بھی تو نہیں رہے، پھر اب غزل و موسیقی کا کیا خاک لطف! ـــــ میں بھی اس وقت آپ کی طرح بے تکی ہانک رہا ہوں ـــــ اگر اس میں بھی آپ کو شاعری نظر آتی ہے تو آداب عرض کرتا ہوں اور حسنِ سماعت کی داد دیتا ہوں، لیکن "مکرر ارشاد ہو" کی شرط نہیں، کہیے تو یہ مضمون نذرِ آتش کر دوں (صرف اس رعایت سے کہ آتش بھی ایک شاعر کا تخلص تھا) ورنہ بھیج کر اُسے سر بہر خدمت گرامی میں بھیج دوں تاکہ شافعِ محشر کے سامنے وقت ضرور آپ اسکو پیش کر سکیں، نگارے کا رنگ آپکو معلوم، میرے ذوق سے آپ آشنا، زمانہ کی ضرورت سے آپ آگاہ پھر بھی پورے ۳۲ صفحے ان مہملات میں سیاہ کر دئے ـــــ بندۂ خدا اتنا وقت کسی اور لذیذ گناہ میں صرف کرتے، اور کچھ نہیں تو دو چار گالیاں ہی مجھے سُنا دیتے کہ تمہیں نہیں تو مجھ ہی کو کچھ لطف آجاتا ـــــ لاحول ولا قوۃ!

۲۹

معقول! اِدھر مجھ سے تو یہ کہنا کہ میں اُنہیں جانتا بھی نہیں، اُدھر میرے متعلق ان کے سامنے ایک مستقل بابِ بحث و گفتگو کا کھول دینا ــــــ میرے پاس جو تحریر اُن کی آئی ہے بھیجتا ہوں،

اِدھر لاؤ ذرا دستِ حنائی
پکڑ لیں چور کا دِل ہم یہیں سے

مانا کہ جو کچھ آپ کر رہے ہیں اس میں سوائے محبت و خلوص کے کچھ نہیں لیکن آپ کو معلوم ہے کہ محبت کا احسان ماننے والے دولت کے احسان کو مشکل سے قبول کر سکتے ہیں ــــ آپ سے تو میں نے یوں ہی بر سبیلِ تذکرہ کہہ دیا تھا کہ وہ چاہیں تو بہت کچھ ہو سکتا ہے، اگر آپ نے شاید اس کو میری طرف سے "حُسنِ طلب" قرار دیا ــــ مہربانی فرما کر اُنہیں لکھ دیجیے کہ مجھے اُن کی امداد کی ضرورت نہیں ــــ میں خود بھی اُن پر ظاہر کر چکا ہوں کہ "محبت انسان کو ذلیل کر دیتی ہے" ــــ اسکی ایک مثال یہ بھی مجھے ہمیشہ یاد رہے گی ــــ "گدائے متکبر" ہوں اور پیسہ لینے کے بعد سو ڈنڈے مارنیکا احسان دوسروں پر رکھنا چاہتا ہوں ــــ سو بتاؤ ایسے احمق مجھے دنیا میں کہاں ملیں گے؟ ــــ

آئندہ اِس التفات و خلوص سے مجھے معاف رکھیے اور یہ سمجھنا چھوڑ دیجیے کہ جو بات کہی جاتی ہے اس میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی غرضِ دُنیا ضرور شامل ہوتی ہے ــــ مجھے تو ان کی اس زبانی ہمدردی ہی نے رات بھر بےچین رکھا ــــ خدا جانے کیا ہوتا اگر وہ عملاً اظہارِ ہمدردی کرتے ــــ مجھے نہ انکی نیت پر شبہ ہے نہ آپ کی محبت پر ــــ کہنے کی بات نہیں مگر کہتا ہوں کہ کسی نے میرے ساتھ بھلائی کی اور مجھے اُس سے نفرت ہوئی، کیونکہ خواہ مخواہ دل میں یہ خیال پیدا ہونے لگتا ہے کہ وہ مجھے ذلیل سمجھتا ہوگا ــــ پھر تمہیں بتاؤ کہ ایسا نامعقول شخص احسان کیے جانے کے قابل ہے؟ اگر اُنسے موجودہ صاحب سلامت ترک کرانا ہو تو خیر، ورنہ انہیں کہہ دو کہ اس معاملے کو یہیں تک رکھیں اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں،

ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

ــــــــ ۳۰ ــــــــ

کرم گستر

رہبری کا شکریہ [illegible] میری گمراہی تو سکندر کی سی گمراہی ہے کہ خضر بھی آبِ حیواں [illegible] پانے میں کامیاب نہ ہوئے ــــ میں آپکی ہدایت پر

ایک سے زائد باران کی صحبت "مراقبہ وسلوک" میں شریک ہو چکا ہوں ـــــ گھنٹوں سر جھکائے رہنے کے بعد گردن میں درد تو ضرور پیدا ہو گیا، لیکن دل پر اتنا بھی اثر نہ ہوا کہ "حضرت" کی صورت ہی مجھے اچھی معلوم ہونے لگتی!

ـــــ فرمایا ـــــ "کیا چاہتے ہو؟" ـــــ میں نے جواب دیا ـــــ "روحانیت" بولے ـــــ "روحانیت سے کیا مراد ہے؟" ـــــ میں نے کہا ـــــ "بادہ خواری کی توفیق اور گناہ کرنے کی صلاحیت!" قریب تھا کہ گردن میں ہاتھ دے کر مجھے نکال دیتے لیکن میں نے کہا "جناب غصے کی کوئی بات نہیں جب روحانیت کا مفہوم خود آپ مجھ سے دریافت کر رہے ہیں تو سوائے اس کے کیا عرض کروں ـــــ میں تو آپ کے پاس خود یہی سوال لے کر آیا ہوں اور آپ الٹا مجھ ہی سے دریافت کرتے ہیں" ـــــ یہ سنکر خیر غصہ تو کیا کم ہوتا، لیکن ایک حد تک ضبط پر قادر ہو گئے اور فرمایا ـــــ "پھر بھی تمہارے نزدیک کوئی نہ کوئی مفہوم روحانیت کا ہو گا، وہی معلوم کرنا چاہتا ہوں"

ـــــ میں نے کہا ـــــ "میرے نزدیک روحانیت نام ہے صرف پاکیزہ اخلاق کا"

ـــــ دریافت فرمایا ـــــ "کوئی مثال دو" میں نے جواب دیا "مثلاً گاندھی جی" اب آپ کیا پوچھتے ہیں کہ یہ سن کر ان کا کیا حال ہوا، ـــــ

ایک ایک زبان میں ہزار ہزار گالیاں مجھے اور لاکھ لاکھ غریب گاندھی کو دے ڈالیں ——— میں نہایت خاموشی سے سنتا رہا اور جب وہ کامل آدھ گھنٹے تک گلفشانیاں ختم کرنے کے بعد خاموش ہوئے تو میں نے کہا ——— بہتر ہے میں رخصت ہوتا ہوں، کیونکہ پہلا درس اخلاق تو آپکی طرف سے آج ختم ہو گیا، اگر اس سے جانبر ہو گیا تو پھر حاضر ہونگا ورنہ غالباً نجات کے لیے اسی قدر کافی ہے ——— پھر جی میں تو آیا کہ ان حضرت کو ایک بار بے نقاب کر کے نگار کے صفحات پر لے ہی آؤں، لیکن اس خیال سے کہ شاید آپ برہم ہو جائیں خون کا سا گھونٹ پی کر رہ گیا ——— اب آپ کبھی آئیں گے تو آپ ہی کے ساتھ دوسرا درس لینے چلوں گا ——— یوں تو مجھ میں ہمّت نہیں

۳۱

غلامی مبارک ——— کچھ زمانہ ہوا یہ حماقت مجھ سے بھی سرزد ہوئی تھی لیکن بعد کو معلوم ہوا کہ دنیا میں کوئی کسی کا رہبر نہیں مجبوراً یہ تعلق ترک کیا، اور خود اپنی ہی ذات کی طرف توجہ کی ——— نتیجہ کیا ہوا؟ ——— اگر یہ کہوں کہ تمام حجابات دفعتہً اٹھ کر ذات دما سوا سب آئندہ کے لیے روشن ہو گئے تو تم مانوگے نہیں،

کیونکہ بدقسمتی سے وہ صورت و وضع نہیں رکھتا جو تم ایسے احمقوں کو فریب میں مبتلا کر سکے ـــــ اگر یہ کہوں کہ ہمیں مرتبہ ابدال کی خدمت میرے سپرد کی گئی اور میں نے انکار کر دیا تو اس کا یقین اور بھی تمہیں نہ آئے گا کہ کجا یہ گناہگار اور کجا یہ سعادت! ـــــ اس لیے تمہیں حقیقت کا یقین کیونکر دلاؤں کہ رفع حجاب اور ابدالیت کا تو ذکر ہی کیا منزلِ قطبیت سے بھی گزر کر ایک خاص درجہ پر فائز ہوں اور بغیر کسی واسطے کے براہ راست انوار ربانی سے معاملہ رکھتا ہوں اِدھر آؤ ـــــ اگر یقیں نہ داری بہ امتحاں برخیز ـــــ اور بیعت کر کے دیکھو کہ تمہارے پیر ٹھکانے کی باتیں کہتے ہیں یا یہ "دلِ خانہ خراب"! ـــــ مگر مجھے معلوم ہے اور از رُوئے "کشف" معلوم ہے کہ تم مانو گے نہیں، اور ہمیشہ یوں ہی مسجدوں اور خانقاہوں میں بھٹکتے رہو گے

سرِ روحانیاں داری ولے خود را ندیدستی
بہ خوابِ خود درآ تا قبلۂ روحانیاں بینی

۴۲

صدیقی!

قربانی کے باب میں میرا بھی وہی مسلک ہے جو آپ کا، کیونکہ آج تک

میری سمجھ میں یہ بات کبھی نہیں آئی کہ "وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب اُلٹا"
لیکن میں ۱۰ ذی الحجہ کو ایک جان ضرور لیتا ہوں ۔ اس کو "قربانی" اسلیے نہیں کہتا
کہ نماز سے پہلے ہی ذبح کرلیتا ہوں اور جس وقت لوگ عیدگاہ سے واپس آتے
ہوں یہاں مضم رابع بھی ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ لوگ پوچھتے ہیں تو کہہ دیتا ہوں کہ
قیامت میں مجھے تماشہ بننا منظور نہیں کہ پل صراط سے بکرے کی پیٹھ پر سوار
گزر رہا ہوں اور لڑکے پیچھے تالیاں پیٹ رہے ہیں ـــــ لیکن چونکہ نشاط قومی
قائم رکھنے کے لیے ایسے تہواروں کا قائل ہوں جن میں روز کی بے آب و رنگ
زندگی سے ہٹ کر چند ساعتیں چہل پہل میں گزر جائیں اسی لیے یہ گناہ کرلیتا ہوں
ہولی اپنے یہاں نہیں تو کیا خون کی چند چھینٹوں سے بھی اپنے آپ کو محروم رکھوں
گو آپ کا فلسفہ تو شاید یہ ہو گا کہ دوپہر کو بھنی ہوئی کلیجی اور شام کو برانی کا دردِ سر
کون مول لے۔ نقصان مایہ اور دعوت ہمسایہ!

ـــــــــ ۴۳ ـــــــــ

عزیز عبید آپ کا خط لے کر آئے۔ آپ کا خط نہ ہوتا تو بھی کیا صرف
انسانیت کا تعلق میری ہمدردی حاصل کرنیکے لیے کم تھا ـــ آپ مطمئن رہیے
ـــــــــ میں نے ان کے تمام اوقات کا لحاظ رکھ کر پوری

راحت و آسایش کا انتظام کر دیا ہے حتیٰ کہ پلنگ کے پاس ایک چوکی اور چوکی پر ایک نرم جا نماز بچھوا دی ہے تاکہ وہ نہایت سکون کے ساتھ اوراد و وظائف پڑھ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرتے رہیں

آپ کو یہاں کی حالت معلوم ہو یا نہ ہو لیکن کم از کم بسریٔ ناابلی و بیچارگی سے تو آپ نا آشنا نہیں ـــ وہ شخص جو ایک ایک مہینہ گھر سے باہر قدم نہ نکالے، وہ جو کسی کے سامنے کوئی غرض لے کر جانا "شرک فی التوحید" سمجھے اس سے آپ کیا توقع کر سکتے ہیں ـــ لیکن اسے بھی جانے دیجیے، میں رات دن آپکے لیے سرگرداں رہنے کے لیے آمادہ ہوں اور ایک ایک کے سامنے دستِ سوال پھیلانے کے لیے بھی تیار لیکن جانتا ہوں کہ صاف انکار کسی میں ہمت نہیں اور ایفائے عہد کی توفیق نہیں، پھر آپ ہی بتائیے کہ وہ کب تک اپنا وقت ضایع کریں گے، اول تو نوکری ملنا آسان نہیں اور اگر ہزاروں احسان رکھنے کے بعد کسی نے دفتر میں کوئی جگہ دی بھی تو بیس پچیس حد ہے ـــ خدا کیلیے اُن سے کہیے یا آپ اجازت دیں تو میں کہہ دوں کہ میاں داڑھی بڑھالو اور تہمد باندھ کر کسی مسجد میں خدا رسول کے متعلق جتنی سمجھ میں نہ آنے والی باتیں ہو سکتی ہیں لوگوں سے بیان کرنا شروع کر دو پھر دیکھو چند دنیں فتوحات کا کیا عالم ہوتا ہے

آپ مطمئن رہیے سعی میں کمی نہ ہوگی لیکن سچ کہتا ہوں مجھے کامیابی کی کوئی اُمید نہیں — اگر تجارت کا شوق ہو تو بے شک میں بمبئی اپنے ایک کرمفرما کے پاس بھیج سکتا ہوں جو دولت و دل دونوں حیثیت سے بہت بڑے شخص ہیں یا ان کے پاس چند دن کام سیکھیں اور اُنہیں کے منشا کے مطابق اپنا کام شروع کردیں — کہیے منظور ہے یا نہیں ؟

—— ۳۴ ——

مجی !

معاف فرمائیے، جواب تعویق سے جا رہا ہے چند دن کے لیے اُجھن چلا گیا تھا وہاں سے واپس آیا تو ایک اور دردِ سر مول لے لیا جس سے ابھی تک نجات نہیں ملی لیکن آخر کب تک آپ کو منتظر رکھتا، مجبوراً لکھ رہا ہوں گو جی نہیں چاہتا،

سُنیے ! آپ نے جس کتاب کا ذکر کیا ہے اس کا ایک قدیم نسخہ میرے پاس ضرور موجود ہے اور مجھے عاریتاً یا ارادتاً پیش کر دینے میں بھی کوئی عذر نہیں ہو سکتا لیکن یاد رکھیے مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ وہ ہے کہاں ؟ یعنی یہاں یا فتحپور میں — بہرحال آپ مطمئن رہیے وہ آپ تک ضرور پہنچ جائیگا

لیکن آج یا دو سال کے بعد؟ اس کے متعلق کچھ عرض نہیں کر سکتا ــــــ یہ تو جواب ہو گیا آپ کے خط کے اس حصّے کا جو بقول آپ کے واقعی میرے لیے "غیر دلچسپ" تھا ــــــ رہ گیا دوسرا حصّہ جس میں آپ نے مجھے میری آئندہ زندگی کے متعلق چند محبت آمیز مشورے دیے ہیں سو اسکے جواب میں بجز اس کے کیا کہہ سکتا ہوں کہ

نظارۂ خوباں دمی و نغمہ حرام است
دیدیم و شنیدیم و سمعنا و اطعنا

اگر ناگوار ہو تو شعر کے "طنز یاتی" پہلو کو اڑا دیجیے اور خوش ہو جائیے کہ میں نے "اعتراف گناہ" بھی کر لیا اور توبہ بھی ــــ آہ! کاشکے آپ اس فلسفہ کی صداقت پر بھی کبھی ایمان لے آتے کہ

دل از تسکیں شود بے ذوق زنہار
سگے طفلے شود دستانہ می رقص

ــــــــــ ۳۵ ــــــــــ

اے حضرت!

یہ کہاں کا انصاف ہے کہ خود تو آپ وہی گناہ سو بار کرنے پر بھی بس نہ کریں

اور میرے لیے ایک بار کی جسارت بھی حرام ہو ـــــــ پہلے آپ بتا دیجیے کہ آپ نے میری پچیس تحریروں کا جواب کیوں نہیں دیا پھر میں بھی بتاؤں گا کہ آپ کی ایک تحریر کے جواب میں مجھ سے کیوں تاخیر ہوئی ـــــــ معقول! میں سوچتا ہوں کہ آپ عدالت گاہ میں کیا خاک انصاف کرتے ہوں گے غریبوں کا خون ہی ہوتا ہوگا

سنیے، نامۂ گرامی پہلی کو مجھے ملا اور دوسری کو مجھے ایک عزیز کی ناگہانی موت کی وجہ سے بھوپال چھوڑنا پڑا، ایک ہفتے کے بعد واپس آیا تو تپ میں مبتلا ہوگیا ـــــــ ایک سو چار ڈگری اور کچھ پوائنٹ! کچھ سمجھے آپ! ـــــــ پرسوں اس قابل ہوا ہوں کہ سہارے سے بیٹھ سکوں ـــــــ مجھے معلوم ہے کہ یہ سُن کر آپ رسمی ہمدردی کے چند الفاظ لکھ دیں گے اور خود اپنی فراموش کاری کا وہی فرسودہ عُذر پیش کر دیں گے کہ ”خط ملے ہی نہیں“

ـــــــ ۳۶ ـــــــ

کیا پوچھتے ہو کس عالم میں ہوں!

سیماب پشت گرمیٔ آئینہ دے ہے ہم
حیراں کیے ہوئے ہیں دلِ بے قرار کے

—— اگر کوئی ذریعہ سکون کا ہے تو صرف یہ خیال کہ جب زندگی کو بقا نہیں تو
دل کے "اضطراب بے مدعا" پر کیوں سر دھنا جائے
پرسوں مرزا جی کے خط کے ساتھ ایک تحریر اور کسی کی بھی ملی اُسنے
قیامت ڈھا دی، ارشاد ہوتا ہے ؎

آجاؤ جو تم کو آنا ہو ایسے میں ابھی شاداب ہیں ہم

اب فرمائیے آپ کیا مشورہ دیتے ہیں؟ سر پھوڑنا تو خیر اختیاری بات ہے،
اس کے علاوہ جو صورت جواب کی ہو وہ سوچیے —— "آشتی بچشم دگوش"
اگر کوئی گناہ ہے تو خدا بھی زیادہ سے زیادہ یہی سزا اسکی دے سکتا تھا
میں نے تو فی الحال کلیجہ پر پتھر رکھ کر یہی جواب دیدیا ہے کہ
"فی الحال اس مژدۂ نوید سے تو جانبر ہو لینے دیجیے ممکن یونہی کام تمام ہو جائے"

———— ۳۷ ————

مکرمی میاں صاحب!

میں آپ سے جدا ہو کر یہاں آنے کو تو آ گیا، لیکن خدا شاہد ہے کہ
دل و دماغ دونوں وہیں چھوڑ آیا ہوں —— ایک چیز آپ کے پاس
اور دوسری اُن کے —— اب تقاضا کروں بھی تو کس سے —— آپ سے؟

کہ دماغ کا ہر ہر نقش آپ ہی کا مرہونِ کرم ہے ــــــ اُن سے ؟ کہ دِل
پھیر بھی دیں تو پھر بصد لجاجت انہیں کو سونپ دینا پڑے
میری بندگی ان تک پہنچا دیجیے اور کہہ دیجیے کہ میری زندگی بے مزہ
کر کے انہیں کیا ملا ؟

ــــــــ ۳۸ ــــــــ

ظالم! خدا سمجھے (تم سے تو نہیں مگر) اُس سے جس نے تمہیں
یہ سمجھا دیا کہ محبت کی آزمایش یوں بھی ہوا کرتی ہے ــــــ میں پوچھتا ہوں کہ میں نے
کیا قصور کیا تھا جو یوں مجھ سے رُوٹھ گئے۔ قسم لے لو جو میں نے آپ کی
غیبت میں کوئی لفظ بھی آپ کے متعلق اُن سے کہا ہو ــــــ یہ آخر آپ نے
انہیں اس قدر معصوم اور اپنے آپ کو اس درجہ مستحق کرامت کیوں سمجھ لیا
کیا آپ سے زیادہ گناہ گار کوئی اور انہیں دنیا میں مل ہی نہیں سکتا ؟

میاں ہوش میں آؤ! کیسی محبت کہاں کی اُلفت ۔ جوانی میں
بڑھاپے کے سے گلے شکوے کچھ اچھے نہیں معلوم ہوتے ــــــ وہ ایک دفعہ
بھلا دینے کی دھمکی دیں تو تم سو دفعہ منہ موڑ کر چلے آؤ ــــــ یہ بھی
کوئی بڑی بات ہے ۔ تمہاری عمر میں تو یہاں دل کے اندر تیر پر تیر

پیوست ہوتے تھے اور پھانس کی طرح نکال کر پھینک دیتا تھا

۴۹

صدیقی العزیز

آپ کو معلوم ہے کہ یہ تحریر کس کے ذریعے سے بھیج رہا ہوں — پہلے اُٹھ کر سروقد تعظیم دیجیے پھر مصافحہ کیلیے ہاتھ بڑھائیے اور دست بوسی کر کے صدر میں بٹھائیے — اس کے بعد بتاؤں گا کہ یہ کون ہیں ؟

سُنیے اِن کے جد بزرگوار تو خیر صرف ہمارے فتح پور ہی کے صاحب خدمت تھے لیکن ان کے والد محترم کے سپرد تو پوری کمشنری اللہ آباد کا نظم و نسق تھا — یہ خود کیا ہیں مجھے تو ان کے بیان سے صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ یورپ کے جس قطب نے جنگ عظیم کرادی تھی اس کو شکست دے کر انہوں ہی نے آپس میں صلح کرائی ہے یہ اتنا بڑا مرتبہ ہے کہ آپ ہی اس کی حقیقت کو سمجھ سکیں تو سمجھ سکیں میرے بس کی بات تو ہے نہیں — یہ فی الحال اپنے گانوں میں ایک مسجد بنوا رہے ہیں اور امداد کے طالب ہیں — میں نے پوچھا کہ کیا آپ کے گانوں میں کوئی اور مسجد نہیں تو فرمایا کہ "مسجدیں تو کئی ہیں لیکن بے مینار کی مسجد کوئی نہیں"۔ میں ڈر کے مارے

یہ نہ کہہ سکا کہ کیوں نہ آپ موجودہ مسجدوں کے مینار توڑوا دیں اس میں زیادہ آسانی ہے"۔ شاید آپ انہیں سمجھا سکیں، بہرحال آدمی بہت دلچسپ ہیں اور رہمدردی کے قابل

—— ۴۰ ——

چلو ہٹو! میں تم سے بات نہیں کرتا اُن سے کہہ رہا ہوں جنکے متعلق تم یہ کہا کرتے ہو کہ
ان کو کیا بات کرنہیں آتی

سنیے! اس شقی نے چار خط میرے پاس بھیجے ہیں اور ہر خط آپ کی شکایت سے لبریز، کچھ آپ سمجھیں کہ شکایت کیوں اور کس بات کی ہے تفصیل کی ضرورت نہیں کیونکہ میں تو آپ کی بے گناہی پر اور اس شخص کی نامعقولیت پر اُسی دن ایمان لے آیا تھا جب باوجود آپ کی مخالفت کے یہ جمعہ کی نماز کا بہانہ کرکے گیا اور "خون آلودہ ہاتھ" کسی جگہ گرفتار کیا گیا —— یہ آپکی شرافت تھی کہ اسکی توبہ پر یقین کر لیا اور باگ ڈھیلی چھوڑ دی، ورنہ یہ تو اس قابل تھا کہ ایک پنجرہ میں "میاں مٹھو" بنا کر بٹھا دیا جاتا اور صبح و شام دو پیالیوں میں دانہ پانی دیکر پھر اُسکی خبر نہ لی جاتی —— وہ تو کہیے اللہ نے آپ کو نیک دل، خدا ترس پیدا کیا ہے ورنہ واقعہ یہ ہے کہ اس کو تو میدانِ کربلا میں گھسیٹ گھسیٹ کر مار ڈالنا چاہیے

—— اسلیے آپ سمجھ سکتی ہیں کہ میں سفارش تو اس کی کبھی نہیں کر سکتا، لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ یہ روز بروز کے جھگڑوں سے آپ اپنی زندگی کیوں تلخ کرتی ہیں، آپ لعنت بھیجیے تمام تعلقات کو اور میرے پاس چلی آئیے، ہر چند جسمانی راحت و آسایش کے وہ اسباب تو یہاں فراہم نہیں جو آپ کو وہاں میسر ہیں لیکن اس کا ذمہ دار ضرور ہوں کہ نہ اختلاج قلب کا دورہ آپ پر ہوگا نہ ضیق نفس کا میں یہ لکھ رہا ہوں اور جانتا ہوں کہ آپ کبھی نہ آئیں گی کیونکہ باوجود ان تمام باتوں کے جتنی محبت آپ کو اس کا فرسے ہے اس کا اعتراف وہ بھی کرتا ہے پھر خدا کیلیے آپ ہی ذرا صبر و ضبط سے کام لیجیے اور کبھی کبھی لڑکپن کر لینے دیا کیجیے، چند دنکی بات اور ہے، ۳۰ سے متجاوز ہونے کے بعد اگر آپ ڈھکیلیں گی تو یہ گھر سے باہر قدم نہ نکالے گا—— اتنی سختی بھی اچھی نہیں خاص کر ایسے شخص کیسا تھ جو ذاتی آپکا غلام ہے، گو فی الحال وفادار نہیں،

—— ۴۱ ——

حضرت قبلہ!

یہ جو آپ نے خواہ مخواہ درد سر مول لے رکھا ہے میں پوچھتا ہوں اس سے فائدہ کیا ہے؟ مانا کہ یہ سب کچھ فرض ہے اور فرض بھی کیسا؟ منذہبی

صدیقی، چشتی، نظامی، لیکن اس کے کیا معنی کہ آپ خود اپنی زندگی کے فرائض بھول کر بیوی بچوں سے بھی بیزار ہو جائیں، خدا کے لیے بتائیے یہ کہاں کا مذہب ہے یہ کیسا تصوف ہے، یہ دنیا میں درویشی و خدا ترسی کا کونسا نیا مسلک دریافت ہوا ہے جو سب سے پہلے انسان کے دماغ ہی کو خراب کر ڈالتا ہے

صبح جائیے تو معلوم ہو کہ شاہ صاحب کے یہاں ختم خواجگاں میں شرکت کیلیے گئے ہوئے ہیں، دوپہر کو ڈھونڈھیے تو خبر ملے کہ ابھی تک نہیں آئے پیر جی کے پانوں داب رہے ہیں، شام کو تلاش کیجیے تو پتہ چلے مراقبہ میں توجہ لے رہے ہیں رات کو تو خیر انوار ربانی کے حصول کے لیے پیر و مرشد کے ساتھ شب زندہ داری گویا فرض ہی ہے۔۔۔ میں پوچھتا ہوں کیا دماغ خراب ہو گیا ہو یا تمہارے پیر نے کوئی افسوں پھونک دیا ہے جو اپنے بچوں کی محبت بھی تم کو باقی نہیں رہی تم اپنے پیر کے ساتھ فاقہ کرو یا جو جی میں آئے جھک مارتے رہو اپنے متعلقین کو کیوں بھوکا مارتے ہو تیس روپیہ تو آپ کی تنخواہ ہے اس پر یہ غیر حاضریاں پھر آپ ہی بتائیے کہ اس مہینے میں جو صرف دس روپیہ آپ کو ملے ہیں اُن میں آپ کے بیوی بچوں کے کھانے کپڑے کا انتظام کیا جائے یا اُس مہاجن کی قسط ادا کی جائے جس سے قرض لے لیکر آپ نے "خانقاہ شریف کی"

مسجد کا کنواں کھد وا یا ہے لمبی داڑھیاں تو بہت دیکھنے میں آئی ہیں لیکن تم ایسے بیوقوف شاذ و نادر ہی پیدا ہوتے ہیں

یاد رکھو! کہ یہ جو جنت کی لالچ دلا دلا کر رات رات بھر تم سے پاؤں دبواتے رہتے ہیں اور دن بھر غلام کی طرح دوڑاتے پھرتے ہیں مذہب کے دشمن ہیں انسانیت کے دشمن ہیں اور تمہاری عاقبت خراب کر رہے ہیں، احمق! مذہب نام ہے صرف اُن حقوق کے ادا کرنے کا جو بحیثیت متمدن انسان ہونیکے تم پر عائد ہوتے ہیں اور سب سے پہلے جن کے حقوق تم کو ادا کرنا ہیں وہ تمہارے بال بچے ہیں —— یہ تمہارا پیر جیتے جی اسی دنیا ہی میں تمہیں جہنم واصل نہ کر دے تو سہی —— خیر چند دن اور دیکھتا ہوں اس کے بعد تم سے تو خیر کچھ نہ کہوں گا لیکن تمہارے پیر کو بتاؤں گا، جس نے ایک شریف عورت کو شوہر کے ہوتے ہوئے بیوہ اور چھوٹے چھوٹے بچّوں کو باپ کی زندگی ہی میں یتیم بنا دیا

—— ۴۳ ——

یا ایّھا السّکاری!

آپ حضرات کی اسکیم پہنچی —— کیا کہنا، کیسی جولانی طبع سے کام لیا گیا ہے

کیا کیا جوانیاں دکھائی گئی ہیں، لیکن سچ پوچھیے تو سوائے ایک کے مجھے کسی سے اتفاق نہیں —— پہلے ایک لطیفہ سُن لو

ایک بڑھیا ضعیف و کمزور راستے سے گزر رہی تھی کہ ناگہاں ایک گاڑی سے تصادم ہو گیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑی —— یہ دیکھ کر چاروں طرف سے لوگ جمع ہو گئے اور مختلف رائیں دینے لگے کسی نے کہا کہ اس کو فوراً اسپتال پہنچانا چاہیے، کوئی بولا کہ ہلدی پیس کر تھوپنے کی ضرورت ہے، کسی نے رائے دی کہ اس کے مکان کا پتہ معلوم کر کے گھر پہنچا دینا چاہیے، الغرض اسی طرح کی چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں کہ ایک صاحب نے کہا کہ یہ تدبیریں تو بعد کو ہوتی رہنگی چوٹ زیادہ لگی ہے اس لیے سب سے پہلے گرم گرم دودھ پلانا چاہیے بڑھیا اس وقت تک تو بے ہوش پڑی ہوئی تھی لیکن یہ رائے سُن کر فوراً پٹ سے آنکھیں کھول دیں اور نہایت ہی حزیں آواز میں بولی کہ "ارے کوئی ان کی بھی تو سنو! یہ کیا کہہ رہے ہیں؟"

سو بھائیو! نہ کشمیر جانے سے مجھے اتفاق ہے، نہ مسوری کے سفر سے میں تو بشیر صاحب کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے وہی کہوں گا جو اُس بُڑھیا نے کہا تھا کہ کوئی ان کی بھی تو سُنو! یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ یعنی تم سب ملکر

یہیں آجاؤ، میں اس میں صرف اتنا اضافہ کروں گا کہ جب آؤ تو اپنی اپنی حسب حیثیت میرے لیے تحائف بھی لیتے آؤ ـــــ مقصود صرف اجتماع ہے سو وہ اس طرح بھی پورا ہو سکتا ہے

ـــــــ ۴۳ ـــــــ

ہر چند شادی کوئی اچھی چیز نہیں، مگر آپ ضرور کیجیے کیونکہ اگر یہ حرکت آپ نے نہ کی تو کوئی اور اس سے زیادہ خراب حرکت کر بیٹھیں گے ـــــ مگر یہ خیال رہے کہ آپ شادی کر رہے ہیں، عیاشی نہیں "بیوی" کا تعلق "جذبہ شہوانی" سے اتنا نہیں ہے جتنا "مصلحت عمرانی" سے ہے اس کا صاحب حسن و جمال ہونا اتنا ضروری نہیں جتنا خوش خصال ہونا ـــــ لیکن مجھے معلوم ہے کہ آپ میری اس نصیحت کی مطلقاً پرواہ نہ کریں گے، اور "ضرورت شادی" کا جو اشتہار دیں گے تو اس میں سب سے پہلی شرط "جمیل و طرحدار" ہونے کی درج ہو گی ـــــ حالانکہ آپ خود اس لحاظ سے ماشاءاللہ صفر ہی صفر ہیں ـــــ میری سمجھ میں یہ بات کبھی نہیں آئی کہ ایک معمولی صورت کا مرد کیوں یہ خواہش کرتا ہے کہ عورت اسے بہت حسین ملے پھر طرفہ تماشہ یہ ہے کہ اگر کوئی بدقسمت اسے مل بھی گئی تو پھر یہ چاہتا ہے کہ

کہ وہ اس سے محبت بھی کرے ـــــ آؤ میں تمہیں ایک راز کی بات بتاؤں مگر کسی مولوی سے نہ کہہ دینا ـــــ یہ جو مذہب اسلام میں کفو کے درمیان شادی کرنے کی ہدایت کی گئی ہے اس کا مفہوم سب لوگ غلط سمجھتے ہیں کفو سے یہ لوگ خاندان یا برادری مراد لیتے ہیں درانحالیکہ کفو کے معنی مماثل کے ہیں مماثل کیا؟ یعنی جو لوگ تہذیب و شرافت تعلیم و تربیت، سیرت و صورت میں باہمدگر مماثل ہیں ان میں ایک دوسرے کے ساتھ رشتہ ازدواج قائم ہونا چاہیے پھر اس کے لیے خاندان یا برادری کی قید بیکار ہے، فرض کیجیے خاندان ہی میں ایک لڑکی ہے لیکن اپنے صفات کے لحاظ سے وہ ادنیٰ درجے کی ہے تو یقیناً کفو میں داخل نہ ہوگی لیکن اگر کسی دوسرے خاندان کی ہے اور صورتاً و سیرتاً مماثل واقع ہوئی ہے تو کفو کہلائے گی ـــــ بہرحال کفو کا صحیح مفہوم انگریزی کے لفظ (Status) اور (Position) سے ظاہر ہوتا ہے ـــــ اس لیے اگر کوئی شخص بدصورت ہے تو وہ حسین عورت کا کفو نہیں ہو سکتا جس طرح ایک بدصورت عورت ایک حسین مرد کا کفو نہیں ہو سکتی، جنت میں حوریں بدصورت مردوں کی صحبت کو گوارا کر لیں تو کر لیں لیکن اس دنیا میں یہ ظلم زیادہ نبھنے والا نہیں، اس لیے یوں بھی آپ کو "حسن و جمال" کی جستجو کا حق حاصل نہیں

یقیناً آپ بدصورت نہیں لیکن اتنے طرحدار بھی نہیں کہ جیو پیٹر کی بیٹی سے
کم درجے کی عورت آپ کو پسند نہ آئے ـــــ بہرحال اگر معمولی صورت کی
مگر بے انتہا شریف سلیقہ مند لڑکی درکار ہو تو میری نگاہ میں دو چار جگہ ایسی ہیں
جہاں یہ رشتہ قائم کیا جا سکتا ہے اور اگر تمہیں صرف "حسرمزدگی" کرنا ہے
تو شادی کا خیال ترک کر دو اور جس طرح قربانی کے سانڈ بازاروں میں
آزاد زندگی بسر کرتے ہیں تم بھی بسر کرو، ذمہ داری کچھ نہیں اور لذتیں وافر!

ـــــــ ۴۴ ـــــــ

نیاز نواز! اکرم گستر!!

میں آپ کی عنایتوں کا شکریہ ادا کرنے کے لیے بازارۂ احساس و تاثر
الفاظ سے کہاں سے لاؤں لیکن اگر "سکوت" کبھی کبھی نوعیت سے "تکلم بلیغ" بن سکتا ہے
تو خدارا میری اس خاموشی ہی کو اعترافِ احساس سمجھیے گو میں جانتا ہوں

کہ سلطاں نخواہد خراج از خراب

آپ ان پر جو خلوص و محبت صرف فرما رہے ہیں اور جس عالی حوصلگی سے
ان کی اعانت فرما رہے ہیں، وہ آپ کی فطرت سہی لیکن اس زمانے میں تو اسکی
نظیر مجھے کوئی نظر آتی نہیں، مجھے یقین ہے کہ وہ بھی اپنی خدمت و نیازمندی سے

ہمیشہ آپکو خوش رکھیں گے اور آپ کو اس لطف و محبت کے رائگاں جانیکا افسوس نہوگا
میں خود بھی سرِ عقیدت آستانِ گرامی پر جھکانیکے لیے اگلے ماہ حاضر ہونگا
ایّام دولت مُستدام

۴۵

کیا پوچھتے ہو! کس عالم میں ہوں "نہ صحو و بیداری نہ سُکر و خمول"
بلکہ ایک اور کیفیت ہے ان کے بین بین، جسے بےحِسی کے لحاظ سے جو چاہے
کہہ لو، لیکن "احساسِ بےحسی" کے اعتبار سے میں تو اسے یکسر "گوش و ہوش" ہی
کہوں گا،

مولانا تشریف لائے اور چار دن قیام رہا لیکن کس کمبخت کو یاد ہو کہ وہ
کیوں آئے اور کس طرح تشریف لے گئے ظاہر ہے کہ اس حالت میں اُن کی
خاطر مدارات مجھ سے کیا ہوئی ہو گی؟ سخت شرمندہ ہوں

میں خود اس دوران میں ایک ہفتہ کے لیے اجین گیا تھا لیکن اب
سوائے خواجہ صاحب کی الاپ کے (جو روزانہ ۵۰۰ دنڑکے بعد تنبورے پر
ایک گھنٹے تک الاپتے رہتے ہیں) کچھ یاد نہیں، سید منور علی صاحب وکیل نے
میرا جی بہلانے کے لیے وہ سب کچھ کیا جو اپنے بےتکے پن کیساتھ کر سکتے تھے

لیکن "تبسم مضمحل" سے بھی لب آشنا نہ ہوئے ــــ شام کو اُجین کی اُس کفر خیز و جہاں نواز ندی کے ساحل پر بھی گیا جو بقول آپ کے ہزاروں انسانہائے عشق اپنی آغوش میں لیے ہوئے ہے اور بار بابتان شوخ و طناز" سے تبادلۂ نگاہ بھی ہوا لیکن دل کی یہ کیفیت ہے جیسے "برف کی قاش" جامد، بارد ــ اس سے قبل بھی کئی بار یہ دورہ میرے اوپر پڑا لیکن ایسا سخت و شدید نہیں کہ رات دن سوائے نمازیں پڑھنے کے اور کسی کام کا نہ رہوں، تمھیں بتاؤ کیا کروں؟

کل شام کو حکیم حافظ ــــ صاحب تشریف لائے، کہنے لگے، اجمیر چلو! خواجہ کے دربار میں حاضری دو یہ گرہ کھل جائے گی، بے اختیار ہنسی آگئی پندرہ دن کے بعد یہ پہلی گدگدی تھی جو دل میں پیدا ہوئی، وہ تو خیر تیمم خانہ کا چندہ لے کر چل دیے لیکن ایک مستقل خلش دل میں چھوڑ گئے کہ یوں نہ اس کا تجربہ کیجیے، غور کیجیے کہ کہاں میں اور کہاں یہ خیال ــــ خیر خدا خدا کر کے صبح تک اس سے نجات ملی تھی کہ آپ کا خط ملا اور وحشت دوچند ہوگئی ــــ اگر اتنی باتیں کر کے دل ہلکا نہ کر لیتا تو خدا جانے اور کس خبط میں مبتلا ہو جاتا بمبئی سے بھی نیاز صاحب کا خط آیا ہے، بلا رہے ہیں، ارادہ ہے چلا جاؤں اور وہاں بھی چند دن "سر چھوڑ کے تقدیر کو رو آؤں"

۴۶

رشکِ دشمن بہانہ تھا، سچ ہے
میں نے ہی تم سے بے وفائی کی

آپ نے بھی کس کا ذکر چھیڑ دیا ـــــ میں تو اسوقت تک اس لیے خاموش تھا کہ دُنیا کا ذوق اتنا بلند ہی نہیں ہوا کہ وہ مومن کو سمجھ سکے ـــــ ایسے ایسے خدا جانے کتنے جواہر پارے اس کے کلام میں پائے جاتے ہیں، خلاصہ یہ کہ مومن کنایہ و طنزیات کا بادشاہ تھا اور اس وقت تک دنیائے شاعری اس کا جواب پیدا نہیں کر سکی ـــــ ایک اسی شعر کو لیجیے جو آپ نے لکھا ہے خدا جانے کتنے ٹکڑے ملانے کے بعد یہ داستان پوری ہو سکتی ہے ـــــ پھر لطف یہ ہے کہ تمام ٹکڑے خود شعر ہی سے پیدا ہو رہے ہیں ـــــ پہلے یہ متعین کیجیے کہ ـــــ "رشکِ دشمن بہانہ تھا" کس نے کہا ہے؟ ـــــ ظاہر ہے کہ یہ فقرہ محبوب نے کہا ہوگا اور مومن سے کہا ہوگا ـــــ اس لیے یہ بات کھل گئی کہ مومن نے اپنی عدم حاضری کا سبب کبھی یہ بتایا ہوگا ـــــ "کہ میرے آنے سے دشمن کو رشک پیدا ہوتا ہے اور یہ غالباً آپ کو گوارا نہ ہوگا" ـــــ محبوب نے یہ سن کر کہا ہوگا کہ "کیوں رشکِ دشمن کا بہانہ کرتے ہو، یہ کیوں نہیں کہتے کہ محبت اب نبھ نہیں سکتی" ـــــ اس کا جواب

مومن نے اپنے اسی طنزیہ انداز میں یوں دیا کہ :-

رشکِ دشمن بہانہ تھا، سچ ہے
میں نے ہی تم سے بے وفائی کی

یعنی اگر تم یہ کہتے ہو تو یہی سہی ——— مدعا یہ کہ تمہارا الزام بالکل غلط ہے اور مجھ سے بے وفائی کی شکایت کوئی معنی نہیں رکھتی،

اگر آپ نے کوئی اور مفہوم پیدا کیا ہے تو اس سے مطلع کیجیے

آپ اس رنگ کے اور شعر چاہتے ہیں، مومن کا دیوان بھرا پڑا ہے چند ملاحظہ ہوں:-

بے جرم پائمال عدو کو کیا کیا ——— مجھ کو خیال بھی تری سر کی قسم نہیں

دھیان ہے غیر کے تجمّل کا ——— ہوش دیکھا ترے تغافل کا

کس دن تھی اس کے دل میں محبت جو اب نہیں ——— سچ ہے کہ تو عدو سے خفا بے سبب ہوا

کیا گلے ہوتے جو اوروں پہ بھی رحم آجاتا ——— شکر صد شکر کہ میرا سا ترا دل نہ ہوا

عدو اس اوج پر شاکی ہی غصہ شاید آجائے ——— ملا دے خاک میں یہ بھی تو شکر آسماں کیجیے

خود بینی و بیخودی میں ہے فرق ——— میں تم سے زیادہ کم نما ہوں

یاد رکھیے کہ دیوان غالب کی شرحیں لکھ لی جائیں گی، ذوق و سودا کے قصائد حل کر لیے جائیں گے، لیکن مومن کو چھونے کی ہمت کسی میں نہیں ——— دیکھیے

اگر کبھی فرصت ہوئی تو میں ہی اس خدمت کو انجام دوں گا، سچ ہے:-

کون ہوتا ہے حریفِ مئے مردافگنِ عشق

اگر آپ آمادہ ہو جائیں تو کیا کہنا

۴۷

کل ہانسی کے ایک خط سے مرزا جی کے حالات معلوم ہوئے، دل تڑپ کر رہ گیا مجھ پر جتنے احسانات اُن کے ہیں وہ صرف میں جانتا ہوں — وہ پریشان ہوں اور میں اُن تک پہونچ نہ سکوں! قیامت ہے

خدا کے لیے سب سے پہلی فرصت میں ہانسی پہونچو اور خود تمام حالات معلوم کر کے مجھے اطلاع دو، مرزا جی سے مطلقاً اس کا ذکر نہ آئے کہ تم میرے اشارے سے گئے ہو یا یہ کہ مجھے کسی اور ذریعے سے انکے حالات معلوم ہو چکے ہیں ظاہر ہے کہ مجھ سا شکستہ ناخن شخص کسی کی کیا مدد کر سکتا ہے لیکن جان دینا تو اختیار میں ہے، گو اسکے بعد بھی ان کے احسانات سے سبکدوش ہونا ممکن نہیں

۴۸

جان عالم پیارا، اپنے بعد کوئی اولاد چھوڑ گئے ہوں یا نہ چھوڑ گئے ہوں لیکن نہیں اپنا جانشین ضرور بنا گئے ہیں — ماشاء اللہ کیا کہنا، وہی تیور

وہی رنگ رلیاں، وہی آن بان، کیوں نہ ہو جوانی ہے، حسن ہے، باپ کی کمائی ہوئی مفت کی دولت ہاتھ آئی ہے ـــــ تم نہ ایسا کروگے تو کیا واجد علیشاہ کی سنت ادا کرنے کے لیے کوئی فرشتہ آسمان سے آئے گا،

میاں ہوش میں آؤ، عقل کے ناخن لو، آدمی کے گھر میں پیدا ہوئے ہو تو آدمی کی طرح رہو بھی ـــــ چار دن کے بعد جب سورج ڈھلنے لگے گا تو تمہارے تمام دوست احباب جو اس وقت جان چھڑکنے کے لیے تیار ہیں بات کرنے کے بھی روادار نہ ہوں گے اس وقت تمہیں ہوش آئے گا لیکن بیکار ـــــ مجھے آپ کی دولت کا حال معلوم ہے ـــــ نقد زیادہ سے زیادہ دس ہزار اور جائداد کم و بیش چالیس ہزار کی ـــــ یہ بھی کوئی اتنی بڑی چیز ہے جس پر انسان اپنے حواس کھو بیٹھے شریفوں کی طرح چلو، اور اپنی بڑھیا ماں کا دل نہ کھاؤ، تمہیں شرم نہیں آتی کہ جس دیوان خانے کے اندر تمہارے باپ کے زمانے میں کسی وقت صرف علماء و فضلاء کا مجمع نظر آتا تھا، آج وہ صرف گالی گلوج اور مسخرے پن کیلیے وقف ہے برا تو ضرور معلوم ہو گا لیکن ہو، جب تک تمہاری والدہ زندہ ہیں مجھے سب کچھ کہنے کا حق حاصل ہے اور کہے جاؤں گا، زیادہ سے زیادہ تم یہی کر سکتے ہو کہ مجھے اپنے مکان پر نہ آنے دوگے مگر اس سے تو مجھے باز نہیں رکھ سکتے کہ تمہاری والدہ کو ہمیشہ

کے لیے اپنے پاس بلالوں اور ان کو اس تکلیف سے نجات دوں،

۴۹

نہ آپ کا تقاضہ نہ مجھے ضرورت، لیکن "جذبۂ بے اختیار شوق" کا کیا علاج کہ

کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے می کنم۔

ہر مہینے میں دو تین دن مجھ پر ایسے بھی گزر جاتے ہیں جب بالکل "معطل" ہو جانے کو جی چاہتا ہے اور اس تعطل میں خواہ مخواہ چھیڑنے یا چھیڑے جانے کیلیے بے قرار ہوتا ہوں ـــــ اچھا تو سُنیے۔

(۱) یہ آپ نے میرے پچھلے خط کا جواب فوراً کیوں دیا، اور کیوں مجھے کوئی موقع شکایت کا نہ دیا؟ مدعا یہ کہ آپ "اخلاق مراسلت" میں بھی اپنا تفوق مجھ پر ظاہر کرنا چاہتے ہیں! ـــــ بہتر ہے، سمجھوں گا،

(۲) بغیر پوچھے ہوئے آپ نے خربزے کیوں بھیجدیے؟ غالباً مجھے جلانے کیلیے کہ آپ کو تو روز میسر آتے ہیں اور مجھے کبھی نہیں، خیر دیکھا جائیگا،

(۳) عبدالرزاق سے آپنے کیوں کہا کہ آپ آئندہ اتوار کو مجھسے ملنے ضرور آئینگے کیا آپ نہ آئیں گے تو میرا دم نکل جائے گا؟ آئے بڑے وہاں سے احسان کرنے والے،

(۴) آپنے بیدل کا نسخہ کیوں واپس کر دیا؟ اپنے نزدیک آپنے گویا بڑا زبردست ثبوت
"رعایتِ شوق" کا دیا ہے لیکن میں اسے مکر و فریب کہتا ہوں،

پھر اگر ان میں سے کوئی ایک الزام بھی غلط ہو تو آؤ میرے سامنے اور
کرو اس کی تردید، اگر بڑے مرد ہو،

۵۰

او میاں تجمل حسین خاں[1]!

میں پوچھتا ہوں کہ کیا "عیش" تمہارے ہی لیے بنا ہے اور کسی کیلیے نہیں

کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

ارے ظالم! — یہ ساون کی کالی کالی گھٹائیں اور یہ "تنہا نوشیاں"!

تم سے تو نہیں لیکن اس خدا سے فریاد ہے جس نے نہ تمہیں باندازۂ توفیق ہمت دی اور
نہ مجھے باندازۂ ہمت توفیق — نہیں آسکتے تو مجھ ہی کو بلاؤ رند ہوں لیکن "بلانوش"
تو نہیں، حسن پرست ہوں مگر "چشم بدبیں" تو نہیں رکھتا — دور سے اگر تمہاری
رنگ رلیاں دیکھ لوں گا تو کیا تمہارا کچھ بگڑ جائے گا — اچھا! ابھی نہ بلاؤ!! —

اے جفا ہائے تو خوشتر ز وفائے دگراں

---

[1] اشارہ ہے غالب کے اس مصرع کی طرف "بنا ہے عیش تجمل حسین خاں کے لیے"

۵۱

نواب حامد علی خاں کو نیا نیا ذوق شعر پیدا ہوا ہے، رات دن سوائے شاعری کے کوئی اور چرچا نہیں، دربار شعرا سے بھرا ہوا ہے اور اٹھتے بیٹھتے بجز شعر و مشاعرے کے کوئی ذکر نہیں،

نواب، بے نظیر کی بارہ دری میں مسند پر رونق افروز ہیں اور آئندہ مشاعرے کے لیے مصرع طرح تجویز ہو رہا ہے دفعۃً پہلو بدلکر ارشاد ہوتا ہے:۔

"مجھی میری رائے یہ ہے کہ داغ کا یہ مصرع ہونا چاہیے۔

وہ منتوں سے کہے چپ رہو خدا کیلیے"

ہر طرف سے "احسنت و آفریں" کی صدا بلند ہوتی ہے اور نواب صاحب ایک ایک شاعر سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ:۔

"دیکھیے آپ دفا کے قافیے پر زور ردیجیے گا، آپ حنا کو نہ چھوڑیے گا، اور ہاں رسا صاحب آپ حیا کے قافیے پر پورا زور طبع صرف کر دیجیے گا وغیرہ وغیرہ"

اتفاق سے اسی مجمع میں ایک غریب شاعر ایسے بھی تھے جن سے نواب نے مخاطب ہو کر کسی قافیے کی فرمایش نہیں کی، جب تقسیم توانی ختم ہو گئی تو انھوں نے حد درجہ بیکسی کا اظہار کرتے ہوئے رسا نے کو سکوڑ کر آپ ہی آپ مایوسانہ لہجہ میں کہا کہ

ہم سے کسی نے بھی نہیں کہا کہ فلاں قافیے میں طبع آزمائی کرنا''

بالکل یہی حال میرا تمہارے دربار میں ہے کہ ساری دنیا کو دعوتِ تحسین آمادہ ئی دی جائے لیکن نہ پوچھا جائے تو ایک غریب نیاز کو۔۔ہاں ہاں کہدو کہ غلطی ہوئی میں معاف نہ کروں گا تو کروں گا کیا، لیکن یہ یاد رہے کہ خدا ایسے" وفادشمن" کو مشکل ہی سے معاف کرتا ہے

۵۴

کل ایک دوست تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ غالب کے اس شعر کا کیا مطلب ہے؟

نویدِ امن ہی بیداد دوست جاں کیلیے　　رہا نہ طرزِ ستم کوئی آسماں کیلیے

میں شعر پڑھتے ہی سمجھ گیا کہ یہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں کیونکہ انہوں نے "بیداد دوست" کو صفت و موصوف سمجھ کر بغیر اظہار کسرہ کے پڑھا تھا،

میں نے عرض کیا کہ اس میں کیا اشکال جناب کو معلوم ہوا؟ فرمایا "جب جان کی صفت "بیداد دوست" قرار دی تو پھر نویدِ امن کیسا"؟

میں نے کہا کہ "پہلے مصرع میں بیداد کی (دال) کو زیر دے کر پڑھیے ممکن ہے یہ مشکل حل ہو جائے" بولے "آپ ہی بتائیے اس صورت میں کیا مفہوم پیدا ہوگا"؟

میں نے کہا کہ بیدادِ دوست (یعنی دوست کا ظلم) فاعل واقع ہوا ہے ہے ، کا ، اور شاعر یہ کہنا چاہتا ہے کہ دوست کا ظلم یقیناً ہماری جان کیلیے نویدِ امن ہے کیونکہ اب آسمان کیلیے کوئی طرزِ ستم رہنے ہی نہیں دیا کہ وہ ہم پر صرف کرے ، کچھ دیر تامل فرما کر بولے کہ "نویدِ امن یوں بھی ٹھیک نہیں کیونکہ اس طرح آسمان نہ سہی دوست تو برابر ظلم کرتا رہے گا ——— میں نے کہا کہ کرنے دیجیے اس میں کیا حرج ہے؟ شکایت تو فی الاصل جورِ آسمان کی ہوا کرتی ہے جو مقاصد عاشق میں حارج ہوا کرتا ہے نہ کہ جورِ محبوب کی جو عین تمنا ہے" بولے "اگر ترکیب صفت و موصوف کی قائم رکھ کر "بیداد دوست" بغیر اظہار کسرہ کے پڑھا جائے تو کیا حرج ہے؟" ——— میں نے کہا حرج تو کوئی نہیں لیکن شعر مہمل ہو جائے گا" ——— مگر ان کا اصرار برابر جاری رہا اور آخر کار عاجز آ کر میں نے کہہ دیا کہ "جناب! میری سمجھ میں جو کچھ آیا عرض کر دیا لیکن اگر آپ کے نزدیک "بیداد دوست" "خدا دوست" کے رشتہ داروں میں سے کوئی ہے تو مجھے اسکا حال نہیں معلوم کسی اور سے دریافت فرمائیے"

یہ سن کر وہ نہایت چیں بجبیں ہوئے اور منہ پھلا کر چلے گئے ، مجھے معلوم ہے کہ وہ ضرور آپ کو میری شکایت لکھیں گے ، اس لیے اصل واقعہ میں نے آپ پر ظاہر کر دیا کہ مبادا ہمی کوئی بدگمانی پیدا ہو ،

۵۳

نواب صاحب قبلہ!

میں نے سنا ہے (یہ نہ بتاؤں گا کس سے سنا ہے) کہ آپ ماہ آیندہ سفر حج کا عزم رکھتے ہیں، اور بر سبیل تذکرہ آپ نے یہ خیال بھی ظاہر کیا تھا کہ کیا نیاز کا ساتھ ہو جانا ممکن نہیں ۔۔۔ معلوم نہیں حاضرین مجلس نے اس کا کیا جواب آپ کو دیا لیکن اس کا یقین ہے کہ بعض چپ ہو گئے ہوں گے بعض آپس میں اشارے بازی کر کے مسکرا پڑے ہوں گے، اور ممکن ہے بعض نے صاف صاف یہ بھی کہہ دیا ہو کہ "آپ بھی کس کافر و مشرک کا ذکر کرتے ہیں"

سو میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ نفس حج کا خیال اور وہ بھی کسی کی معیت میں کسی کے طفیل میں قیامت تک کبھی میرے دل میں پیدا نہیں ہو سکتا رہا سوال سیر و سیاحت کا سو ایک عازم حج کے ساتھ اسکا بھی کوئی لطف نہیں کیونکہ ان دونوں میں "سنگ اسود" و "سنگ رخام" کا سا فرق ہے، آپ چلیں گے آنکھوں پر پٹی باندھ کر اور یہاں عالم ہوگا "نظارہ ز جنبیدن مژگاں گلہ دارد" کا آپ کے ہاتھ میں ہر وقت تسبیح و حمائل ہو گی اور یہاں جام و مینا، پھر آپ ہی بتائیے کہ اگر کسی صورت کو دیکھ کر بے اختیار میری زبان سے سبحان اللہ نکل گیا

اور ٹھیک اسی وقت آپ تسبیح پڑھنے لگے استغفراللہ کی تو میں کیا کرونگا سوائے اسکے کہ سمندر میں کود پڑوں — غرض یہ کہ آپ کے ساتھ چلنے کی کوئی صورت ممکن نہیں ہاں اگر آپ یہ وعدہ کریں کہ بمبئی میں جہاز کے عرشہ پر مجھے گم کر کے پھر اسوقت تک میری جستجو نہ کریں گے جب تک آپ پھر بمبئی واپس نہ آجائیں، تو بیشک میں تیار ہو سکتا ہوں — مگر پوچھیے کہ یہ معیت ہی کب ہوئی؟

اچھا تو آپ جائیے اور مولوی قدیر کو لیتے جائیے جو سب سے زیادہ لمبی داڑھی رکھنے کے اعتبار سے سب سے زیادہ مستحق حج و زکوٰۃ کے ہیں میرے لیے آپ جا رجیا کی کوئی حسین کنیز لیتے آئیے گا اور یہ ممکن نہ ہو تو خیر اسکی تصویر ہی سہی لیکن خاک شفا اور زمزم کے پانی سے اسے علیحدہ ہی رکھیے گا ورنہ ممکن ہے خراب ہو جائے،

———— ۵۴ ————

مرزا جی[1] — آپ کا خط پڑھ کر سخت تکلیف ہوئی — میں خدا کو بھول سکتا ہوں قرآن و حدیث کو بھول سکتا ہوں، بیوی بچوں کو بھول سکتا ہوں لیکن آپ کو بھلا دینا میرے امکان میں نہیں، اگر میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں اور اس کا ریشہ ریشہ علیحدہ کر دیا جائے تو بھی اُس سے "یاغفار" ہی کی آواز نکلے گی آپنے مجھپر احسان نہیں کیے ہیں

---

[1] مکتوب الیہ کا نام مرزا عبدالغفار بیگ ہے۔

مسیحائی کی ہے، بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ وہ کچھ کیا ہے جو خدا نے بھی نہ کیا تھا، پھر آپ ہی بتائیے کہ یہ احساس کسی طرح محو ہو سکتا ہے؟

یقیناً یہ خطا مجھ سے ضرور ہوئی کہ آپ نے یاد کیا اور میں نہ آسکا لیکن کیا عرض کروں کہ یہ جرم کن مجبوریوں کی بنا پر سرزد ہوا ہے۔ پھر بھی منہ پیٹتا ہوں اور معافی چاہتا ہوں ــــ اگر میں نہ آسکا تھا تو مجھے عدم حاضری کے اسباب تو ظاہر کر دینا ہی چاہیے تھے، خدا کے لیے لکھ بھیجیے کہ آپ نے معاف کر دیا ورنہ خواب و خور مجھ پر حرام ہو جائے گا

ــــــــــ ۵۵ ــــــــــ

جو حالات آپ نے لکھے ہیں اُن سے کھلا ہوا "اختناق الرحم" ظاہر ہو رہا ہے یوں آپ کی مرضی ہے کہ خواہ مخواہ دعا و تعویذ میں اپنا وقت اور بیوی کی صحت غارت کرتے رہیں لیکن اگر خود انہیں کا اصرار ہے تو کوئی حرج نہیں ۔ کیونکہ اس طرح خود اُن کی قوتِ ارادی کام کرے گی اور ممکن ہے اس سے فائدہ ہو جائے

ایک واقعہ خود میرے ذاتی تجربہ کا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب میں اجیگڑھ میں تھا دوپہر کو ایک آدمی "عظیمن" کا رقعہ لیے ہوئے آیا کہ تجاری کا تعویذ لکھ دیجیے میں حیران کہ یہ کیا قصہ ہے، جواب دے دیا کہ میں اس پیشے کا آدمی نہیں ہوں اُکسنے آپسے کہہ دیا

اُدھر سے اصرار ہوا اور اِدھر سے انکار لیکن مجھے اعترافِ شکست کرنا پڑا اور مجبوراً ایک تعویذ لکھ کر دے دیا کہ بازو پر باندھ لیا جائے تعویذ کا بازو پر باندھنا تھا کہ بخار کافور ہو گیا اور تین مہینے کی تجارتی دفعتہً غائب ہو گئی ـــ اب کیا پوچھتے ہیں آپ کیا ہنگامہ بپا ہوا، جشن و مسرت کا ایک سیلاب تھا جو اجے گڑھ کے ایک ایک ذرہ سے اُمنڈا پڑتا تھا، مہاراج (سر رنجور سنگھ کا زمانہ تھا) تک خبر پہنچی مجھے یاد فرمایا اور کہا کہ یہ کیا جادو تم نے کر دیا؟ عظیمن بھی محجوب و سرنگوں انداز میں بیٹھی ہوئی مسکرا رہی تھیں، میں نے عرض کیا کہ مہاراج وہ تعویذ ہی ایسا تھا ـــ بولے ـــ "مجھے بھی بتاؤ" ـــ میں نے کہا ـــ "آپ کو تو نہیں لیکن عظیمن اگر چاہیں تو بیشک بتا سکتا ہوں" ـــ مہاراج نے ہنس کر عظیمن سے کہا کہ "کیوں کیا ارادہ ہے؟" بولیں "ضرور" ـــ میں نے کہا کہ "تعویذ اپنے بازو سے کھول کر دیکھیے اور جو میں نے لکھا ہے وہ آپ بھی لکھ کر دے دیا کیجیے لیکن میں اسکا ذمہ دار نہیں اگر آپ کو پھر بخار آنے لگے"۔

بولیں ـــ "جی ہاں! میں یہ ساری چالیں سمجھتی ہوں، مدعا یہ کہ میں اُسے کھول کر نہ دیکھوں اور یہ عمل مجھے نہ معلوم ہو سکے"

میں اُٹھا اور اُن کے بازو سے تعویذ علیحدہ کر کے اس کی تہیں کھولیں

اور سامنے رکھ دیا، اس میں صرف یہ مصرعہ لکھا ہوا تھا ۔

نام سے تعویذ کے باندھے گئے بازوئے دوست

اب آپ کیا پوچھتے ہیں کہ کس قدر قہقہہ پڑا ،

بہرحال اس نقطۂ نظر سے تعویذ گنڈے میں کوئی حرج نہیں کہ مریض کی طبیعت کو بربنائے اعتقاد مرض کے دفع کرنے میں مدد ملتی ہے لیکن اس کو اصل چارۂ کار سمجھ کر دوسری تدابیر سے غافل ہو جانا مناسب نہیں ،

میرے تجربے میں "لونی کھنی" کا علاج بالماء اس مرض میں بہت مفید ثابت ہوا ہے ، بہ شرط آں کہ کوئی شخص پوری پابندی کر سکے ،

— ۵۶ —

عزیز گرامی !

مبارک ہو کہ آپ کی بدولت زندگی میں آج بالکل پہلی مرتبہ جھوٹ بولنے کی "سعادت" مجھے بھی حاصل ہو گئی ، آپ کا پیام جو حرف بحرف غلط تھا اُنکو حرف بحرف سنا دیا اور یہ کہہ کر کہ جو کچھ لکھا ہے سب صحیح ہے ۔ اِس سے زیادہ ایثار آپ اور کیا چاہتے ہیں ؟ لیکن ایک بات پوچھتا ہوں اگر بُرا نہ مانیے اور وہ یہ کہ اِس مکر و فریب پر آخر کب تک زندگی بسر ہو گی ؟ ایک نہ ایک دن وہ ساعت آئیگی جب جھوٹ میں بھی

آپ کے لیے کوئی لذت باقی نہ رہے گی اور آپ خود اپنے ہاتھوں سے یہ نقاب نوچ کر پھینک دیں گے — پھر خدا کیلیے بتائیے کہ مجھے آپ کیوں درمیان میں ڈالتے ہیں، میری مٹی کیوں پلید کرتے ہیں — یونہی میں کونسا بڑا عقلمند ہوں کہ اس تازہ حماقت میں مبتلا ہو کر خواہ مخواہ بدنام ہوں،

میرا عقیدہ تو یہی ہے کہ "صداقت" خواہ کتنی ہی نقصان رساں ہو بجائے خود ایک لذت ہے لیکن آپ کہتے ہیں کہ نہیں "جھوٹ" بھی ایسا ہی ہے — اچھا، تو ہوگا اس میں جھگڑا کیا ہے لیکن خدا کے لیے آئندہ مجھے اس لذت سے "سرفراز" نہ فرمائیے — ڈر رہا ہوں کہ اگر کسی وقت ان پر یہ جھوٹ کھل گیا اور ایک نہ ایک دن یقیناً کھل کر رہیگا تو میرے متعلق وہ کیا خیال کرینگے — میں آپ کا دوست سہی لیکن اپنے ساتھ دشمنی کیوں کروں — دیر سے یہ خیال دماغ میں چکر کھا رہا ہے، اور خدا جانے کتنی بار ارادہ کر چکا ہوں کہ جاکر سارا حال صاف صاف کہہ دوں لیکن پھر رک جاتا ہوں کہ مبادا آپکو کوئی نقصان پہنچ جائے — بہرحال اب توجہ ہونا تھا ہو گیا لیکن آئندہ کیلیے اس خدمت سے مجھے معاف رکھیے — اگر آپکا اور انکا معاملہ ہمیشہ سے ایسا ہی چلا آیا ہے تو آپ ہی تنہا یہ ثواب حاصل کیجیے، اور مجھے جہنم میں جانے کے لیے تنہا چھوڑ دیجیے، بڑا احسان ہوگا،

۵۷

ظالم خدا سمجھے!

جی چاہتا ہے کپڑے پھاڑ کر کسی طرف کو نکل جاؤں اور جتنی گالیاں دُنیا میں وضع ہوئی ہیں وہ سب تم پر صرف کر دوں — غضب خدا کا تم یہاں آؤ دو دن تک قیام کرو اور مجھے خبر تک نہ ہو — تمہارے پاؤں میں مہندی لگی تھی تو آدمی کو بھیج دیا ہوتا، کارڈ لکھ دیا ہوتا اور کچھ نہیں تو اپنے میزبان ہی سے کہہ دیا ہوتا وہ مجھے بلا لیتے ——— یہ آخر کیا انداز تھا؟ کس نوع کی سفاکی تھی، بے رحمی کی کون سی قسم تھی، ناآشنائی و بے مروتی کی کون سی ادا تھی؟ میں بھی تو سنوں! مگر تم کیا کہو گے اور میں کیا سنوں گا، تمہاری فطرت کو جانتا ہوں تو پوچھوں، تم اپنے آپ کو نہ جانتے ہو تو کہو — بہتر ہے!! اس سے بھی زیادہ ظلم اگر کوئی مد نظر ہے تو اسے بھی آزما دیکھیے، کشتۂ دشمن تو سبھی ہوتے ہیں، میں کشتۂ دوست ہی سہی!

۵۸

جی ہاں!

آگرہ سے واپس آ گیا اور اس عالم میں کہ دل و دماغ دونوں بیکار رہیں

اسی باغ میں ان کا قیام ہے جہاں آپ آخری مرتبہ دیکھ گئے تھے، محبت کا آزار یقیناً سب کے ساتھ وہی سلوک کرتا ہوگا جو اُن کے ساتھ ہو رہا ہے لیکن میں تو یہ سوچتا ہوں کہ دنیا میں کیا ان سے زیادہ کوئی اور زندہ رہنے کا اہل تھا جسکو اُن کی زندگی چھین کر دی جا رہی ہے ـــــ میں نے بڑی بڑی حساس عورتیں دیکھی ہیں لیکن معاذ اللہ! یہاں تو عالم ہی کچھ اور ہے، زندگی میں بالکل پہلی مرتبہ میں نے دیکھا کہ شمع کا پگھلنا کسے کہتے ہیں۔ باور کیجیے ہر وقت ڈرتا رہتا تھا کہ معلوم نہیں کس وقت یہ منظر میرے قلب کی حرکت کو بند کر دے۔۔۔۔۔

۔۔۔ یہ تو طے ہے کہ انہیں مر جانا ہے لیکن اس ظالم کو کیونکر اس کا یقین دلایا جائے جس نے اس حال تک غریب کو پہنچا دیا ہے، سامنے آجائیں تو یہ معلوم ہو کہ ان سے زیادہ "غمزدۂ محبت" دنیا میں کوئی پیدا ہی نہیں ہوا ورنہ بیٹھے بیٹھے وہی "بزم آرائیاں" ہیں اور وہی "ناوک اندازیاں"! خیر، اس ذکر کو چھوڑیے دل پر چوٹ لگتی ہے، یہ بتائیے کہ تبدیل آب و ہوا اور علاج کے لیے اگر انہیں دہلی لایا جائے تو آپ کچھ مدد کر سکتے ہیں یا نہیں؟ وہ مکان تو اب تک میرے قبضے میں ہے جسمیں رہا کرتا تھا، لیکن تنہا مکان سے کیا ہوتا ہے؟ علی الخصوص اس وقت

۶۹

کیا خط؟

صدیقی العزیز!

مکتوب گرامی ملا لیکن شکریہ اس لیے ادا نہیں کرتا کہ اس میں نہ میرے کام کی بات تھی نہ آپ کے ــــ جس حد تک وہاں کی فضا کا تعلق ہے آپ کی غزل میں کسی ایک حرف کے اضافے کی بھی ضرورت نہیں، لیکن یوں وہ غزل کیا نظم بھی نہیں ہے، نثر بھی نہیں ہے ــــ یاد رکھیے جب تک آپ تقلید و اتباع ترک کر کے خود اپنے اندر کوئی کیفیت شعر کہنے کی نہ پیدا کریں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے؛

آپ نے امیر و داغ کی بحث چھیڑ کر اور طبیعت کو مکدر کر دیا جس حد تک مرأۃ الغیب کا تعلق ہے امیر و داغ کے موازنہ کا کوئی سوال پیدا ہی نہیں ہوتا کیونکہ دونوں میں شمال و جنوب کی نسبت ہے لیکن صنمخانۂ عشق لکھ کر خواہ مخواہ انہوں نے ایک عذاب مول لے لیا، اپنے لیے بھی کہ ان کے شایانِ شان نہ تھا اور دوسروں کے لیے بھی کہ ان کو داغ کی سطح پر لا کر گفتگو کرنا پڑتی ہے،

امیر شاعر تھے اس میں کلام نہیں لیکن آپکو معلوم نہیں شاعر دو قسم کے ہوتے ہیں ــــ وہبی و اکتسابی، نہیں بلکہ میں نے ایک علحدہ تقسیم اور کی ہے مطلق شاعر اور شاعر بالقوۃ یعنی ایک تو وہ جو سوائے شعر کہنے کے اور کسی کام کا نہیں؛

شعر نہ کہے گا تو کرے گا کیا اور دوسرا وہ جو دوسری تمام انسانی اہلیتوں کے ساتھ شعر گوئی کی بھی اہلیت رکھتا ہے ــــ سو ظاہر ہے کہ جہاں تک محض شعر کا تعلق ہے امیر کو داغ سے کوئی نسبت نہیں، داغ صرف شاعر تھا اور کچھ نہیں، امیر سب کچھ تھے اور شاعر بھی ــــ داغ کا سرمایۂ ہستی صرف اسکی شاعری تھی اور امیر کیلیئے یہ امر باعث فخر و ناز نہ تھا ــ داغ نے تمام عمر اسی ماحول میں بسر کردی جو گوشت پوست سے متعلق ہونے والی شاعری کے لیے ضروری ہے اور غریب امیر کو نماز پنجگانہ اور تہجد گزاری سے کہاں فرصت تھی کہ وہ اس طرف توجہ کرتے،

ہر چند مرأۃ الغیب (ان کے دیوان اول) کی شاعری بھی صرف امیر کی سی شاعری ہے جس میں جذبات وغیرہ سے بہت کم سروکار ہے لیکن خیر ایک مخصوص رنگ اس زمانے کا ہے جو اگر اچھا نہیں تو برا بھی نہیں ہے، لیکن صنمخانۂ عشق لکھکر تو انہوں نے کمال ہی کر دیا۔ غضب خدا کا امیر ایسا شخص اور عامیانہ جذبات نگاری میں اس سطح تک اُتر آئے کہ

رخسار نازک ہوں تو ہوں آج ایک نہ مانوں گا میں
دو بوسے لوں گا جانِ من ایک اِس طرف ایک اُس طرف

۱۔ داغ سے تو ہم اس سے زیادہ بھی سن سکتے ہیں

مٹی کی بھی ملے تو روا ہے شباب میں

لیکن امیر ایسے سنجیدہ و متقی شخص کی طرف سے ہم وہ بھی گوارا نہیں کر سکتے

البتہ ایک بات میری سمجھ میں اب تک نہیں آئی کہ وہی امیر جو مرأۃ الغیب میں یکسر بے آب و رنگ نظر آتے ہیں اور صنم خانۂ عشق میں شرمناک حد تک عریاں، جوہر انتخاب اور گوہر انتخاب میں (جو صنم خانہ کے ضمیمے ہیں) کیونکر دفعتہً لکھنؤ چھوڑ کر دہلی کی فضا میں پہونچ گئے۔ لکھتے ہیں

کچھ آج نہیں رنگ یہ افسردہ دلی کا مدت سے یہی حال ہے یارو مرے جی کا

کھاتے ہو قسم نہیں ہیں عاشق صورت تو امیر اپنی دیکھو

تم دکھاتے تو ہو امیر کا دل اور جو وہ کوئی آہ کر بیٹھے

اک کنارے پڑا ہوا ہے امیر کچھ تمہارا غریب لیتا ہے

کوئی امیر ترا دردِ دل سنے کیونکر کہ ایک بات کہے اور دو گھڑی روئے

حیران ہوں کہ جس میں ایسے اشعار کہنے کی اہلیت ہو وہ اپنے نام سے مرأۃ الغیب اور صنم خانۂ عشق کی نسبت کو گوارا کرے!

بہرحال اگر آپ کو امیر کی تقلید ہی منظور ہے تو اس رنگ کو سامنے رکھیے کہ اصل تغزل یہی ہے

۶۰

اے جان کہو پھر اس ادا سے

میں آج نظام سے خفا ہوں

نظام رام پوری نے جس عالم میں یہ شعر کہا ہے اس کا حال تو معلوم نہیں لیکن تم نے جس انداز سے اپنی برہمی کا اظہار کیا ہے اس پر میں (اپنے جذبات کو دیکھتے ہوئے) زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتا تھا

کس قدر احمق ہو، میں نے لاکھ مرتبہ کہہ دیا کہ تم مجھ سے خفا نہ ہوا کرو کیونکہ تم جتنا غصہ کرتے ہو اتنا ہی مجھے پیار آتا ہے اور تمہیں اور زیادہ ستانے کو جی چاہتا ہے دیکھو غصے سے ایک مقصود یہ ہوتا ہے کہ اظہار بیزاری و نفرت کیا جائے اور دوسرا مقصود یہ ہوتا ہے کہ انتقام لیا جائے سو یہ دونوں حاصل نہیں، کیونکہ تمہاری ہر بیزاری میرے لیے ایک جدید "پیمان وفا" ہے اور انتقام کا تو خیر کوئی سوال ہی نہیں ہو سکتا، جب کہ معاملہ "شاہ و گدا" کا ہو

کتنے ناسمجھ ہو کہ محبوبیت کے لحاظ سے تو "جان عالم" کہلاؤ اور محبت کے اس ادنیٰ رمز کو نہ سمجھ سکو ___ اگر واقعی تم یہ چاہتے ہو کہ میرے ساتھ تمہارا تعلق کسی پر ظاہر نہ ہو تو تمہیں سمجھنا چاہیے کہ "عاشقی کا پردہ ہے بیگانگی" اور ___

منھ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیے

خیر ”شاعری برطرف“ اب آپ ذرا اپنی برہمی کی بھی حقیقت سمجھ لیجیے آپ کی ایک تحریر آتی ہے کہ میں ”فلاں وقت اسٹیشن سے گزروں گا“ ____ میں قصداً آپ سے نہیں ملتا صرف اس لیے کہ ادھر سے گزرنا اور گزر جانا کیا معنی ۔ آپ شکایت کرتے ہیں میں اس کا جواب دیتا ہوں کہ ”جی ہاں نہیں مل سکا، معاف فرمائیے“ ___ آپ چراغ پا ہو جاتے ہیں اور برہمی ظاہر کرنے کے لیے جتنے الفاظ آپ کو یاد ہیں سب ایک سانس میں سنا جاتے ہیں، میں ہنسکر ٹال جاتا ہوں لیکن آپ پھر بھی نہیں سمجھنا چاہتے ___ اور سمجھیے کیونکر معشوق ٹھیرے نا !

—— ٦١ ——

محترم !

نوازش نامہ ٹھیک اس وقت ملا جبکہ میں مایوس ہو کر خودکشی پر آمادہ ہو چلا تھا یقیناً یہ خودکشی ہے کہ آپ ایسے محسن و کرم فرما کی طرف سے کوئی برا خیال دل میں لاؤں ____ آپ کے اس التفات کا بیش از بیش شکریہ

عزیزی جنید کو بھیج رہا ہوں اور اس توقع کے ساتھ کہ آپ اُن کو اپنا چھوٹا بھائی سمجھ کر بہر اس رعایت و سختی سے کام لیں گے جو ”فضل میاں“ کے لیے

روا رکھی جاتی ہے، یہ آپ ہی کے ہیں اور ہمیشہ آپ کے رہیں گے میں اگر "بندۂ گریز پا" ہوں تو کیا ضرور ہے کہ مجھ سے متعلق ہونے والا ہر شخص ایسا ہی "ناشکر گزار" ثابت ہو، پاؤں میں زنجیر ڈالیے ہاتھوں میں ہتکڑی اور کشاں کشاں جہاں جی میں آئے لے جائیے، نہ مجھے کوئی عذر ہو سکتا ہے نہ انہیں، حالانکہ اس کی ضرورت آپ کو غالباً کبھی نہ ہو گی، کیونکہ انکی فطرت ہی انقیاد واطاعت ہے ـــــ رہ گیا اہلیت کا سوال، سو اس کو آپ مجھ سے بہتر سمجھ سکتے ہیں، میں تو صرف اس قدر جانتا ہوں کہ آپ چاہیں تو خزف ریزہ بھی الماس بن سکتا ہے اور وہ الماس جو آپ کے درخورِ نظر نہو خزف ریزہ سے بدتر ہے

ـــــــــــــ ۶۲ ـــــــــــــ

یہ تو نے کیا کہا ناصح! نہ جانا کوئے جاناں میں
ہمیں تو اس گلی کی ٹھوکریں کھانا مگر جانا

آئے بڑے وہاں سے چارہ ساز بن کے! کچھ عقل خراب ہو گئی ہے، حواس ٹھکانے نہیں ہیں، یا کچھ پی گئے ہو، آخر یہ قصہ کیا ہے جو بیٹھے بٹھائے ناصح شفیق بننے کا شوق چرّا اٹھا

تمہیں کچھ خبر بھی ہے کہ مجھے ان سے کیا تعلق؟ تو کیا تم چاہتے ہو کہ

۸۹

ناخن گوشت سے جدا ہو جائے، جسم سے روح علٰحدہ ہو جائے، میں مر جاؤں تباہ و برباد ہو جاؤں ـــــ آخر یہ تم میرے پیچھے کیوں پڑے ہو ـــ اپنے کام میں لگو دفتر میں بیٹھ کر مراسلت نگاری کیا کرو، تمہیں اُس دنیا کی کیا خبر جہاں آفتاب و ماہتاب بھی سر جھکا کر گزر جاتے ہیں ـ

مجھے معلوم ہے کہ تم اب بھی باز نہ آؤ گے اور اپنے آپ کو میرا بڑا خیر خواہ جتا کر لوگوں سے فریاد کرو گے لیکن مجھے کیا پرواہ ہے تمہاری اور تمہاری دنیا کی، میری دنیا سب سے علٰحدہ ہے جو میرے دل نے بنائی ہے اور جہاں میں خود حاکم و فرماں روا ہوں ـــــ بڑی ہمت ہو تو آجاؤ اور اُسے تاراج کر دو! اور اگر تم اس بات پر جلتے ہو کہ انھوں نے کیوں مجھے درخورِ التفات سمجھا سو یہ اُنکی مرضی، وہ جسے چاہتے ہیں اپنا بنا لیتے ہیں

تمہارا اجارہ ؟

۶۳

صدیقی ـــــ میں تعمیلِ ارشاد کی غرض سے کل شام کو وہاں گیا اور ان سے دیر تک گفتگو ہوتی رہی، انھوں نے ایک ایک کر کے اپنے تمام عذر میرے سامنے پیش کیے اور ایک ایک کر کے میں نے تمہاری طرف سے رد کر دیے

ہر چند ایک ہلکی سی کیفیت جو مغائرت کی پیدا ہو گئی ہے وہ دل کو صاف ہونے نہیں دیتی ـــــ مگر یہ ضرور کہوں گا کہ نہ اُن کی معقولیت میں کوئی شک ہو سکتا ہے نہ تمہاری نامعقولیت میں، وہ اس لیے کہ باوجود ان تمام شکایتوں کے تمہارا خیال وہ اسی طرح کرتے ہیں، اور یہ اس لیے کہ تم نے خود آ کر معاملہ کیوں نہ صاف کر لیا

بہرحال قائل تو ہو گئے ہیں وہ تاثیرِ عشق کے

موقع نکالنا سو یہ حکمت کی بات ہے

خواہ یہ حکمت تمہاری طرف سے ظاہر ہو یا اُن کی طرف سے

۶۴

کرم گسترا نیاز نوازا!

آپ نے جس خلوص کا اظہار کیا ہے اس کا اعتراف تو خیر کیا، البتہ عدمِ اہلیت اعتراف کا اظہار بیشک کر سکتا ہوں ـ آپ جس آئینے میں مجھے دیکھ رہے ہیں وہ خود آپ ہی کا "عکس بردار" ہے، میں وہاں کہاں؟ مجھے حاضری میں کیا تامل ہو سکتا ہے لیکن ڈرتا ہوں کہ مبادا قریب کا مطالعہ اس حسنِ ظن کو محو کر دے جو آپ کے لیے تو خیر کچھ نہیں مگر میرے لیے سرمایۂ افتخار رہے آپ نے جس مسئلہ پر قلم اٹھانے کی دعوت دی ہے وہ نہ صرف میرے مقاصد

بلکہ میرے احاطہ علم سے بھی باہر ہے اس لیے کیوں آپ مجھے رسوا کرہی سے گے،
اگر ناگوار نہ ہو تو عرض کردں کہ کیوں نہ حضور ہی دلیل راہ نہیں ۔ میں
یوں بھی ہمیشہ قیادت کی ذمہ داریوں پر اطاعت کی "سپردگیوں" کو ترجیح دیتا ہوں
چہ جائیکہ آپ کسی تحریک کے علمبردار ہوں کہ اس وقت تو جھکا ہوا سر بھی

"نیزۂ غازیان ست کہ ترنج آفتاب رابنوکِ سناں ربودہ"

یہ فقرہ ملا طہیری تفرشی کا ہے جو شاہ عباس صفوی کے باغ کے فوارہ کی تعریف میں
بے ساختہ اس کے قلم سے نکل گیا ہے،

کس بلا کا منشی تھا، کتابِ صرف سولہ صفحے کی ہے لیکن زورِ بیان
وبلندیٔ تخئیل کا وہ عالم ہے کہ اس کو پھیلانے پر آئیے تو ۱۶۰۰ صفحے بھی کم ہیں چونکہ
آپ کو فارسی سے خاص لگاؤ ہے اور مجھے بھی اپنی ابتدائی تعلیم کا زمانہ یاد آگیا ہے
اس لیے دو چار مثالیں نزاکتِ بیان کی اور سُن لیجیے ۔

فوارے کی دو خوبیاں قابل ذکر ہوا کرتی ہیں، ایک یہ کہ اُس کا پانی
بہت پھیل کر گرے اور دوسرے یہ کہ وہ بلند جائے، بلندی کی تعریف تو
آپ نے سُن لی کہ نیزۂ غازیان ست ....." اب پہلی صفت کو ملاحظہ کیجیے
کیا قیامت کی تشبیہ پیش کی ہے، لکھتا ہے:-

شیریں خیمہ نشین ست کہ گیسوئے گوہر کش شحۂ برتن بلوریں افشاندہ
و پرویز حباب ڈو دپا بچشم نمناک تماشا ایستادہ

ایک وجہ شبہ پر متعدد مشبہ بہ پیدا کرنا انشا پردازی کا کمال ہے

ارے کی ایک حالت کو دیکھ کر دو کیسی لطیف تشبیہیں پیدا کی ہیں یعنی فوارہ نہیں ہے
لہ شیریں خیمہ کے اندر بیٹھی ہوئی جسم بلوریں پر اپنے گیسو بکھرائے ہوئے ہے جس کے
ل بال میں موتی پر دے ہوئے ہیں۔

پھر چونکہ شیریں کی رعایت سے پرویز کا وجود بھی ضروری تھا اسلیے
حباب" سے یہ خدمت لی گئی ــــ حباب کو "چشم نمناک" کہنے میں تو کوئی کمال نہ تھا
یکن "دور تماشا ایستادہ" کہہ کر ظالم ملا اپنی بالغ نظری کا پورا ثبوت دے گیا ــــ
پ نے دیکھا ہوگا کہ جب حوض کے پانی میں فوارے کا پانی آکر گرتا ہے تو حباب
کثرت سے پیدا ہوتے ہیں لیکن پانی کے ہلکورے سے وہ کنارہ جا کر لگجاتے ہیں
باغ کی تعریف میں دو فقرے کس قیامت کے لکھ گیا ہے۔

صبح نسیمے ست کہ از نسترن زارش برگشتہ
و شفق ہوائیست کہ بر لالہ ستانش گزشتہ

یعنی دنیا جس چیز کو صبح کے نام سے موسوم کرتی ہے وہ تو صرف نسیم کا ایک جھونکا ہے

جو باغ کے نسترن زار سے گزر گیا ہے اور لوگ جس چیز کو شفق کہتے ہیں وہ تو ایک موجِ ہوا ہے جو اسی باغ کے لالہ زار کو چھو کر چلی گئی ہے"۔۔۔۔۔ دنیا آج نئی نئی تشبیہات کی جستجو میں ہے حالانکہ فارسی کی قدیم تشبیہات میں اب بھی خدا جانے کتنی جدتیں پائی جاتی ہیں

اخیر میں چند شعر کی مثنوی بھی شامل کر دیجئے، یہ جوشِ بہار کا عالم ملاحظہ ہو

بہار است و می غلطد از جوشِ گل
ستارہ چو شبنم در آغوشِ گل

فرطِ نمو سے ایک ایک پھول اس وقت سر بلند ہے کہ اسکے دامن میں ستارے شبنم کے قطروں کی طرح پڑے جگمگا رہے ہیں

ہر چیز کا حد سے زیادہ مبالغہ ناگوار ہوتا ہے، لیکن یہاں حسنِ بیان نے اس کو بھی گوارا بنا دیا۔ خدا جانے کہاں سے کہاں پہونچ گیا، معاف فرمائیے۔۔ پرانی صحبتوں کا یہ لطیف احساس آپ کے سامنے پیش نہ کروں تو پھر دوسرا کون ہے؟

فارسی کلاسکس کو اب کون پوچھتا ہے۔۔۔۔ خود ایران کی بھی دنیا بالکل بدل گئی ہے، یہ ترقی ہے یا تنزل، اس کا فیصلہ کیسے معلوم؟

۶۵

خان والا شان!

آپ کی تحریر جس کے لفظ لفظ سے آپ کا اضطراب ٹپک رہا ہے کل شام کو مجھے ملی — یقیناً آپ کو حیرت ہو گی کہ میں نے اس قدر جلدی جواب دینے میں کیوں کی، جب کہ آپ کے خیال کے مطابق کم از کم دو چار دن تو دریافت حال کے لیے ضروری تھے۔

سنیے مجھے تحقیق و تفتیش کی ضرورت نہیں کیونکہ میں انکو خوب جانتا ہوں گو وہ مجھے نہ جانتی ہوں — مگر یہ تو بتائیے کہ آپ کی تمنا سائی کب کی نکل آئی؟ بہرحال اگر یہ خواہش خود اُنہیں کی ہے تو کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اگر ابھی تک آپ صرف تمنا ہی تمنا پر جی رہے ہیں تو میں اس اقتران کی مخالفت کروں گا،

آپ کے اور اُن کے مزاج میں وہی تفاوت ہے جو میرے اور قاضی صاحب بھوپال کے مزاج میں، آپ ٹھیرے ”ہنسوڑ“ کہ پہلے ہنس لینا اور پھر بات کرنا اور وہاں متانت و سنجیدگی کا یہ عالم ہے کہ شاید ہی اس وقت تک کسی نے اُن کی پیشانی کو شکن سے خالی دیکھا ہو — مجھے نہیں معلوم مگر سنا ہے کہ اپنے فن پر اور شاید صورت پر بھی اتنا ناز ہے کہ وہ کسی سے کھل کر بات کرنا اپنی توہین سمجھتی ہیں —

اس میں شک نہیں کہ علاج وہ اچھا کرتی ہیں اور چند دن میں خاصی شہرت انہوں نے حاصل کر لی ہے لیکن مجھے یقین نہیں کہ وہ تمہارے درد دل کا علاج کر سکیں،

صورت کے لحاظ سے انہیں "جمیل" تو یقینا نہیں کہہ سکتے لیکن دلکش ہونے میں کلام نہیں ــــ رنگ کھلتا ہوا سانولا (جو شباب کے زمانے میں واقعی قیامت ہوتا ہے) کشیدہ قامت، دراز گردن، بڑی بڑی آنکھیں، چھیلا بدن کتابی چہرہ، یہ ہیں ان کی جسمانی خصوصیات ــــ رہے معنوی محاسن، سو یہ تمہیں معلوم ہی ہے کہ وہ لکھنؤ کی گریجوٹ اور دہلی میڈیکل کالج کی فاضل ڈاکٹر ہیں، عمر ۲۶، ۲۷ سال کی ہو گی لیکن چہرے کی نرمی سترہ اٹھارہ سال کی سی ہے تہذیب جدید کی جتنی رعنائیاں ہو سکتی ہیں وہ بھی سب اُن میں موجود ہیں، خصوصیت کے ساتھ رفتار تو واقعی قیامت ہے ــــ پھر اب پوچھو کہ میں تمہارے لیے کیوں موزوں نہیں سمجھتا ــــ ایک سبب تو ابھی بیان کر چکا ہوں کہ اُن کی تنک مزاجی تمہاری خوش مزاجی کی متحمل نہیں ہو سکتی ــــ دوسرے یہ کہ وہ اپنے فن کو کبھی کسی حال میں ترک نہ کریں گی اور تمہاری رشک کرنے والی طبیعت

اور تمہارے والد بے پردہ انہیں گھر میں گھسنے نہ دیں گے، اور جو تھا سبب جو سب سے بڑا مانع اس ازدواج کا ہوسکتا ہے، یہ ہے کہ اِس نام کی ڈاکٹرنی یہاں کوئی ہیئی نہیں، یہ تم کو کس نے بیوقوف بنایا ہے، مجھے بھی تو معلوم ہو،

——— ۹۹ ———

لاحول ولاقوۃ،

ہزار بار لکھ چکا کہ میں جمیل صاحب سے واقف نہیں، کبھی اُنکی صورت بھی نہیں دیکھی، نام تک نہیں سُنا، اور آپ فرما رہے ہیں کہ نہیں ضرور ملے ہوگے ——— آپ آدمی ہیں یا تماشا!

تمہیں اب بھی شاید اعتبار نہ آئے گا لیکن تمہارے وہم وگمان کی رعایت سے محال کو ممکن بنا دینا میرے اختیار میں تو ہے نہیں۔

ایک صاحب اِس نام کے ضرور میرے پڑوس میں رہتے ہیں۔ لیکن جس معاملے میں آپ مدد لینا چاہتے ہیں اس سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوسکتا ——— یہ غریب کسی دفتر میں بیس روپیہ کے ملازم ہیں اور آپکی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے "جمیل" کوئی بااختیار افسر ہوں گے ——— علاوہ اسکے یہ صاحب یہیں کے رہنے والے ہیں، اور اُن کی بابت آپ نے لکھا ہے کہ علی گڑھ کے باشندے ہیں

بہرحال یہ انکشاف میرے اختیار سے بالکل باہر ہے، اس کے لیے آپ کرائی کو لبس ڈھونڈھیے، یا خود تکلیف کرکے آئیے اور نشان دہی کیجئے "بوسہ بہ پیام" بالکل مہمل بات ہے۔

۶۷

مکرمی ۔ ۔ تسلیم

"نقوش" ملے، اور پورا ایک دن ان کے مطالعہ میں صرف کیا، ظاہر ہے کہ جس چیز سے میں نے گھنٹوں تک لطف اٹھایا ہو اس کی تعریف چند سطریں کیا ہو سکتی ہے لیکن اس خیال سے کہ آپ جواب کے منتظر ہوں گے اولین فرصت میں یہ عریضہ بھیج رہا ہوں۔

آپ کے مرسلہ نقوش میں سے تین تو اس لیے قابل لحاظ نہیں کہ وہ نقوش قدیمہ کے چربے ہیں، گو سایہ و رنگ کی تکمیل میں آپ نے کافی ذہانت سے کام لیا ہے باقی چار واقعی بہت پاکیزہ ہیں اس قدر پاکیزہ کہ مشکل سے صحیح الفاظ ان کی تعریف کے لیے مل سکتے ہیں ـــــ اجازت دیجیے کہ مختصراً ہر ایک پر اپنی رائے کا اظہار کردوں :۔

(۱) "طلوع صبح" اچھا عنوان ہے، لیکن پامال، میری رائے میں "امتزاج رنگ و نور"

زیادہ موزوں ہے ۔ کیونکہ آپ کے نقش کو دیکھ کر مشکل سے کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے صبح کا منظر دکھایا ہے یا شام کا اور اسی لیے غالباً آپ نے عنوان میں اسکو ظاہر کر دیا ہے

آفتاب جس وقت تک بلند نہ ہو ایک نقش میں محض روشنی سے یہ پتہ چلانا کہ صبح کا وقت ہے یا شام کا مشکل ہے علی الخصوص اس وقت جبکہ ماحول سے بھی کوئی سراغ نہ چل سکے ۔ اگر آپ چڑیوں کی پرواز درختوں کی سمت سے روشنی کی طرف دکھاتے تو طلوع صبح کا منظر زیادہ قریب الفہم ہو جاتا، اور روشنی کیطرف سے درختوں کی طرف اُن کی آمد دکھاتے تو شام کا منظر متحقق ہو جاتا ۔ لیکن آپ نے چونکہ اس چیز کو بالکل ترک کر دیا ہے اسلیے عنوان کو بھی مبہم ہی رہنے دیجیے تو اچھا ہے

اِس میں شک نہیں کہ افق کے "غبار رنگیں" کو آپ نے جس تکمیل کے ساتھ دکھایا ہے وہ آپ کے مطالعۂ فطرت کا بین ثبوت ہے اور "پس منظر" میں جو آپنے ایک شان "لانہایت" کی پیدا کر دی ہے وہ کسی معمولی نقاش فکر کا نتیجہ نہیں ہو سکتی،

(۲) "خارِ سرِ راہ" بہت دلکش نقش ہے لیکن سوال یہ ہے کہ جس لڑکی کو آپ نے برہنہ پا دکھایا ہے، کیا اس کا لباس وہی ہونا چاہیے جو آپ نے تجویز کیا ہے میری رائے میں اس کو دہقانی لباس میں ملبوس کرنا چاہیے تھا

ترچھی مانگ رکھنے والی اور ریشمی ساریاں پہننے والی لڑکیاں غالباً کبھی برہنہ پا نہیں دیکھی جاتیں

ایڑی سے چبھا ہوا کانٹا نکالنے کے لیے جتنے خم اور لوچ ایک کمسن لڑکی کے جسم میں پیدا ہونے چاہییں وہ سب آپ نے حد درجہ تکمیل کے ساتھ دکھائے ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ وہ گردن اٹھا کر دیکھ کس کو رہی ہے —— آپنے یہ پوزیشن صرف اس لیے رکھا ہے کہ اس کی صورت بھی سامنے آجائے لیکن اگر آپ چاہتے تو صرف ایک رُخ دکھا کر اس کے نقشے کے تناسب کو پیش کر سکتے تھے ——

اصولاً و فطرتاً اس کی نگاہ ایڑی ہی کی طرف رہنا چاہیے تھی اور اس حالت میں جو خم اس کی گردن میں پیدا کیا جاتا وہ بہت زیادہ دلکش ہوتا بحیثیت صاحب فن ہونے کے یہ نکتہ آپ سے مخفی نہ ہوگا کہ ایک نقش میں ایک آدھ خلا ایسا چھوڑ دینا جنہیں دیکھنے والے کا دماغ خود پُر کرے بہت لطف کی بات ہے۔

(۳) گاؤں کی ایک شام —— میرے نزدیک آپکا یہ نقش بہت کامیاب ہے اور شام کے وقت ایک گاؤں کا جو منظر ہونا چاہیے اس کو آپ نے تمام جزئیات کی تفصیل کے ساتھ دکھا دیا ہے —— آبادی پر ہلکا سا تاریک سایہ اور درختوں کی چوٹیوں پر کہیں کہیں مضمحل دھوپ، مویشیوں کی تھکی ہوئی واپسی، تالاب کے پانی کا سکون

درختوں پر چڑیوں کا جھنڈ، الغرض تمام باتیں تکمیل کے ساتھ پائی جاتی ہیں ——
اگر آپ ایک آدھ گائے کا اٹھا ہوا سر دکھا کر اس کو بولتے ہوئے پیش کرتے
تو خوب ہوتا، شام کو جب مویشی واپس آتے ہیں تو گائیں اس خوشی میں کہ اپنے
بچوں کو دیکھیں گی، ضرور دو چار مرتبہ ہمک کر آواز دیتی ہیں

(۴) آئینہ کے سامنے —— اچھی تصویر ہے لیکن اس میں بھی بہت عمومیت ہے
اگر آپ آئینے کو تصویر میں نہ دکھاتے اور صرف "لڑکی" کے نقش سے یہ بات ظاہر کر دیتے
کہ وہ آئینہ دیکھ رہی ہے تو یہ عمل بہت بلند ہو جاتا —— آئینہ تو سبھی دکھاتے ہیں،
لطف تو جب تھا کہ بغیر اس کے دکھائے ہوئے لوگوں کے ذہن کو آپ اس طرف منتقل کر دیتے

دو چار احباب اور اس فن کے شائق ہیں، ان کو دکھا کے بعد واپس کر دوں گا
افسوس ہے کہ میں اپنے رسالہ میں تصاویر نہیں شائع کرتا ورنہ دو ایک نقش آپ سے
ضرور مانگ لیتا —— آپ کلکتہ ضرور بھیجیے، گجراتی اور بنگالی زبان کے رسائل یقیناً
لے لیں گے

چغتائی صاحب کے فن کے متعلق میں اپنی رائے نگار میں ایک بار مفصل
ظاہر کر چکا ہوں، ملاحظہ فرمائیے اس میں شک نہیں کہ خطوط کا بادشاہ ہے

۶۸

جانو جی !

کیوں جلاتے ہو، تم اور اپنے لطف کو چھوڑ کر میرے پاس آؤ! قیامت تک ممکن نہیں

گزر چکی ہے یہ فصلِ بہار ہم پر بھی

بہر حال آؤ یا نہ آؤ لیکن اپنا دعا گو سمجھ کر کبھی کبھی یاد کر لینے کی عادت ترک نہ کرو

میں خود نہیں چاہتا کہ تم اپنے لمحات کامرانی کو رائیگاں جانے دو۔ زمانہ کب کسے فرصت دیتا ہے، خدا جانے کیا اتفاق ہے کہ تم پر یوں مہربان ہے

میرا سلام بہو بخاد وا ورنا مناسب نہ ہو تو یہ بھی کہہ دو کہ

کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

گزشتہ واقعات کو سامنے رکھ کر جب موجودہ حالات پر نگاہ ڈالتا ہوں تو حیرت ہو جاتی ہے کہ

روئے محمود و خاک پائے ایاز !

اچھا جی خوش رہو، ہمیں یاد کرو یا نہ کرو، بقول اکبر

ہمارا کیا ہے اے بھائی نہ مسٹر ہیں نہ مولانا

۶۹

اے وقتِ تو خوش کہ وقتِ ما خوش کردی!

یہاں تو اب یہ ناکامیوں اور مایوسیوں نے اس حد تک پہنچا دیا ہے کہ دو مسروں کے متعلق بھی کسی اچھی خبر سننے کی امید باقی نہیں رہی،

بارے شکر ہے کہ تمہاری الجھنیں ختم ہوئیں، اور،

دیدار شد میسّر و بوس و کنار ہم

میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ یہ کنوار کے جھالے ہیں آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں لیکن تمہیں فرطِ شوق میں کب اعتبار آتا تھا —— دیکھ لو وہی ہوا نا جو میں کہتا تھا اب تو شاید تم بھول کر بھی حرفِ شکایت زبان پر نہ لاؤ گے اور لاؤ کیونکر

دلِ شکستہ دراں کوچہ می کنند درست

چنانکہ خود نشناسی کہ از کجا بشکست

اچھا اب رات زیادہ گئی ہے کیوں سردی میں ٹھٹھرو گے، جاؤ آرام لو اور بے آرام کرو!

۷۰

میاں مستان شاہ!

کہو اب کیا دل میں ٹھانی ہے۔ ساحلِ بمبئی کے پریزادوں نے تمہیں نہ پوچھا،

بنگال کی جادو کرنے والیوں نے تمہاری پرواہ نہ کی، "سیہ چشمانِ کشمیری و ترکانِ سمرقندی" نے تم کو نگاہ اٹھا کر نہ دیکھا، ہر راس کی "نازنینانِ کمند بدوش" تمہاری طرف سے منہ موڑ کر چلی گئیں ـــــ پھر میں پوچھتا ہوں کہ اس سخت جانی کو کہاں کہاں لیے پھر دگے اور خدا کے اس عذاب کو کیونکر ٹالو گے

تم سے کہتا ہوں کہ پاؤں توڑ کر کسی ایک جگہ بیٹھ جاؤ تو اپنی جوانی کا عذر پیش کرتے ہو ـــــ خودکشی کی رائے دیتا ہوں تو مذہب کی آڑ پکڑ لیتے ہو اب رہ گئی ایک صورت "مسخرگی پیشہ کن و مطربی آموز" کی، وہ تمہاری غیرت و خودداری کے منافی ہے ـــــ ہاں ایک تدبیر اور ذہن میں آئی ہے، وہ یہ کہ زلفیں بڑھالو اور گیرو رنگ کی ریشمی چادر لپیٹ کر کسی مزار پر بیٹھ جاؤ یہاں اگر آ گئے تو تمہاری کرامت کے سیکڑوں قصے میں گھڑ کر لوگوں کو سنا دونگا، امید تو ہے کہ کام چل جائے اور اچھی طرح چل جائے

ـــــ ۱۷ ـــــ

میرے بھائی!

خط ملا، پڑھ کر بے اختیار آنسو ٹپک پڑے، ہائے کیا زمانہ تھا کیا جھگڑیاں تھیں تم میرے پاس اور میں تمہارے قریں ـــ اللہ اللہ!!

لیلیٰ و مجنوں بہم می بودہ اند
پیش ازیں خوش روزگارے بودہ است

تمہاری حالت معلوم کر کے اب کیا کہوں کس قدر بے چین ہوا ہوں لیکن یہ سوچتا ہوں کہ اس بے چینی سے تمہیں کیا فائدہ، نہ تقدیر کا قائل ہوں نہ تدبیر کا اہل نہ صبر کی لذت سے آگاہ نہ شکر کے "فن" میں دستگاہ، اس لیے جب تک جیتا ہوں خون جگر پیتا ہوں اپنے حال پر اور ان سب کے حال پر جن سے مجھے علاقہ ہے

ہمہ حیرتم کہ دہقاں بچہ کار کشت ما را

میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں اور اب پھر لکھتا ہوں کہ جب جی میں آئے میرے پاس چلے آؤ، تم کہتے ہو کہ "بلائے آسمانی میں گرفتار ہوں، آپکو پریشان کرنے سے فائدہ" ــــ میں کہتا ہوں کہ اگر حال یہ ہے تو ضرور آؤ "یہ خانۂ انوری" آخر ہے اور کس کام کے لیے، مگر تم سنتے نہیں اور میں اس سے زیادہ کچھ کہنا نہیں چاہتا، یقیناً میری "آشفتہ روزگاری" بھی کم نہیں لیکن باور کرو کہ یاوہ گو اور ہرزہ کار نہیں جو کہتا ہوں سچے دل سے کہتا ہوں لیکن تمہیں اعتبار نہیں آتا کیا کروں؟

عرفان صاحب سے میرا اسلام کہو اور یہ پیام پہونچا دو کہ

عشق تو قائم نہ ہوا آپ سے
اور ہی کچھ پیشہ کیا چاہیے

ہائے ہائے کیسا زبردست سانحہ ہے کہ جس نے ان کے لیے دنیا چھوڑ دی اسی کو چھوڑ کر دوسری دنیا کے ہو گئے ——— مگر پھر سوچتا ہوں کہ وہ غریب آخر یہ نہ کرتے تو کیا کرتے ۔ ان کی فطرت کو تو اس سے زیادہ پستی کی طرف مائل ہونا چاہیے تھا سچ ہے

مرد ایں رہ دانشانے دگیست

۷۳

تم تو جیسے مجھے کیا لکھو گے ، میں ہوں کیا جو خط لکھو (میں) لاؤ گے لیکن کل صفدر کے خط سے معلوم ہوا کہ تم کن پریشانیوں میں مبتلا ہو ——— میں تمہیں خط نہ لکھتا اگر سوال صرف تمہاری پریشانیوں کا ہوتا ، چونکہ معاملہ تمہارے بچے کی جان کا ہے اس لیے چپ بھی نہیں رہا جاتا ۔

میں پوچھتا ہوں کیا تم سے زیادہ کوئی پڑھا لکھا جاہل دنیا میں کوئی اور بھی موجود ہے ؟ ——— غضب خدا کا وہ تو اعصاب کی کمزوری قلتِ خون اور دماغ کے تشنجی دوروں میں مبتلا ہے اور تم آسیب کا خلل جان کر دعا تعویذ اور جھاڑ پھونک کے پیچھے پڑے ہوئے ہو ۔

مانا کہ تم مذہبی انسان ہو، خدا کے بڑے صبر و شکر والے بندے ہو، کلام الٰہی میں بڑی قدرت ہے لیکن خدا کے لیے بتاؤ کہ یہ جو بات بات میں تم خدا کو تکلیف دیا کرتے ہو اس سے کیا فائدہ — کیا اللہ میاں کو سوائے اس کے کوئی کام نہیں کہ وہ صرف تمہاری عبادت و ریاضت، اور تمہارے ایمان و اسلام کو بیٹھے ہوئے سراہا کریں، اور تم کو مرنے سے پہلے ہی دنیا میں جنت کی تمام راحتیں مہیا کر دیں،

ہوش میں آؤ زہد و تقویٰ بھی وقت وقت سے اچھا معلوم ہوتا ہے یہ نہیں کہ میاں کو چھینک آئی اور تسبیح پر ہاتھ پہونچ گیا، سر میں درد ہوا اور مصلّے بچھ گیا! اللہ میاں کو توبہ توبہ کیا تم نے اپنا خانہ زاد غلام سمجھ لیا ہے جو بات بات میں تمہارے پیچھے دوڑتا پھرے گا — کیا دنیا میں ہم سے گناہگار بندوں کی کمی ہے جو تم ایسے زاہدان عبوس کی طرف توجہ کرے،

میں یہ نہیں کہتا کہ تم عبادت و ریاضت چھوڑ دو یا میری طرح بے دین ہو جاؤ لیکن یہ حرکت کیا کہ "زہر مرض کہ بنالد کسے شراب دہید"

جب دیکھو نماز، جب سنو نماز، — نماز نہ ہوئی بلائے جان ہو گئی اگر یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی تو مہربانی کر کے بچہ کو میرے پاس بھیج دو، اور تم نہایت اطمینان سے بیٹھے ہوئے وہاں "عقدِ انامل" کیا کرو، لاحول ولا قوۃ،

۴۳

ہائے کیا پوچھتے ہو، کیا سانحہ ہوگیا، اجڑ گیا، تباہ ہوگیا، لٹ گیا ــــــ

مرنے والے کی موت پر حیرت نہ کرو، حیرت کرو میری زندگی پر، میری سخت جانی پر میری سنگ دلی پر! فطرت کا اپنے "ناخن و چنگال" کو خون سے رنگین کرنا کوئی بات نہیں لیکن اس کے مقابلے میں سینے کو پتھر کرکے جیتے رہنا مشکل ہی سی کسی سے بن آتا ہی ــــــ آہ! تفصیل نہ پوچھو! سخت جاں گداز داستان ہے شام کو داہنی طرف جگر سے نیچے درد محسوس ہوا، معمولی تکاثفِ ریاح سمجھ کر محلل دواؤں کا استعمال ہوا مگر درد بڑھتا ہی رہا۔ صبح ڈاکٹر آیا اس نے اپنڈکس کا درد تجویز کیا، اسپتال لیگئے آپریشن سے معلوم ہوا کہ اُس نے امعاء مستقیم کو جکڑ لیا ہے، اسے قطع کیا گیا اور آخرکار

چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند

اسی بے ہوشی کے عالم میں غریب کا رشتۂ حیات منقطع ہوگیا،

دعائیں مانگتے مانگتے زبان لکنت کرنے لگی، سجدے کرتے کرتے پیشانی گھس گئی لیکن قدرت کو رحم نہ آنا تھا نہ آیا ــــ اگر زندگی نام صرف سانس کی آمد و شد کا ہے تو مجھے زندہ سمجھ لو، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ میں تو مردہ سے بدتر ہوں

زندگی کے ویران اور سنسان جنگل میں خدا جانے کس محبت سے میں نے ایک باغ لگایا تھا

اپنے خون سے سینچ سینچ کر اس کو شاداب بنایا تھا کہ خزاں کا ایک جھونکا آیا اور خاکستر کر کے چلا گیا، اب پھر وہی میں ہوں اور وہی ریگزارِ حیات، وہی گتھیاں ہیں اور وہی میری "شکستہ ناخنی" — سچ ہے زندگی اسی کا نام ہے اور حیاتِ انسانی کی داستان اتنی ہی مختصر و ناپائدار ہے،

تمام بود بہ یک حرفِ گرم و ناغافل
حکایتے کہ ہمہ ناتمام می گفتند

۴۷

اے تو مجموعۂ خوبی بچہ نامت خوانم!

مجھ سے چاہنے والے تو تمہیں بہت مل جائیں گے لیکن تم سا محبوب مجھے کہاں ملے گا کہ بغیر کسی طلب والتجا کے یوں "التفات کے دریا" بہا دے خدا تمہیں شرمائے، اب اور کیا کہوں؟ یہ میں نے آپ سے کب کہا تھا کہ "حضرت صاحب" سے مل کر وہ سب کچھ کہہ دیجیے جو میں خدا سے بھی نہیں کہنا چاہتا، اُن کا خط کل مجھے ملا اور آپ ہی کے الفاظ میں وہ سب کچھ معلوم ہو گیا جو اُن سے کہا گیا ہے — خیر ان کی ہمدردی کا شکریہ تو رسماً مجھے ادا ہی کرنا تھا لیکن آپ کی اس حرکت کی داد کن الفاظ میں دوں؟ گالی دوں گا تو آپ ہنس دیں گے،

ماروں گا تو آپ گردن جھکا دیں گے، سوائے اس کے کہ کپڑے پھاڑ کر کسی طرف نکل جاؤں یا اپنا سر دیوار سے ٹکرا کر مر جاؤں اور کیا کر سکتا ہوں ـــــ ہائے وہ شخص جو خدا کے سامنے "دست سوال" پھیلانے سے حجاب کرے، اسے تم ایک معمولی انسان کے سامنے یوں رسوا کر دیا

کم از کم تمہیں اتنا تو سمجھنا چاہیے تھا کہ حضرت صاحب سے جو تعلق مجھے ہے تمہیں نہیں ہو سکتا اور باوجود اس کے جو میں نے اس وقت تک کچھ نہیں لکھا تو ضرور ہے کہ اس کا کوئی نہ کوئی سبب ہوگا ـــــ میں انکی بزرگی کا احترام کرتا ہوں اُن کے اثر و وجاہت کا قائل ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ انہیں مجھ سے بہت محبت ہے لیکن حاشا جو کبھی ایک لمحہ کے لیے بھی یہ خیال ذہن میں آیا ہو کہ وہ میرے لیے کچھ کر سکتے ہیں یا میں اُن کے سامنے کوئی درخواست اپنی پیش کر سکتا ہوں،

میرا معاملہ خدا کے ساتھ ہمیشہ اسی طرح رہا ہے اور رہے گا، وہ کبھی مجھے چین سے رہنے نہ دے گا اور میں کبھی شکایت نہ کروں گا۔ تمنا بہت محدود رکھتا ہوں نہ فقر و فاقے سے ڈرتا ہوں نہ آزار جسمانی سے ہمت مردانہ نہ سہی لیکن صبر زنانہ ضرور رکھتا ہوں ـــــ جب ہاتھ قطع کر دیئے تو "دست دعا" دراز کرنا کیسا ؟ جب پاؤں توڑ ڈالے تو جادہ پیمائی کیسی ـــــ پائے لنگ رکھتا ہوں تو ملک خدا کو بھی اپنے لیے

تنگ بنالیا ہے، پھر ہائے وائے کیوں کروں ؟

تمہارے جی میں آئے تو یہ خط انہیں دکھا دینا اور کہہ دینا کہ ان کی تمام محبتوں کا احترام رکھتے ہوئے میں اُن کی طرف سے کبھی ایسے اقدام کو پسند نہ کروں گا جو میری اس وضع کو صدمہ پہنچانے والا ہو،

نالہ از بہر رہائی نہ کند مُرغ اسیر
خورد افسوس زمانے کہ گرفتار نبود

———— ۷ ————

نیاز نوازا! دیں پناہا!

شکر نعمت ہائے تو چندانکہ نعمت ہائے تو

حج سے واپسی کی مبارکباد اس لیے پیش نہیں کرتا کہ "گنبد خضرا" کے جوار سے جدا ہو کر پھر اس تیرہ خاکدان ہند میں لوٹ آنا خود آپ کی تمنا کے بھی خلاف تھا لیکن ان مقدس تحائف کا شکریہ تو ضرور واجب ہے جو آپ خصوصیت کے ساتھ میرے لیے لائے ہیں،

خاکِ شفا اور آبِ زمزم میں مٹی اور پانی کے لحاظ سے کوئی خاص اہمیت ہو یا نہ ہو لیکن یہ خصوصیت کیا کم ہے کہ دیارِ حبیب کی چیزیں ہیں اور اس

سرزمین سے تعلق رکھتی ہیں جہاں "دوست آسودہ" ہے

گرچہ خوردیم نسبتیست بزرگ
ذرۂ آفتابِ تابانیم

مولانا! میں تو کائنات میں صرف محبت کا قائل ہوں اور مذہب کے صرف اس حصے پر ایمان رکھتا ہوں جو کسی نہ کسی نہج سے "درسِ محبت" دینے والا ہے ــــ خدا کے "جبّار و قہار" ہونے کا ابھی تک کوئی مفہوم میرے ذہن میں متعین نہیں ہوا، صرف اس کی "شانِ کرم" پر جیتا ہوں اور وہ سب کچھ کر لیتا ہوں جس کا ذکر غالب نے ان الفاظ میں کیا ہے :-

بر لب یا علی سرائے بادہ روانہ کردیم
مشربِ حق گزیدہ ایم عیش مغانہ کردہ ایم

ــــــــ ۱۴ ــــــــ

بھائی!

مجھے تم یہ کیا سنا رہے ہو،

گذر چکی ہے یہ فصلِ بہار ہم پر بھی

میں تم پر کیوں رشک کروں، جبکہ اس سے قبل کبھی دنیا مجھ پر بھی رشک

کرتی تھی، خیر، خدا مبارک کرے اور یہ اقتران پائدار و استوار ثابت ہو
میاں سلیم آج کل کہاں ہیں، ملیں تو کہہ دینا کہ انکی فرمایش پوری کرنے کی فکر میں ہوں، التعویق کو تغافل پر محمول نہ کریں بلکہ صرف تساہل پر، اور تساہل کوئی ایسی قابل الزام بات نہیں، علی الخصوص اس وقت جب "اعتماد محبت" بھی ساتھ ساتھ کام کر رہا ہو ـــــ بہرحال ان کو مطمئن کر دو۔ اور اگر خفا ہوں تو معذرت بھی کر دو،

ـــــــــــــــ ۷ ـــــــــــــــ

عزیزم !

غالب کے جس شعر کو تم نے جس انداز سے لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم نے پڑھا بھی اسی طرح ہوگا، اچھا، اب یوں لکھ کر دیکھو۔

وہ آئینگے مرے گھر؟ وعدہ کیا؟ دیکھنا غالب

نئے فتنوں میں اب چرخ کہن کی آزمایش ہے

یعنی پہلے مصرعہ کے پہلے ٹکڑے کو یا تو تعجب کے لہجے میں پڑھو یا "استفہام انکاری" کے انداز میں، دوسرے ٹکڑے کو "استفہام انشائی" کی صورت دو۔ یہ "استفہام انشائی" میری وضع کی ہوئی اصطلاح ہے جس سے مراد وہ استفہام ہے جو کسی حقیقت کی خبر دیتا ہے

مدعا یہ ہے کہ اس کے وعدے پر بھروسہ کرنا بیکار ہے اور وہ میرے گھر کبھی نہ آئیں گے۔ پھر جب صورت یہ ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ آئندہ یہ چرخ کہن کیا نیا فتنہ پیدا کرتا ہے۔ یعنی اگر وہ میرے گھر آجاتے تو بیشک یہ ایک نیا فتنہ ہوتا، لیکن چونکہ وہ آئیں گے نہیں اس لیے ظاہر ہے کہ چرخ کہن کوئی اور تازہ فتنہ پیدا کرے گا،

بعض لوگ اس کا مفہوم یوں ظاہر کرتے ہیں کہ ـــــ اے غالب! دیکھنا وہ ضرور میرے گھر آئیں گے، وعدہ کریں یا نہ کریں، کیونکہ آنکے آنے سے ایک نیا فتنہ میری جان کے لیے پیدا ہوگا جو چرخ کہن کا شیوہ ہے۔

ہر چند مفہوم تو اس طرح بھی پیدا ہوتا ہے لیکن شعر تغزل سے علیٰحدہ ہو جاتا ہے ـــــ غالب کے یہاں متعدد اشعار ایسے ہیں جن کا مفہوم پیدا کرنے کے لیے اسی طرح کھینچ تان کی ضرورت ہوتی ہے اور کون کہہ سکتا ہے کہ کس جذبہ کے ماتحت اس نے کس خیال کو ظاہر کرنا چاہا تھا ـــ بہرحال اسوقت تو میری سمجھ میں یہی مطلب آتا ہے، آئندہ اگر غالب کی "روح پرفتوح" نے کوئی مزید رہبری کی تو تم کو اطلاع دوں گا،

۸

میرے ناصحِ مشفق!

میں پوچھتا ہوں کہ یہ تمام "دفترِ تدبیر و مصلحت" میرے ہی لیے کیوں وقف کر دیا گیا آپ کے دوستوں میں بعض اور بھی "مستحقِ کرامت" موجود ہیں اُن پر بھی تو اپنی "تیغِ تقدس" کی آزمایش فرمائیے، ہاشمی رات دن سرشار رہیں اور آپ اُن سے بازپرس نہ کریں، جمیل "سرمۂ نگاہ" کے لیے شب و روز گلیوں میں خاک بسر پھرتے ہیں اور آپ کچھ نہ کہیں لیکن ایک میں، جو بقول غالب

بہ دریوزہ رُخ کردہ باشد سیاہ

آپ کے طعن و ملامت کا ہدف قرار دیا جائے یہ کیا تماشہ ہے!!

لالہ ساغر گیر و نرگس مست، بر ما نام فسق

داوری خواہم، نگر یا رب کرا داور کنم؟

آپ کے خلوص و محبت سے انکار نہیں، لیکن اپنے احمق نہ ہونے کا بھی اقرار ہے — خوب سمجھتا ہوں جو آپ کہتے ہیں اور بغیر سمجھائے ہوئے سمجھتا ہوں لیکن گناہ کو گناہ جان کر کرنا ایک مستقل لذت ہے جس سے آپ واقف ہی نہیں آپ کہیں گے کہ یہ نورِ ایمان کی علامت ہے اور میں کہوں گا کہ

توفیق باندازۂ ہمت ہے ازل سے

بہرحال بات وہی ایک ہے تعبیریں مختلف ہیں، کاش آپ ہی اس مرتبۂ عرفان پر پہنچ جائیں کہ وضو کے بدھنے اور سبوچۂ شراب کا امتیاز اٹھ جائے میری اصلاح تو ممکن نہیں،

۷۹

میں کل صبح کلکتہ پہنچ گیا اور اب کیا کہوں کہ یہاں کیا دیکھ رہا ہوں

شہریست پُر زخوباں و زہر طرف نگارے

یاراں صلائے عام ست گر میکنید کارے

غالب نے اس کی تدبیر کیلئے دو چیزیں ضروری قرار دی ہیں یعنی

فکرِ فضول و جرأت رندانہ چاہیے

پھر تم بھی ساتھ ہوتے تو تقسیم عمل کے اصول پر "فکرِ فضول" کی خدمت تمہارے سپرد کر دیتا اور "جرأت رندانہ" کی غیر دلچسپ خدمت میں اپنے سر لے لیتا ــــ لیکن بغیر تمہارے کیا کروں؟ ایک ہی وقت میں دو دو کام کیونکر انجام دوں؟ ــــ نیو مارکٹ کے سامنے ہی ایک آرمینین خاندان میں قیام ہے اور گھر سے باہر قدم نکالتے ہی "نادعلیاً مظہر العجائب" کا حصار اپنے گرد کھینچ لیتا ہوں

لیکن وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپے جا سکیں ـــــ انکے نزدیک یہ حصار کیا وقعت رکھتا ہے
ارادہ تو صرف ایک ہفتے قیام کا ہے، لیکن یہاں وقت و زمانے کے تعین کا
اصول کچھ اور ہے، اس لیے نہیں کہہ سکتا کہ یہ ایک ہفتہ کبھی ختم بھی ہوگا یا نہیں،
بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ

آخر گِل اپنی صرفِ درمیکدہ ہوئی
پہونچی وہیں یہ خاک جہاں کا خمیر تھا

ـــــــ ۸۰ ـــــــ

کیا بتاؤں کہ کیسا ہوں

پھرتے ہیں داد خواہ ترے حشر میں خراب
تو پوچھتا نہیں تو کوئی پوچھتا نہیں

اب تم نے پوچھا ہے تو دنیا بھی پوچھ لے گی اور پھر مجھے دنیا کی کیا پرواہ ہے،

ساتھ ہو میرے اگر تم، پھر تو دنیا ساتھ ہے

جسمانی آزار تو بظاہر کم ہیں لیکن روح کی بیزاریاں بدستور قائم ہیں ـــــ
یہاں کی زمین، یہاں کا آسمان، یہاں کی مخلوق، یہاں کی آب و ہوا، سب میرے لیے
بیگانہ ہے ـــــ لیکن زمانے کا زندانی ہوں، وقت کا قیدی ہوں اور نامعلوم

مدت کیلئے پابزنجیر کر دیا گیا ہوں، زندگی کیسی؟ نہ مر سکنے کا نام جینا ہے،

بھائی ارشاد کی خیریت سے نہیں معلوم ہوئی اگر علی گڑھ میں ہوں تو میرا یہ پیام پہنچا دینا کہ جس وقت بمبئی جانے کا ارادہ ہو تو مجھے اطلاع دے دیں تاکہ میں اسٹیشن پر اُن سے مل لوں اور چند کتابیں جو یوسف صاحب کیلئے بھیجنا ہیں ان کو دے دوں ــــ ان سے تمہاری مفصل کیفیت بھی معلوم ہو جائے گی

یہاں کا موسم خوشگوار ضرور ہے لیکن مفید صحت نہیں جس طرح بعض آدمی صورت حرام ہوتے ہیں اسی طرح یہ جگہ "موسم حرام" ہے۔ یوں بظاہر بے انتہا خوشگوار لیکن اثر کے اعتبار سے یکسر آزار،

ــــــــــ ۸۱ ــــــــــ

صدیقی!

تم نے جو کچھ لکھا اس کا مجھے یوں بھی یقین تھا تاہم تمہاری تحریر سے اور تصدیق ہو گئی، سچ ہے

نازوالے نیاز کیا جانیں

میں نے ان سے کبھی پہلے بھی شکایت نہیں کی، اب کیا کروں گا ــــ

لیکن اگر ملاقات ہو تو اُس "پیکرِ عزو ناز" سے یہ ضرور کہہ دینا کہ دنیا میں کبھی کبھی ــــ

رُوئے محمود و خاکِ پائے ایاز

دالے معاملے بھی دیکھنے میں آجاتے ہیں اور غالباً وہ وقت بہت سخت ہوتا ہے جب کسی کو بام بلند سے نیچے اُتر کر خاک بسر رہنے والوں کے ساتھ گلیوں کی ٹھوکریں کھانا پڑتی ہیں ــــ خدا نہ کرے ان کے ساتھ یہ معاملہ ہو، لیکن کیوپڈ کے ترکش میں تیروں کی کمی نہیں اور اس کے انتخاب کا حال تم کو بھی معلوم ہے کہ سب سے پہلے وہ "سرکشانِ جمال" ہی کو تاکتا ہے، ابھی تو نہیں لیکن آیندہ اس کی کسی تاریخ میں آنے کا قصد ہے اور ظاہر ہے کہ آزادی کی سانسیں وہیں بسر کرونگا جہاں سب سے پہلے پاؤں میں غلامی کی زنجیر ڈالی گئی تھی۔

ــــــــ ۸۴ ــــــــ

عطوفت پناہا! مودت دستگاہا!

بارشِ لطف و کرم او راسقدر مسلسل! وعدہ کا چارہ سازی اور اسقدر جلد معجل!

نتواں ترا و جاں را بہم امتیاز کردن

قبلہ اتنی فرصت تو دیجیے کہ اعتراف کے لیے مناسب الفاظ کی جستجو کر لوں، اسقدر مہلت تو ملنی چاہیے کہ بخششں کے لیے گلہائے تشکر سے اپنا دامن بھر لوں

بازاز دل بہ سوئے دیدہ امی آئی ــــ لے دل و دیدہ فدایت زکجا می آئی

دیدہ وا ہمہ لحمہ بہارآغوش است ــــ چشم بد دور عجب عقدہ کشا می آئی

آپ اور مجھ سے یہاں آنے کی رخصت طلب فرمائیں! کیا شبنم سبزۂ پامال سے
دریافت کرکے اس کو نہال کرتی ہے، کیا آبِ نیساں صدفِ تشنہ کام سے پوچھ کر
اس کی پیاس بجھاتا ہے، کیا نسیمِ صبح کلیوں سے استمزاج کرکے انکو شگفتہ کرتی ہے
کیا بارش کا چھینٹا کھیتوں سے اجازت طلب کرکے ان کو سیراب کرتا ہے؟
کہیں وہ ساعت تو آئے جب آپ زحمتِ پارنجہ فرمائیں،

اے ہزاراں دیدہ در راہِ تو خاک

―――― ۴۳ ――――

آخر تم بھی انہیں سی کہنے لگے نا! سچ ہے

کہیں پرسشِ داد خواہاں نہیں،

اُن سے تو نہیں لیکن تم سے پوچھوں گا کہ میں نے کب ان کی شکایت کی اور اُنکے
اخلاق پر کب نکتہ چینی کی ـــ مجھے معلوم ہے کہ اُن کو کس نے باور کرایا اور یہ بھی
جانتا ہوں کہ اس میں کونسی مصلحت کارفرما تھی،

کبھی ملاقات ہوئی تو روبرو گفتگو ہوگی اور اُس وقت تمہارے اور اُن کے
دونوں کی "چشمِ منفعل" کا لطف اٹھاؤں گا ـــ افسوس ہے کہ باوجود ایک زمانے تک
ساتھ رہنے کے تم نے ابھی تک نیاز کو نہیں پہچانا

اگر آزاد سا درویش نظر نہیں آتا   تو جا اور جا کر ابوالارث کو سمجھا، [illegible]

———— ۴۸ ————

مکرمی میر صاحب قبلہ!

کل آپ کا خط کامل میاں کے ذریعے سے پہنچا۔ تجویز مناسب ہے لیکن تدبیر غلط ــــ وہ اس لیے کہ آپ کو ایسی لڑکی مشکل ہی سے کہیں مل سکتی ہے اور یہ اس لیے کہ میرے ذریعے سے کام بجائے بننے کے اور بگڑ جائے گا ــــ آپ کے نزدیک میں کتنا ہی صائب الرائے کیوں نہ ہوں، لیکن وہاں تو میری کوئی عزت و وقعت نہیں

جب تک اُن کے حلقۂ ارادت میں بیٹھ کر مسلسل ایک چلہ تک توجہ حاصل نہ کروں برابر ایک عشرہ تک ختم خواجگان میں شریک نہ ہوں، تہجد و اشراق ادا نہ کروں، ان کا اعتبار حاصل کرنا دشوار ہے اور یہاں یہ عالم ہے کہ سوائے صحبت سماع کے ان کے کسی اور شغلہ کا قائل نہیں،

پھر آپ ہی فیصلہ کیجیے کہ ان کے دل میں جگہ کرنے کے لیے یہ "مغتنوان" مجھ سے کیونکر طے ہو سکتا ہے ــــ وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں، میرے ساتھ اتنی خصوصیت رکھتے ہیں کہ گھر میں پردہ بھی نہیں ہوتا، لیکن جانتا ہوں کہ اُنکی نگاہ میں ایک "مرد ناہنجار" سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا ــــ اِس لیے

میری تحریک وتائید مفید نہیں ہوسکتی، آپ خود براہ راست کیوں نہ اس سلسلہ کو چھیڑیں؟

لڑکی کو روز دیکھتا ہوں اور اس کے عادات واطوار سے واقف ہوں ـــــ

صورت کا سوال بیکار ہے کیونکہ حُسن وجمال اُس گھرانے کی مشہور خصوصیت ہے

علمی قابلیت کا یہ حال ہے کہ فارسی وعربی دونوں زبانوں میں ادیبانہ مہارت

رکھتی ہے ـــــ امورِ خانہ داری کا سلیقہ اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ تنہا

اتنے بڑے خاندان کا انتظام اپنے سر لیے ہوئے ہے ـــــ بہرحال اس کمسنی میں

ایسا ہوش وگوش، بالکل خداداد بات ہے،

آپ کے صاحبزادے چونکہ جدید تعلیم یافتہ ہیں اسلیے ممکن ہو ان صفات میں کوئی کشش محسوس نہ کریں لیکن اتنا جانتا ہوں کہ اگر ایک بار دیکھلیں تو گھبرا کے سجدے ہی میں گر پڑیں،

آپ اُنہیں لکھیے تو سہی، دیکھیے کیا صورت پیدا ہوتی ہے،

ـــــ ۸۵ ـــــ

جانِ من!

جانے بھی دو کیوں مُنہ کھلواتے ہو،

ایں رشتہ بہ انگشت نہ پیچی کہ دراز ست

میں کہوں گا یوں، تم کہو گے یوں نہیں یوں — اس سے فائدہ ؟ نہ تم میری سنو گے نہ میں تمہاری مانوں گا، خواہ مخواہ وقت ضایع ہو گا اور دل مکدر ہو جائینگے میں اعتراف جرم کیے لیتا ہوں، آپ سزا تجویز کیجیے، اسکے بعد اگر مرافعہ یا اپیل کا خیال بھی دل میں لاؤں تو دار پر چڑھا دیجیے — اس سے زیادہ آپ اور کیا چاہتے ہیں،

اب تو خوش ہو بے وفا تیرا ہی لے کہنا کیا

—— ۸۶ ——

مکرمی !

کل رات سے اسی فکر میں تھا کہ آپ کا معاملہ کیونکر سلجھے —— آخر کار قدرت نے مدد کی اور یہ معمہ آپ ہی آپ حل ہو گیا یعنی صبح کو دفعتاً [redacted] خان صاحب تشریف لائے، اور ایک ایسا کام لے کر آئے جس کی تکمیل صرف مجھ پر منحصر تھی، —— میں نے پوچھا اس کا معاوضہ کیا مرحمت ہو گا — کہنے لگے جو آپ فرمائیں میں نے کہا تحریر دیجیے، انہوں نے لکھ دیا — وہ تحریر ابھی کو مذاق ہی سمجھے تھے 15,000/- —— لیکن جب میں نے نہایت سنجیدگی سے آپ کے معاملہ کو پیش کیا تو [redacted] دیر تک سوچتے رہے لیکن زبان دے چکے تھے [redacted] — مجھے اطمینان ہو گیا ہے آپ بھی مطمئن ہو جائیے۔

— ۸۷ —

عزیزم!

کل شام کا لطیفہ سنو، تمہارے خالِ مکرم تشریف لائے اور اس شان سے کہ تسبیح ہاتھ میں تھی اور کفنی گلے میں، مَیں حیران کہ خدایا میں نے کب دعوائے نبوت کیا تھا جو جبریل کا نزولِ اجلال ہوا، میں نے اپنے گم کردہ راہ ہونے پر کب اظہارِ تاسف کیا تھا کہ جناب خضر تشریف لے آئے! — باور کرو میں نے ان کو پہچانا ہی نہیں، سرو قد تعظیم دی، دست بوسی کیلیے آگے بڑھا، جسم کا ریشہ ریشہ کانپ رہا تھا کہ کہیں یہ "سامری" افسوں پڑھ کر خاکستر نہ کر دے — دفعۃً وہ مسکرا پڑے اور میں نے ان کے طلائی دانت دیکھ کر فوراً پہچان لیا،

حیران تھا کہ خدایا یہ کیا انقلاب ہے، وہ شخص جو وضعِ مغربی کا آشنا دلدادہ ہو اس حد تک بھیانک بن جائے، وہ شخص جس نے بھول کر کبھی خدا کا نام نہ لیا ہو وہ بالکل زمزمی بنا ہوا سامنے آئے!

میں نے پوچھا "حضرت! یہ کس نگاہ کا کرشمہ ہے؟ کس جلوۂ بے محابا کی کارفرمائیاں ہیں"؟ اسے یہ سننا تھا کہ ان پر تو حال طاری ہو گیا، لاحول ولا قوۃ، میں کس قدر پچھتایا کہ میں نے کیوں اُن سے یہ پوچھا، وہ نیم بسمل کبوتر کیطرح لوٹ رہے تھے

اور میں پریشان کہ کہیں ان کا دم نہ نکل جائے آخر کار زبردستی انکے ہاتھ پانوں باندھ کر پانی کے چھینٹے دیے، نخلخہ سونگھایا تو انہیں ہوش آیا،

عجیب آدمی ہو تم نے اس سے قبل کبھی اطلاع ہی نہیں دی کہ اُن پر صرع کا دَورہ پڑنے لگا ہے ـــــ وہ تو بتائیں گے نہیں، نہ اُنسے میں پوچھوں گا لیکن تمہیں لکھو کہ وہ کب سے اس مرض میں مبتلا ہیں اور ماجرا کیا ہے

میں نے بہت روکا لیکن چلے گئے، غالبًا پیر صاحب کی خانقاہ میں ٹھہرے ہوے ہیں، اگر ان کو گھر لے جانا ہے تو فورًا چلے آؤ اور تار سے مجھے اطلاع دو،

ـــــــــ ۸۸ ـــــــــ

صدیق مکرم!

نامۂ گرامی ملا ـــ اس پرسش حال کا شکریہ عرض کرتا ہوں ـــ حقیقت یہ ہے کہ آپ ایسی ہستیاں دنیا میں بہت کم نظر آتی ہیں ـــــ خدا آپ کو اسوقت تک صحیح و سلامت رکھے، جب تک ہم ایسے "جراحت خوردہ" دل موجود ہیں،

بیشک مجھ سے غلطی ہوئی اور میں اس غلطی پر حد درجہ نادم ہوں کہ آپ کو اپنے حال سے بے خبر رکھا، لیکن صرف اس خیال سے کہ خواہ مخواہ آپکو تکلیف ہوگی خاموش رہا۔ اب تفصیل سُن کے کیا کیجیے گا، اجمالًا یوں سمجھ لیجیے کہ مر کر دوبارہ زندہ ہوا ہوں

خاک، باد، آب و آتش چار عناصر مشہور ہیں اور ان کے ذریعے سے جو انتہائی مصیبت کسی شخص پر آسکتی ہے وہ سب جھیل چکا ہوں ۔ رات کا وقت ہو اور جاڑوں کا زمانہ، کتاب دیکھتے دیکھتے سو جاتا ہوں، لمپ بھڑک اٹھتا ہے اور آگ پھیل کر، لحاف، توشک اور تکیوں کو نصف سے زیادہ جلا دیتی ہے لیکن میں بے خبر سوتا رہتا ہوں، آنکھ کھلتی ہے جب کمرہ کے اندر دھواں گھٹ کر پھیپھڑے کو کاربن سے بھر دیتا ہے، بچنے کی کیا صورت تھی، لیکن جسم گرم بھی نہیں ہوتا جلنا کیا معنی ـــ یہ واقعہ رام پور کا ہے

اب خاک اور مٹی کی گرفت کو دیکھیے کہ دورہ سے مودہا گھوڑے پر جا رہا ہوں راستے میں جاگیر بیری سے نکل کر جب دریا عبور کرتا ہوں تو ساحل کے ایک نالہ پر پہنچ کر گھوڑا دفعتہً "چور بالو" میں غرق ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ گردن تک غائب اور میں کمر تک، اب یہ یاد نہیں کہ کیونکر جان بچی۔

اب ہوا کا معاملہ سنیے ـ اپنے وطن فتح پور میں ہوں اور آموں کے باغ میں ادھر ادھر پھر رہا ہوں کہ دفعتہً ہوا کا طوفان آتا ہے اور بڑے بڑے درخت اکھڑ اکھڑ کر گرنے لگتے ہیں، میں ایک شاخ سے لپٹ جاتا ہوں وہ شاخ ٹوٹ کر گرتی ہے اور اس پر سارا درخت چرچرا کر آجاتا ہے لیکن میں صحیح وسلامت رہتا ہوں

پانی کی مصیبت سنیے کہ بارش کا زمانہ ہے اور میں مرادآباد سے رامپور آرہا ہوں "رام گنگا" کو کشتی کے ذریعے سے عبور کرتا ہوں اور بیچ دریا میں پہونچ کر کشتی کا تختہ توڑ کر پانی کی موٹی دھار بلند ہوتی ہے ـــ ملاح اور تمام مسافر پانی نکال رہے ہیں لیکن کسی طرح کم نہیں ہوتا آخر کار ساحل تک پہنچتے پہنچتے وہ غرق ہوتی ہی اور سوائے میرے سب ڈوب جاتے ہیں ـــ ایک اور واقعہ سنیے جس میں چاروں عناصر کی متفقہ قوت ہلاک کرنا چاہتی تھی ـــ میں فتحپور سے الہ آباد جا رہا ہوں اور دو اسٹیشن آگے چل کر دوسری گاڑی کے انتظار میں ہماری گاڑی کھڑی ہو جاتی ہے ۔ آدمی پٹری بدلنا بھول جاتا ہے اور تصادم ہو جاتا ہے پھر وہ شخص جس کی سخت جانی کا علاج فطرت کی یہ قہرمانی قوتیں بھی نہ کر سکیں اس پر معمولی امراض کے دورے کیا موثر ہو سکتے ہیں ـــ یقیناً میری حالت بہت نازک ہو گئی تھی ، بحران و ہذیان سبھی کچھ تھا لیکن مقابلے میں آخر کار مجھ ہی کو فتح نصیب ہوئی

آپ مبارکباد دیتے ہیں اس لیے خوش ہوا جاتا ہوں ، ورنہ جانتا ہوں کہ اب فطرت کوئی ایسا زبردست حربہ استعمال کرنے والی ہے کہ نہ آپکی دعائیں کام آئینگی ورنہ میری سخت جانیاں ،

بہرحال ابھی تو زندہ ہوں اور مرنے کے بظاہر کوئی آثار موجود نہیں، لیکن آخر کب تک، جس خدا نے حسینؑ کو شہید کرا دیا وہ مجھ ایسے معمولی انسان کو کیوں چھوڑنے لگا،

—— ۸۹ ——

مخدومی!

آپ نے میری تجویز کو غور سے پڑھ لیا، شکریہ لیکن بندہ نواز یہ تو بتائیے کہ اب یہ سوال کیسا کہ میں کیا چاہتا ہوں — کیا میری اسکیم سے اس کی وضاحت نہیں ہوتی — بہرحال یوں آپکی سمجھ میں نہیں آتا تو اس طرح سمجھ لیجئے کہ

شراب خوارہ تنے چند ہم از احباب

مجھے پیر مغاں بننے کا شوق نہیں صرف گدائے میکدہ رہنا چاہتا ہوں — اس لیے پیش پیش رہنا میرے بس کی بات نہیں "عقب سرکار" چلنے کی ہمت ضرور ہے سپاہی زادہ ہوں اس لیے سردار کے حکم پر جان دینے کا بھی ڈھب آتا ہے اور لینے کا بھی لیکن یوں مجھ سے کچھ نہ ہوگا — جاہل بھی ہوں اور کاہل بھی

اگر یہ منظور ہو تو کسی دن آجائیے یا مجھے بلا لیجیے — شرکا کی فہرست آپ ہی مرتب کیجئے، مجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں — ختم خواجگاں تو ہے نہیں کہ

پہلے شریک ہونے والوں کی داڑھیوں کا جائزہ لیا جائے، یہ تو رندوں کا مجمع ہی رندی کی باتیں ہیں، جس کے منہ سے "بادہ دوشینہ" کی بُو آئے اُسے کھینچ لیجیے اور ایک جام اور اس کے منہ کو لگا دیجیے،

ہاں، تو بتائیے اس کے لیے کونسی تاریخ مناسب ہوگی؟

——— ۹۰ ———

اسے

ہوش کی باتیں کرو، خدا اگر چنگیز و ہلاکو نہیں تو حاتم طائی اور جعفر برمکی بھی نہیں! نہ اس کو تمہاری عبادت کی پرواہ نہ میری سرکشی کی، یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ وہ تمہارے سجدہ کرنے سے خوش ہوتا ہے اور میری شراب خواری سے پیشانی پر شکنیں ڈال لیتا ہے، عجیب عقلمند ہو،

بسا کہ رونقِ یک کارخانہ کم نشود
زنہد ہم چو توئی یا زفسق ہم چو منی

نہ تم نمازیں پڑھ پڑھ کر کوئی تبکدہ مسمار کر سکتے ہو اور نہ میں اپنی بت پرستیوں سے کعبہ ڈھا سکتا ہوں، اس دربار میں نہ جنید و شبلی کیلیے خاص رعایت ہے نہ بہرام و جمشید سے کوئی عداوت ــــ چند دن کی زندگی کو اس کوفت میں بسر کر دینا کہ معلوم نہیں

حشر میں کیا معاملہ ہو، سخت نادانی ہے، کسی کا دل نہ دکھاؤ اور جو جی میں آئے کرو

مباش در پئے آزار و ہرچہ خواہی کن

آپ نے دنیا ترک کر دی بُرا کیا، دوسروں کو بھی یہی تعلیم دیتے ہو اور زیادہ بُرا کرتے ہو۔ تم نااہل و بُزدل ہو تو ساری دنیا کو کیوں ایسا سمجھتے ہو

تم چاہتے تھے کہ رندی و بادہ آشامی کی حقیقتیں اس قدر آسانی سے تم پر کھل جائیں! معقول!!

اِک عمر چاہیے کہ گوارا ہو نیشِ عشق
رکھی ہے آج لذتِ زخمِ جگر کہاں

میں اس نئے رنگ میں تمہیں دیکھنے کا آرزو مند ہوں! اپنے مولی سے پوچھ کر ایک دن یہاں بھی نعرۂ "یا ہو" لگا جاؤ۔۔۔ ممکن ہے میں بھی ڈر کر، سہم کر تمہارے قدموں پر گر پڑوں، یوں زبانی وعظ و پند سے تو کام چلنے کا نہیں

—— ۹۱ ——

کجائی اے بتِ ناہید نغمہ ہاں مضراب!

کل سے بارش ہو رہی ہے اور یہاں کی وادیاں، یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں زمرد حل کر کے بھر دیا گیا ہے،

ہوا کا ہر ہر جھونکا، خم کے خم لیے پھرتا ہے اور کوئی پینے والا نہیں، مینھ کا
ہر ہر قطرہ نغمۂ جاں سے لبریز ہے اور کوئی اس کا سننے والا نہیں
اب سمجھ لو کہ میری بیتابی کا کیا عالم ہو گا، اور تم کس قدر یاد آرہے ہو گے ۔۔
آنا ہے تو آجاؤ، ورنہ پھر شکایت نہ کرنا کہ بغیر کہے سُنے کپڑے پھاڑ کر کسی طرف کو نکل گیا

۹۴

قبلہ!

ذرا میری اس سادگی کو ملاحظہ فرمائیے، آپ کے ظلم کی فریاد آپ ہی سے کرتا ہوں

مرہم از لبہاش می جوئید بر جان فگار
وائے بر ریشے کہ آں را از نمک مرہم کنند

میں نے اس وقت تک کبھی عقلمند ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، اس لیے جانتا ہوں
کہ بے وقوف بھی زندہ رہنے کا حق رکھتے ہیں اور کبھی کبھی تو ایسی پرلطف زندگی
بسر کر جاتے ہیں کہ جواب نہیں،

آپ چونکہ ماشاءاللہ بڑے صاحب عقل و فراست ہیں اس لیے غالباً میری
اس انتہائی حماقت کی داد دیں گے، سنیے اور کان کھول کر سنیے کہ میں نادان
ضرور ہوں لیکن، بچہ نہیں اور آپ باوجود "ہمہ علائے کبریائی" ہنوز بچہ ہیں

معاف فرمائیے آپ نے سخت غلطی کی کہ میرے ان کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کی اور خواہ مخواہ مجھے خطا وار ثابت کرکے میری طرف سے معذرت بھی کرلی ، آپ نہ اُن سے اچھی طرح واقف ، نہ اُن کے جذبات سے آگاہ ــــ آپ اپنا سر بھی کاٹ کر سامنے رکھ دیں گے تو اُن کا خبثِ باطن کبھی دور نہیں ہوسکتا اور مجھ سے آپ واقف ہی ہیں کہ گردن تو کٹوا سکتا ہوں لیکن سر نہیں جھکا سکتا ، اگر آپ یہ نہیں چاہتے کہ میں ان کو خط لکھ کر سارا حال ظاہر کردوں تو براہِ کرم خود اُن کے پاس جاکر صاف صاف کہہ دیجیے کہ آپ نے جو کچھ کیا وہ بغیر میرے استمزاج کے کیا اور نہ میں ایک لمحہ کے لیے بھی معذرت کے لیے تیار نہیں ، آپ نے جس قدر تکلیف مجھ کو پہنچائی ہے ہر چند اس کی تلافی تو اس طرح بھی نہ ہوگی لیکن خیر میرے جذبۂ خودداری کی ایک حد تک تسکین ہوجائے گی اور اُن کو اپنے پندار پر زیادہ مسرور ہونے کا موقع نہ ملے گا ،

ــــــــ ۹۳ ــــــــ

عزیزم !

تمہاری شاعری سے تمہیں کوئی فائدہ ہو یا نہ ہو لیکن مجھے ضرور ہے اور وہ یہ کہ اس بہانے سے کبھی کبھی تمہاری خیریت معلوم ہوجاتی ہے ــ مجھے تو یاد نہیں پڑتا کہ

تم نے کبھی کوئی خط ایسا لکھا ہو جس میں کوئی غزل ملفوف نہ ہو اور اصلاح کی خواہش نہ کی گئی ہو — پھر اسی کے ساتھ میں تمہارے صبر و استقلال کا بھی قائل ہوں کہ میں نے کبھی تمہاری خواہش پوری نہیں کی لیکن تم نے کبھی مایوس ہو کر اس سلسلہ کو ختم نہیں کیا — تاہم یہ سوچتا ہوں کہ آخر کب تک میں ٹالتا رہوں گا اور تمہیں کب سمجھ آئے گی کہ میری خاموشی کو اور کچھ نہیں تو میری نااہلی ہی پر محمول کرو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں شعر و شاعری ایک زمانہ ہوا ترک کر چکا ہوں اور مشکل ہی سے کسی کا کوئی شعر مجھے پسند آتا ہے۔ اس کو میرے معیار کی بلندی کہو، خبط کہو، جیسی سے تعبیر کرو، بہرحال جو کچھ سمجھو، واقعہ یہ ہے کہ میرا دل اس فن سے اچاٹ ہو چکا ہے اور دل و دماغ کے سامنے اور اتنے اہم مشاغل موجود ہیں کہ اس طرف توجہ کرنیکا موقع ہی نہیں ملتا — پھر اسی کے ساتھ جب تمہاری غزلوں کو دیکھتا ہوں تو اُن میں اصلاح کی بھی کوئی گنجائش نہیں پاتا، کیونکہ اصلاح کا مقصود تو جابجا اسقام کو دور کرنا ہے، لیکن جس غزل میں تلاش سے بھی کوئی معقول بات نظر نہ آئے اسکی اصلاح تو صرف اسی طرح ممکن ہے کہ از سرِ نو دوسری لکھ دی جائے، پھر بتاؤ! کیا تم مجھے سودا ہے کہ میں خواہ مخواہ تمہیں غزلیں کہہ کہہ کر دیا کروں اور تمکو فریب نفس میں مبتلا کروں جس کی خیر سے یوں بھی تم میں کوئی کمی نہیں — پاگل ہوئے ہو

اپنا کام کرو اور اس خبط کو چھوڑ دو، نہ تمہاری تعلیم پوری، نہ تمہاری صحبت معقول نہ تمہارا ماحول ٹھکانے کا، پھر جو یہ خبط تم پر سوار ہے تو کیوں؟

اگر تم کو میرے ساتھ کوئی علاقہ ایسا ہے جو کبھی کبھی خیریت لکھنے اور دریافت کرنے پر مجبور کر سکتا ہے تو اس قسم کی مراسلت میرے لیے یقیناً باعث مسرت ہو سکتی ہے لیکن محض "غزل بازی" کے لیے کیوں اپنے پیسوں کا اور میرے دل کا خون کرتے ہو؟

۹۴

میر صاحب قبلہ!

خط ملا، دل پُرسی کا شکریہ، آپ مجھ سے تفصیل چاہتے ہیں حالانکہ مجھ میں اجمال کی بھی تاب نہیں ــــ آپ کے جواں بخت و جواں سال تلمیذ اجل یعنی آپ کی مملکت شعر و سخن کے "مہاراجکمار" کی تحریر جو انہوں نے اپنے گڑھ لکھی تھی میرے پاس بھیج دی گئی ہے، کیا کیا گل افشانیاں کی ہیں کیا کیا "بہ رشِ تیغ جفا" پر ناز فرمایا ہے جلّ و صلّ

ان کو میرے آپ کے تعلقات معلوم، وہاں میری پوزیشن ان پر روشن علاوہ بریں اس تمام ماحول سے آگاہ جس میں زندگی بسر کر رہا ہوں، لیکن اللہ رے غرورِ حسن و جوانی کہ بیدھڑک پیغام بھیج دیا، اور میری برائی میں اپنی

کامیابی سمجھ کر جھوٹ کا طومار باندھ دیا۔ یقیناً میں اس تعلق کا مخالف تھا اور ہوں لیکن خدا را اُن سے پوچھیے کہ اس سے خود میری کیا غرض متعلق تھی

اُنھوں نے میرے رُسوخ سے خواہ مخواہ جذبۂ رقابت پیدا کرلیا اور ظاہر ہے کہ "رقیب روسیاہ" کو ایک شاعر گالیاں نہ دیگا تو اور کیا کریگا ______ بہرحال اِس سے میرا نقصان تو سوائے اِس کے اور کچھ نہ ہوا کہ تھوڑی سی ندامت و خفت اٹھانا پڑی، لیکن اُن کے لیے کامیابی کی اب کوئی ادنیٰ سی صورت بھی باقی نہیں رہی ___ کہیے تو اُن کا اصل خط روانہ کردوں؟

آپ کے تو وہ محبوب شاگرد ہیں، آپ ہی سمجھائیے کہ جوانی میں تھوڑا سا دیوانہ پن تو خیر ہونا ہی چاہیے، لیکن یہ "سیاجی پن" کیسا؟

______ ۹۵ ______

گفتی کہ چرا حالِ دلِ زار نہ گوئی
من خود کنم آغاز بپایاں کہ رساند

آپ کیا اِس سے زیادہ تفصیل چاہتے ہیں اس سے زیادہ سننے کے متمنی ہیں؟

آہ ....

اک دھوپ تھی کہ ساتھ گئی آفتاب کے

یہ نہ پوچھیے کہ جو کچھ ہوا کیونکر ہوا بلکہ یہ پوچھیے کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے
مجھ میں تو اتنی سکت بھی نہیں کہ مستقبل کی تاریکی کا خیال تک دل میں لا سکوں،
جی چاہتا ہے کپڑے پھاڑ کر کسی ایسی دنیا میں چلا جاؤں جہاں کم از کم آزادی سے
رہ تو سکوں ـــــ یہاں تو یہ بھی ممکن نہیں ـــــ دم گھٹتا ہے، جی الجھتا ہے،
اس کے خیال سے اُس کے خیال سے ساری دنیا کے خیال سے ـــــ
پھر لطف یہ کہ مجھے خاموش دیکھ کر بعض تنگ دل کہتے ہیں، بعض صبر و ضبط کی داد
دیتے ہیں۔ اور یہ خبر کسی کو نہیں کہ جب کلیجہ سے دھواں سا اٹھتا ہے تو میرا کیا عالم ہوتا ہے
آپ فرماتے ہیں کہ چند دن کے لیے کسی اور جگہ چلا جاؤں، مشورہ مناسب ہے
لیکن کوئی تدبیر ایسی بتائیے کہ دل و دماغ میرے یہیں رہ جائیں، ورنہ یوں کہیں
جانا بیکار ہے،
جانتا ہوں کہ رفتہ رفتہ یہ غم بھی کم ہو جائے گا، چند دن اور اس نیش کی لذت اٹھا لینے دیجیے

ـــــ ۹۶ ـــــ

خوب انداز بیان ہی وہ چیز ہے جس سے شاعر کے صحیح جذبات کا پتہ چلتا ہے
بولنے میں لب و لہجہ اور آواز کے اتار چڑھاؤ سے مفہوم کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے، لیکن
تحریر میں تو یہ کام انداز بیان ہی سے لیا جا سکتا ہے،

فارسی میں خدا جانے کتنے غزل گو شعرا گزر چکے ہیں، لیکن جذبات محبت کو پوری صداقت و سادگی کے ساتھ بیان کرنے میں سعدی کی انفرادیت اپنی جگہ قائم ہے یہی حال اردو میں میر کا ہے، پھر یہ کرشمہ انداز بیان کا نہیں تو کس بات کا ہے؟

مومن کا رشک آمیز سوز، غالب کا شوخ و ذہین تعشق، خواجہ میر درد کی والہانہ ربودگی، ان سب کی تفریق، انداز بیان ہی سے تو ہوتی ہے، ورنہ کون سا ذریعہ تعیین و امتیاز کا ہے ——— اسی لیے میں نے کہا کہ ایک نقاد کا مختلف "اسالیب بیان" سے آگاہ ہونا اور ان کو دیکھ کر شاعر کے جذبات پر حکم لگانا نیکی اہلیت کہنا از بس ضروری ہے

جلوے مری نگاہ میں کون و مکاں کے ہیں
مجھ سے کہاں چھپیں گے وہ ایسے کہاں کے ہیں

کتنا پیارا شعر ہے، لیکن اس کو صرف نقاد ہی سمجھ سکتا ہے کہ پہلا مصرعہ صرف مطلع بنانے کے لیے لکھا گیا ہے ورنہ صحیح رنگ تغزل کا اقتضا کچھ اور تھا، آپ کسی کے سامنے صرف دوسرا مصرعہ پڑھیے تو وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہوگا کہ شاعر نے اس میں اپنے محبوب کا ذکر کیا ہے جو اسی دنیا سے متعلق ہے، لیکن جب آپ پورا شعر پڑھیں گے تو اس کا خیال دوسری طرف منتقل ہو جائے گا،

اور دوسرے مصرعہ کا خطاب جو پہلے اس نے سمجھا تھا اب بالکل بدلا ہوا نظر آئیگا کیونکہ دنیاوی محبوب کا تعلق نہ کون و مکاں سے ہے اور نہ کاروبارِ محبت میں اس کے ذکر کی ضرورت — اس لیے یہ شعر تو اپنی جگہ مکمل ہے لیکن اس رنگ سے ہٹا ہوا ہے جو دوسرے مصرعہ کا اقتضا تھا اور یہ فرق پیدا کر دیا صرف لفظ جلوہ اور کون و مکاں نے — اگر پہلے مصرع سے کچھ اس طرح کا مفہوم پیدا ہوتا کہ

وہ میری روح میں ہیں، نظر میں ہیں، دل میں ہیں

یا — دل میں بسے ہوئے ہیں، نظر میں بسے ہوئے

یا — اپنی نگاہِ شوق پہ ہے مجھ کو اعتماد

تو یہ شعر حدودِ تغزل میں رہتا گو اعلیٰ معیار کا پھر بھی نہ ہوتا، کیونکہ دوسرے مصرعہ کے اندازِ بیان میں جو انانیت و طنز پنہاں ہے وہ شعر کو بلندی کی طرف سے پستی کی طرف کھینچ رہا ہے۔

تقریباً اسی مفہوم کا ایک شعر عربی کا یاد آگیا، دیکھیے اسی جذبہ کو کس والہانہ انداز سے ظاہر کیا ہے

جَمَالُكَ فِي عَيْنِي وَحُبُّكَ فِي قَلْبِي

وَذِكْرُكَ فِي فَمِي فَأَيْنَ تَغِيبُ

یعنی — اے تو وہ کہ تیری صورت آنکھوں میں بسی ہوئی ہے، تیری محبت دل میں

سمائی ہوئی اور تیراندکر ہر وقت زبان پر ہے تو کہاں مجھ سے چھپ کر رہ سکتا ہے،
اب غور کیجیے کہ اندازِ بیان نے اسی مفہوم کو کہاں سے کہاں پہونچا دیا
سودا اس کے اس دوہے کو دیکھیے،

ہاتھ چھڑائے جات ہو نبل جان کے موسے
ہردے میں سے جاؤگے تو مرد بدونگی توسے

یعنی ـــ مجھے کمزور جان کر زبردستی ہاتھ چھڑا کے چلے جا رہے ہو لیکن میرے
دل سے نکل جاؤ تو جانوں کہ بڑے مرد ہو" ہرچند اس میں بھی ہلکی سی کیفیت طنز کی ہو
لیکن اندازِ بیان نے اس میں بھی خاص قدادگی پیدا کر دی ہے

بہرحال میری رائے تو یہی ہے کہ شاعری میں اصل چیز اندازِ بیان ہے
اگر آپ کے نزدیک بلندیِ مضمون کوئی اور چیز ہے اور سب سے زیادہ اہمیت
وہی رکھتی ہے تو میں کیا کہہ سکتا ہوں، کیا کر سکتا ہوں جبکہ اس زمانے میں غزل کا معیار
تصوف و فلسفہ طرازی کے بہانے سے صرف مہمل گوئی قرار پا گیا ہے

۹۷

بیدل! ہائے بیدل! وائے بیدل!! ـــ آپ نے بھی کیا ذکر چھیڑ دیا
اس کمبخت میں فارسیت ہو یا نہ ہو، لطفِ زبان پایا جائے یا نہ پایا جائے لیکن

اس کا کیا علاج کہ تخئیل کا بادشاہ ہے، ندرتِ بیان کا خدا ہے اور سب سے زیادہ یہ کہ ایک رند ژولیدہ مو ہے، جو لفظ اس کے منہ سے نکلتا ہے وہ دل میں تیرِ دوسناں کی طرح پیوست ہو جاتا ہے

ہر کجا نکہتِ گل پیرہنِ رنگ درد
نیست پوشیدہ، کہ از خود سفرے میخواہد

پھول کو "پیرہنِ رنگ" کہنا اور نکہت کو گل کی "جامہ دری" حسنِ تعبیر کی وہ حد ہے جہاں نہ نظیری کی رسائی ہے نہ حافظ کی اور "از خود سفرے می خواہد" تو وہ انداز بیان ہے جسے بہت سے ناواقف صرف مغربی لٹریچر کی خصوصیت سمجھے ہوئے ہیں۔

نکات و چہار عنصر پر کیا موقوف ہے، اس کا تو ایک ایک لفظ حرزِ جان بنانے کے قابل ہے۔ مثنویاں دیکھیے، رقعات کا مطالعہ کیجیے، قطعات و رباعیات پر سر دھنیے لیکن زبان نہ کھولیے، کون سمجھتا ہے اور کسے سمجھنے کا ہوش ہے وہ خود کہہ گیا ہے کہ ؎

چہ رسد زنشۂ معنوی بہ دماغ بے حس و بے خبر
زپری پیالے اگر کشی بہ دکان شیشہ گراں مبر

۹۸

بندہ نواز!

شکر ہے آپ نے مجھے پوچھا لیکن اُس وقت جب

شایانِ دست و بازوِ قاتل نہیں رہا

پھر تماشہ یہ ہے کہ میری طرف سے "اعتراف" میں کمی ہو گی تو آپ مجھی کو مورد الزام قرار دیں گے، آہ!

کمندِ کوتہ و بازوئے سُست و بام بلند

بہ من حوالہ و نومیدیم گنہ گیرند

واقعہ یہ ہے کہ میں اب کسی قابل نہیں رہا، بندۂ گریختہ نہیں بلکہ بندۂ معذور جان کر میرے پاؤں کی زنجیر کاٹ دیجیے، ارباب کرم کا یہی شیوہ ہے ورنہ یوں مجھے امتثالِ امر میں کیا عذر ہو سکتا ہے، حاضر ہوں گا اور سر کے بل حاضر ہوں گا، لیکن ڈرتا ہوں کہ مبادا میری وجہ سے آپ کی محفل نشاط میں افسردگی پیدا ہو اور ایک داغ ناکامی اور لے کر وہاں سے واپس ہوں،

۹۹

آپ بھی عجیب چیز ہیں — پریشانیوں کی شکایت خدا سے کرتے ہیں جہاں

تاثر وانفعال کا گزر ہی نہیں ہر بد نصیب شخص اپنی جگہ یہی باور کرتا ہے کہ جو مصائب اس پر نازل ہوئے ہیں وہ انتہائی مصائب ہیں اور اس سے زیادہ مظلوم دنیا میں کوئی نہیں ـــــ لیکن اسے کیا خبر کہ قدرت کے ترکش میں کیسے کیسے زہریلے تیر پنہاں ہیں اور وہ کس کس طرح ان سے کام لیتی ہے ـــــ درد و بیچارگی کی کوئی انتہائی صورت قیاس کر لو لیکن واقعتاً اس سے بھی زیادہ الم انگیز صورتیں پیدا ہو چکی ہیں اور ہوتی رہیں گی ـــــ فطرت کا نظام یہی ہے۔

مذہب کی تلقین اس باب میں صرف اس حد تک مفید ہے کہ انسان صبر و ضبط کا عادی ہو جاتا ہے، ورنہ دعا و استجابت دعا معلوم! تدبیر کے بن پڑنے کا نام "قبول دعا" ہے، اور جب کچھ نہیں بن پڑتی تو اہل مذاہب اسکو "مصلحت خداوندی" سے تعبیر کرتے ہیں، یہ سب الفاظ ہی الفاظ ہیں حقیقت کچھ نہیں۔

یقیناً آپ کی مایوسیاں اس طرح اور زیادہ بڑھ جائیں گی لیکن کیا کروں؟ صبر و ضبط کی لایعنی تلقین میرے بس کی بات نہیں۔ میں کیوں وہ بات کہوں جسے کھلا ہوا فریب سمجھتا ہوں مگر ہاں یہ ضرور عرض کروں گا کہ تدابیر سے غافل نہ رہیے دنیا میں جب تک زندہ رہنا ہے اسی طرح مخالف قوتوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا، کبھی آپ کامیاب ہو جائیں گے اور کبھی مغلوب ـــــ لیکن مغلوب ہو جانا ہتیار ڈال دینا نہیں ہے

اسلیے ہاتھ پاؤں چلائے جائیے اور میرے کرنے کی جو بات ہو اس سے مطلع فرمائیے محض غم و غصہ بیکار بات ہے اور دعا اس سے زیادہ بیکار

——— ۱۰۰ ———

محترم!

نامۂ گرامی ملا —— آج کل یہاں کا موسم خودکشی کی حد سے شاید ہی ایک آدھ ڈگری کم ہو، ظاہر ہے کہ نینی تال کے رہنے والے اس وقت بہشت میں ہیں لیکن مجھ کافر کا وہاں گزر کیونکر ہو —— بہر حال جنت والوں کو میرا سلام پہنچے اور حسرت نارسائی —— مضامین کا منتظر ہوں،

——— ۱۰۱ ———

نیاز نوازا اکرم گسترا!

اِس دل پرسی کا شکریہ ادا کروں بھی تو کیونکر جبکہ ہر اعتراف احسان پر آپ کی طرف سے تازہ بارش کرم کے تماشے بارہا دیکھ چکا ہوں اسے حُسنِ طلب نہ سمجھیے، یہ داستان ہے اُس حسنِ عطا کی "جو وجود تمنا" نہیں بلکہ اس کا "اُمکان" بھی کسی دل میں نہیں دیکھ سکتا

کچھ زمانے سے آپ کی صحت کے متعلق متوحش خبریں سُن رہا تھا اسلیے عریضہ

بھیجا تھا لیکن آپ نے باایں ہمہ ضعف و ناتوانی اُلٹی میری ہی تیمارداری شروع کر دی، اگر ایک لمحہ کے لیے بھی مجھے منصب خدائی مل جاتا تو آپ کو معلوم ہے میں کیا کرتا؟ ــــــ خضر و الیاس کی عمریں چھین کر آپ کو دیدیتا اور مولوی کا جذبۂ "بہار افشانی" خود لے لیتا، وہ اس لیے کہ آپ کی حیات آپ کے ولولۂ کرم کا ساتھ دے سکے اور یہ اس لیے کہ بڈھا ہونے کے بعد بھی جوان بنا رہوں،

میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا اور اب مکرر عرض کرتا ہوں کہ چند روز کیلیے تبدیلِ مقام ضروری ہے۔ آپ کے لیے سرد و خشک ہوا کی ضرورت ہے اور موسم سرما میں اس کا موقع بندیلکھنڈ سے بہتر اور کہیں نہیں مل سکتا ــــــ یہ میں اسلیے نہیں لکھ رہا کہ آج کل خود میرا قیام اِس سرزمین میں ہے بلکہ صرف اظہارِ حقیقت و واقعہ مقصود ہے ــــــ یہ جگہ یقیناً ریل سے ۵۰ میل دور ہے لیکن باور کیجیے کہ یہی مسافت آپ کو صحیح توانا بنادے گی ــــــ جس وقت آپ بینا سے نکل کر پہاڑوں کے پُر پیچ راستوں سے ہوتے ہوئے کروندے اور ہار سنگھار کی جھاڑیوں سے گزریں گے تو رنگ و بو سے متاثر ہو کر ایسا محسوس کریں گے گویا فطرت آپ سے سرگوشیاں کر رہی ہے، اپنی آغوش میں لیے ہوئے گدگدی پیدا کر رہی ہے اور آپ کے ماضی و مستقبل دونوں "حال" میں غرق ہو کر رہ گئے ہیں،

پھر ایک بات اور ہے جو صرف کان میں کہنے اور اشارہ سے بتانے کی تھی ——— مگر مجبوراً لکھنا پڑتی ہے ——— کہ حزیں کو بنارس میں ہر "برہمن بچہ" "لچھمن رام" نظر آیا تھا، یہاں قدم قدم پر "سیتا و رادھا" کا سامنا ہے اور اس اہتمام کے ساتھ کہ

بے پردگی دیوانہ طرح نقاب افگندنش

راجپوتوں کی لڑکیاں ہیں ——— بلند بالا، صحیح و توانا، تیوریاں چڑھی ہوئی گردنیں تنی ہوئی، آنکھوں میں تیر، مانگوں میں عبیر، ابروؤں میں خنجر، بالوں میں عنبر، ہاتھوں میں مہندی، ماتھے پر بیندی، ——— اب آپ سے کیا کہوں کیا چیز ہیں ——— قامتِ رعنا کی وہ ادا کہ چمکدار نیزہ بھی شرما جائے، کمر میں وہ لوچ کہ بید کو بھی عار آئے آپ کو واللہ آئیے اور صرف یہ فیصلہ کرنے کے لیے آئیے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس سے زیادہ دیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے یا نہیں ———

——— ۱۰۲ ———

جانِ عالم!

خط ملا، اس برہمی پر نثار ہو جائیے، اس "تو سے نا ہیں بولوں رے" والی ادا کے قربان جائیے ——— نظام رام پوری کا شعر یاد آگیا،

اے جان کہو پھر اُس ادا سے ——— میں آج نظام سے خفا ہوں

کاش ایسا ہوتا کہ بجائے "جانِ عالم" کے میں تمھیں "جانِ نیاز" لکھ سکتا — ہائے رے غالبؔ!

قہر ہو یا بلا ہو جو کچھ ہو
کاشکے تم مرے لیے ہوتے

سچ بتاؤ یہ فن دلربائی تم نے کہاں سے سیکھا، کس سے سیکھا — کسی اور سے بے اعتنائی کا اظہار اور میرے باب میں یہ اعتبارِ ناز! کیوں بناتے ہو؟

ربطِ نہانِ غیر کا پردہ ہے ورنہ آپ
دشمن کے ساتھ صرفہ کریں رسم و راہ میں!

باور کروں تو زندہ کیونکر رہوں اور جھوٹ جانوں تو تم سے تمہارا نیدار کیونکر چھینوں بہرحال خوش رہو کہ

گرچہ ہے کس کس خرابی سے ولے باایں‌ہمہ
میرا ذکر تو تمہاری محفل میں آجاتا ہے۔

ہاں میں الہ آباد گیا اور بالا بالا لوٹ آیا، تم سے نہیں ملا اور قصداً نہیں ملا، کیونکہ جب مجھ پر جنون کا دورہ پڑتا ہے تو آپ کے پاؤں میں مہندی لگی ہوتی ہے، اور جب آپ اس سے فارغ ہوتے ہیں تو میں جیب و دامن کی فکرِ رفو میں مصروف ہوجاتا ہوں جانے بھی دو، کیوں ستاتے ہو، کیوں دل دکھاتے ہو؟

تمہیں اٹھکھیلیاں سوجھی ہیں ہم ......"

جانتے ہو اور خوب جانتے ہو کہ مجھ پر طعن و تشنیع کا اثر بالکل نہیں ہوتا کیونکہ میری ہستی خود فطرت کا ایک "طنز" ہے اس لیے اپنی "پُرکاری" کا ہدف کسی اور کو بناؤ مجھے تو صرف تمہاری وہ "سادگی" درکار ہے جو غالباً اب کبھی میسر نہیں آسکتی ــــ خدا حافظ،

—— ۱۰۳ ——

مولانائے محترم !

ممکن ہے اس ترکیب کو آپ غلط یا ثقیل قرار دیں لیکن آپ کی شخصیت کا "بھاری بھرکم پن" ظاہر ہی نہیں ہو سکتا، جب تک لفظ مولانا کے ساتھ کسی دوسرے شاندار لفظ کا اضافہ نہ کیا جائے ــــ حقیقت یہ ہے کہ آپ کا دم بھی غنیمت ہے اور ہم تو خیر غنیمت ہئیں درین گنبد سپہر ! !

فطرت کا کھلنڈرا پن اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ ہم رندوں کی جماعت میں آپ سا "مولانا" بھی اس نے شامل کر دیا ــ یعنی صورت کے لحاظ سے "مولانا" اور سیرت کے لحاظ سے "مولانا تر" ! اللہ رحم کرے ہم اور آپ دونوں پر ــــ کیونکہ آپ کا ہم جیسا ہو جانا یا ہمارا آپ جیسا بن جانا دنیا کا سخت سانحہ ہوگا، اور کسی نہ کسی دن یہ ہو کر رہنا ہے ــ

آپ کا خط ملا، پیارے مولانا، یہ کیا خبر سنائی کہ آپ ہجرت کر کے اجمیر جا رہے ہیں ہائے مولانا! وائے مولانا!! ارے بھائی کچھ تو وصیت کیے جاؤ کہ ہم لوگ کاشی پہنچکر تمہاری یاد کس طرح تازہ کریں ـــــ وہاں کی گلیوں میں ٹھوکریں کھا کھا کر یا دریا کے کنارے جام مے لنڈھا لنڈھا کر ـــــ

ہائے، ہائے، وہ کون ظالم ہے جس نے آپ سے کہہ دیا کہ اجمیر کی طرف سینگ خوب سماتے ہیں، یہ کس نے آپ کے دماغ کو چکرا کر مغرب سے مشرق کی طرف پھیر دیا ہمارے وہ شقی کون ہے جو ہمارے امام کو ہم سے چھینے لیے جا رہا ہے

یا اسفا ! وا اسفا !!

یہ ہمیں یقین ہے کہ آپ جائے بغیر رہیں گے نہیں اسلیے خدا کیلیے ادھر ہی سے ہوتے جائیے اور ایک بار اور صورت دکھا دیجیے، کیونکہ معلوم نہیں وہاں پہونچکر کثرت انوار سے آپ کی صورت و شکل کیسی بن جائے۔

نوکری تو غالبًا چھوڑ دی ہو گی، اور بیوی بچوں کو بھی زہر دیدیا ہو گا، اچھا ہے اللہ اس آزادی اور آزادہ روی کو قائم رکھے حقیقت یہ ہے کہ یہ آسمان و زمین آپ ہی ایسے حضرات کے دم سے قائم ہیں ورنہ ہم شیاطین نے تو انکے تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔

ارشاد ہو تو ایک گیرواتہمد یہاں سے رنگوا کر بھیجدوں اگر بالا بالا چلے جانے کا ارادہ ہو ——
کشکول تو خیر اجمیر ہی میں اچھا ملے گا

—————— ۱۰۴ ——————

ہاں بھئی —— آج کل طبیعت بہت مضمحل ہے اور کسی سے بات کرنے کو بھی جی نہیں چاہتا، لکھنا پڑھنا کیسا؟ آپ کے خط میں چونکہ ایک ضروری بات قابل جواب تھی اس لیے مجبوراً لکھنا پڑا۔

عزیز من! میں اس امر میں آپ سے متفق نہیں کہ پیر صاحب قصداً آپ کی کاربراری میں حائل ہوئے، لاکھ وہ سب کچھ ہوں جو آپ کہتے ہیں لیکن مکر و فریب کی کوئی مثال ان کی زندگی میں مجھے اس وقت تک نہیں ملی —— ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کی امداد میں تساہل سے کام لیں، یہ بھی ممکن ہے کہ وہ وعدہ کریں اور ٹال جائیں لیکن آپ کی مخالفت یا آپ کی کوششوں کے خلاف سعی و کاوش، ان سے قیامت تک ممکن نہیں

خیر یہ تو وہ بات ہوئی جس کا تعلق اس خود غرض اور حقیقت ناشناس دنیا سے ہے لیکن میں تو یہ کہتا ہوں کہ آپ میں یہ "خوئے التجا" کب سے پیدا ہو گئی۔ پھر جو شخص سوال کا عادی ہو اسے رد و قبول کے مسئلے کو اتنی سنجیدگی سے نہ دیکھنا چاہیے گدائی کرتا ہے تو گداہی کی طرح ان جھڑکیوں کو بھی سنیے جو فطرت انسانی کا معمولی مظاہرہ ہے ——

آپ کو معلوم ہے جب بیدل کو حیدرآباد جانے کی دعوت دی گئی تھی تو اس نے کیا جواب دیا تھا، آپ یقیناً جانتے ہوں گے لیکن میں پھر اسکو دہراتا ہوں مجھے اسکی تکرار میں لطف آتا ہے، اس نے اس دعوت و طلب کے جواب میں صرف یہ شعر لکھ کر بھیج دیا تھا ؎

دنیا اگر دہند نہ خیزم ز جائے خویش
من بستہ ام حنائے قناعت بپائے خویش

یاد رکھیے "قناعت پیشگی" کے معنی تعطل کے نہیں ہیں، بلکہ خود دارانہ غیرت کے ہیں جو انسان کو خود اس کے پاؤں پر کھڑا ہونا سکھاتی ہے۔ "رفتن بپائے مردی ہمسایہ در بہشت" دوزخ سے بدتر ہے

بہرحال جو طریقے آپ نے مقصد براری کے لیے اختیار کیے ہیں وہ ہم ایسے آبرو باختہ، خانماں برباد لوگوں کے لیے مناسب ہوں تو ہوں لیکن آپکے شایانِ شان کسی طرح نہیں ہو سکتے۔

مشہور بات ہے کہ دنیا کو ٹھکرا دیجیے، دنیا آپ کے قدموں پر آ جائے گی، اس میں بھی ترک دنیا کا درس نہیں ہے، بلکہ علوئے نفس اور استغنا کا ہے ——

خیر بات میں بات نکل آئی تو یہ فضول داستان کہنی پڑی اصل مدعا تو صرف یہ کہنا تھا

کہ میر صاحب کی طرف سے آپ کا سوئے ظن درست نہیں، آپکو یقین آئے یا نہ آئے، فی الحال باہر جانے کا ارادہ نہیں ہے لیکن اگر یہ ارادہ کبھی ہو گیا تو سب سے پہلے آستانۂ گرامی پر حاضر ہوں گا مطمئن رہیے۔

۱۰۵

فراموش کارمن !

آپ کا مجھے بھلا دینا اس قدر باعث ایذا نہیں، جتنا یہ کبھی کبھی یاد کر لینا آپ محسوس کریں یا نہ کریں لیکن مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا بیماری کا کوئی دورہ مجھ پر پڑا ہے، میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا اور اب پھر کہتا ہوں کہ

یا تو بیگانہ ہی رہیے ہو جیے یا آشنا
یہ ادا کیا؟ آشنا گاہے، گہے نا آشنا

ہر چند آپ سے جو تعلق رکھتا ہوں وہ آپ کے نا آشنا ہو جانیکے بعد بھی نہیں مٹ سکتا، یعنی گر دل نہیں رہا تو وہی دل کا درد تھا
لیکن کم از کم امید وفا کی خلش تو جاتی رہے گی، یہ الجھن تو باقی نہ رہے گی کہ کوئی میری سننے والا ہے لیکن نہیں سنتا"

معذرت کی ضرورت نہیں میں واقف ہوں کہ آپ کے علائق و مشاغل خط لکھنا کیسا

سانس لینے کی بھی مہلت نہ دیتے ہوں گے ــــــ ہاں ہاں اس لیے تو میں نے کہا

کہ جب فرصت کا فقدان ہو تو محبت میں اس ہیجان کی کیا ضرورت ہے

میں خود ساری دنیا سے کٹ کے خاموش زندگی بسر کر رہا ہوں، مجھے کسی سے

شکایت کا کیا منھ ہے ــــــ غالب "وفا پر استواری چاہتا ہے" میں کہتا ہوں کاش آپ

بھی وفائی پر استوار ہو جائیں" کہ اگر وہ "اصل ایمان" ہے تو یہ بھی "حسن کافری" کی جان ہے

ــــــ ۱۰۶ ــــــ

اُف! کچھ نہ پوچھیے آج کیا عالم ہے ــــــ نظام لاہوری کا یہ شعر آپنے سنا ہی؟

آج کل آپ سے باہر ہے نظام
کہیں محفل میں نہ بلوائیے گا

بس بالکل یہی عالم میرا بھی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ وہاں تو "آپ"

سے مراد صرف نظام کی اپنی ہستی ہے، اور یہاں "آپ" میں "میں اور عالم ماسوا" سب کچھ

شامل ہے!

جمال جلال

آپنے سنا ہوگا کہ کسی بزرگ کی کسی پر نگاہ پڑی اور کایا پلٹ گئی ــــــ پیر و مرید

جب حجرے کے اندر داخل ہوئے تو دو علیحدہ علیحدہ چیز تھے لیکن جب باہر نکلے تو سیرت بھی

ایک اور صورت بھی ایک، لوگ حیران کہ ان میں مرشد کون ہے اور ارادت مند کون، الغرض "تو من شدی من تو شدم" کی ایسی روایتیں بکثرت ملاحظہ سے گزری ہوں گی ــــــ لیکن اگر حق الیقین اور عین الیقین کا مرتبہ حاصل کرنا ہے تو ادھر آئیے اور دیکھیے کہ مجھ بےکسی کی نگاہ نے کیا کام کیا

آپ کہیں گے: بالغہ ہے، میں کہوں گا یہ حقیقت سے بھی کم ہے ــــ پھر اسکا فیصلہ کیونکر ہو؟

اچھا آپ نہیں آتے تو اپنے "اُن" کو بھیج دیجیے جنکی بابت آپکے لیے آیت و حدیث ہے وہ تو جھوٹ نہ بولیں گے، اور جھوٹ بولے بھی تو آپ کیوں جھوٹ سمجھنے لگے ــــ قسم ہے سرِ مبارک کی اُن کے بلانے کا بہانہ نہیں ہے بلکہ واقعی اُن کی یہاں ضرورت ہے اس کے جواب میں آپ ضرورت دریافت فرمائیں گے اور خواہ مخواہ دیر ہوگی، اسلیے میں کیوں نہ ابھی صاف صاف کہہ دوں کہ آجکل یہاں کا موسم برشکال سخت دلکش ہو رہا ہے اور بہت جی چاہتا ہے کہ کم از کم ایک ہی وقت آپ کے یا اُن کے ساتھ لطف بادہ خواری حاصل ہو جائے

پھر آپ نہیں آسکتے تو انھیں بھیجیے، وہ نہیں آسکتے تو آپ تشریف لے آئیے الغرض مدعا یہ ہے کہ آپ اور وہ دونوں آئیں اور مجھے تباہ کرکے فوراً چلے جائیں ــــ

۱۰۷

نوشہ میاں !

حیران ہوں کہ تمہیں شادی کی مبارک باد دوں بھی تو وہ الفاظ کہاں سے لاؤں جو تم سننا چاہتے ہو، کیونکہ اس حادثے کی خبر اس قدر اچانک، اتنی غیر متوقع طور پر معلوم ہوئی کہ اگر تم مجھ سے ملامت کا تقاضہ کرتے تو اس کے لیے بھی کوئی مناسب لفظ مجھے نہ ملتا جس وقت سوچتا ہوں کہ تمہارا نازک دل شادی کے ردعمل کو کیونکر برداشت کرسکے گا، تمہاری "مسز نوشہ" ناز برداریوں کی تاب کیونکر لاسکے گی اور تمہاری آزادروی کب تک ان سنہری زنجیروں سے لطف اندوز ہوتی رہے گی تو دل کانپ اٹھتا ہے، تمہارے انجام کے خیال سے نہیں، بلکہ اس غریب کے انجام سے جو اپنے ہزاروں ارمان تمہاری آغوش میں سونپنے آئی ہے۔

بہرحال اگر اس نوعمری میں تم نے یہ ذمہ داری اپنے سر لی ہے تو اسے نباہنے کی بھی کوشش کرو اور تم کہ اس وقت تم نے اتنی عمر دوسروں ہی سے ایثار لیا ہے اب خود بھی ایثار کرنا سیکھو ـــ جوانی میں بوڑھا ہو جانا اتنا مشکل نہیں جتنا بڑھاپے میں جوان ہونا پہلے آسان کام اختیار کرو تاکہ بعد کو مشکل کام بھی آسان ہو جائے، جواب کی ضرورت نہیں میں خود آؤں گا اور بغیر تمہارے کہے معلوم کرلوں گا کہ تم نے کس حد تک میرے کہنے پر عمل کیا

——— ۱۰۸ ———

محترم!

دیوان کی رسید تو میں پہلے ہی روانہ کر چکا ہوں ـــــ پھر یہ تقاضا کیسا؟ مدعا غالباً یہ ہوگا کہ میں نے اپنی رائے کیوں پیش نہیں کی۔ اول تو میں کیا اور میری رائے کیا، دوسرے یہ کہ سورج کو سورج کیا کہوں، میں کیا دنیا معترف ہے آپ کا کمال خود یہ خراج اس سے وصول کر لیتا ہے

زبان آپ کی خانہ زاد، ذہانت آپ کی کنیز، پاکیزگی خیال آپکی ماں جائی، رہ گیا عشق سو اس کے لیے آپ کی ہرزہ کارجوانی کافی ضمانت ہے ـــــ شاعری آپ نہ کریں گے تو کیا میں کروں گا، جس کو گناہ کرنے کا سلیقہ عطا ہی نہیں کیا گیا ـــ اگر کبھی یہ نعمت میسر آگئی تو زیادہ دل کھول کر داد دوں گا، فی الحال تو اسی نارسائی کو قبول فرمائیے

——— ۱۰۹ ———

سنیے صاحب ـــــ یہ جھگڑا یوں طے نہ ہوگا، آپ اپنی خو چھوڑنے سے رہے اور میں اپنی وضع چھوڑنے سے رہا، یعنی اگر آپ کو یہ ضد ہے کہ غلط کو ہمیشہ صحیح کہے جائیں گے تو میں آپ کی رعایت سے صحیح کو غلط کیوں کہہ دوں

میں پھر کہتا ہوں اور علی رُوس الاشہاد کہتا ہوں، بہ بانگ دہل کہتا ہوں
کہ مجن صاحب نے کبھی بھولے سے بھی آپ کا نام نہیں لیا اور آپ کے
مخبرِ صادق کا یہ اصرار ہے کہ نہیں یہ سارے کانٹے انہیں کے بوئے ہوئے ہیں
بہرحال اب اس باب میں مزید مراسلت بیکار ہے، میں آئندہ جمعہ کو مجن صاحب
اور "اُن" کو ساتھ لے کر وہیں آرہا ہوں، آپ اپنے "رُوح القدس" کو حاضر رکھیے گا
تاکہ بالمشافہہ گفتگو ہوکر معاملہ صاف ہوجائے۔

آپ کے تکدّر سے یوں تو نہ میرا کوئی نقصان ہے نہ مجن صاحب کا
لیکن خواہ مخواہ اچھے بھلے تعلقات کو محض وہم و گمان پر خراب کرلینا آپکے
لیے ضرور بُرا ہے، کیونکہ آج کو اُس نے مجن صاحب کی طرف سے بدظن کردیا ہی
کل کسی اور دوست سے آپ کو بیگانہ کردے گا، پھر مانا کہ آپ اپنے وقت کے
یُوسف سہی لیکن "یوسفِ بے کارواں" ہو کر جینا بھی کوئی جینا ہے

—— ۱۱۰ ——

مولانا و مرشدنا!

مکرمت نامہ کا شکریہ، یوں تو آپ کی محبت کا ہمیشہ سے میرے دل پر نہایت
گہرا نقش قائم ہے لیکن اب آپ کی بزرگانہ نصیحت نے کچھ اور اضافہ اس میں فرما دیا،

آپ کا مشورہ بالکل درست ہے کہ یا تو میں محراب و منبر ہی کا بندہ بنا رہوں یا صاف صاف کہہ دوں کہ مجھے ان سے کوئی واسطہ نہیں لیکن آپکو معلوم ہونا چاہیے کہ ذوقِ انسانی محدود نہیں ہے ایک مجذوب ہے جو بالکل ننگا پھرنا پسند کرتا ہے دوسرا سالک ہے جو ہر وقت جبا و قبا میں ملفوف رہتا ہے لیکن تیسرا ایک اور شخص ہے جو مشربِ عشق کا اعلان اس طرح کرتا ہے

عریاں تنی خوش ست دلے زیب دیگر ست
دامانِ چاک چاک و گریبان دریدہ ئے

یہ تو خیر صرف شاعرانہ جواب ہوا اور ممکن ہے جناب کو پسند نہ آئے، اس لیے ساتھ ہی ساتھ مجھے "منصور" کی زبان میں بھی صاف صاف کہہ دینا چاہیے کہ واقعی میں محراب و منبر کا پرستار نہیں اور اسکا اعلان ایک بار نہیں ہزار بار کر چکا ہوں لیکن اگر لوگوں کو اب بھی میرے مسلمان رہنے کا یقین ہے تو

زہے نصیب دلِ کفر آشنائے نیاز

قبلۂ عالم! آپ لاکھ سمجھائیے، یہ بات کبھی میری سمجھ میں نہ آئے گی کہ خدا صرف مسلمانوں کا ہے اور سوائے ان کے وہ سب کو جہنم میں پھینک دے گا ظہورِ اسلام سے لے کر اس وقت تک زیادہ سے زیادہ دو چار ارب مسلمان

پیدا ہوئے ہوں گے، اور ان کے مقابلے میں ہزار گنا زیادہ اور مذاہب کے لوگ پھر کیا کوئی ذی عقل اسے باور کر سکتا ہے کہ خدا ایک کو تو جنت دے اور ہزار کو دوزخ میں جلائے ۔۔۔ اُس کو اتنے جہنمی پیدا کرنے کی آخر ضرورت ہی کیا تھی، اور اتنی مخلوق کو جن میں خدا جانے کتنی حسین عورتیں ہوں گی آگ میں ڈال کر تڑپانے سے خدا کی کون سی مسرت وابستہ ہے،

آپ کے پاس اس کا ایک ہی جواب ہے کہ اُس کی مرضی، اور میرے پاس بھی اس کے خلاف ایک ہی احتجاج ہے کہ

یارب [illegible] حادثہ طوفاں رسیدہ باد
بت خانۂ کہ خانقہش نام کردہ اند

۱۱۱

مکرمی !

برسبیل شکایت نہیں بلکہ بطریق حکایت کہتا ہوں کہ ایک زمانہ وہ تھا جب میرے ایک ایک عریضے کا جواب دینے کی کوشش آپ سو سو طرح کرتے تھے

یا ایک یہ زمانہ ہے کہ   یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں
واں ایک خامشی تری سب کے جواب میں

سوچتا ہوں کہ اس انقلاب کا سبب کیا ہو سکتا ہے تو حیران رہ جاتا ہوں، کیونکہ اس سے قبل بھی یہاں

یہی چشم خونفشاں تھی، یہی دل، یہی جگر تھا

آپ سے پوچھتے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ کہیں "موسیٰ وطور" کا قصہ لیکر نہ بیٹھ جائیں اور پھر الٹا مجھی کو اپنی نارسائی کا اعتراف کرنا پڑے، بہرحال اگر اس باب میں قابلِ الزام مجھی کو ٹھیرایا جائے تو بھی مجھے "رُوئے محمود و خاک پائے ایاز" والے خدا سے بہت کچھ امیدیں وابستہ ہو سکتی ہیں، لیکن قہر تو یہی ہے کہ آپ اس کا بھی اعلان نہیں کرتے

کاش آپ بیمار ہوتے کہ میں خود آپ کی طرف سے "عذر سکوت" ڈھونڈھ لیتا عدیم الفرصت ہوتے کہ اس رسمی بہانے سے اپنے آپ کو دھوکا دیدیا کرتا، یہ نہ تھا تو کسی جگہ مبتلائے عشق ہو جاتے کہ خرابی دماغ کا یقین کرکے صبر کر لیتا، لیکن جب یہ کچھ نہیں تو پھر سوائے اپنی "شومی قسمت" کے اور کیا کہہ سکتا ہوں

باور کیجیے کہ آپ کی محبت و دوستی کا خیال میرے لیے اس قدر باعث فخر و مسرت نہیں جتنا آپ کی بے رخی کا خیال سوہان روح ہے، اس لیے اگر کسی کو تکلیف میں مبتلا رکھنا آپ کے مذہب میں ثواب نہیں تو خدا کیلیے اس عذاب سے

مجھے نجات دلائیے اور زیادہ نہیں صرف اتنا ہی لکھ دیجیے کہ میرا کوئی خط آپکو نہیں ملا مجھے یقین نہ آئے نہ آئے لیکن اوروں سے تو کہہ سکوں گا اُنکی نگاہ میں تو میں ذلیل نہونگا

—————— ۱۱۲ ——————

قبلۂ رُوحانیاں!

آپ مجھ سے عمر میں چھوٹے، تجربے میں کم، صحت و توانائی میں ضعیف لیکن پھر بھی آپ کو "قبلۂ روحانیاں" لکھتا ہوں، آپ کا علم و فضل دیکھکر، آپ کی فراست و دانائی کا خیال کرکے اور سب سے زیادہ اس کشش سے مجبور ہو کر جو قدرت نے آپ کی صورت آپ کے اخلاق اور آپ کی آواز میں ودیعت کر دی ہے لیکن کیا دنیا کا یہ حیرتناک واقعہ نہیں کہ باوجود اس شدید ارادت مندی کے محروم کرم اور باایں ہمہ نیاز و فتادگی ناآشنائے التفات ہوں

خضر نے سکندر کے ساتھ کیا کیا، اس کا صحیح حال کسے معلوم لیکن آپ کی بے اعتنائی تو میرے باب میں ایسی روشن حقیقت ہے کہ کرد بیان ملاءِ اعلیٰ" بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے، پھر میں آپ سے نہ دولتِ دنیا چاہتا ہوں کہ آپ کو اپنی تہی دستی کا عذر پیش کرنا پڑے، نہ سعادتِ اُخروی کا طلبگار ہوں کہ آپ میری نااہلی سے مجبور ہو کر انکار کر دیں، بلکہ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ اگر آپ

کے لیے سفر کرنا متعذر رہے تو مجھی کو اجازت دیں کہ چند دن آستانۂ گرامی پر حاضر رہ کر لطف جبیں سائی حاصل کر لوں، آپ کی بہار آفرینیاں تو خیر ہمیشہ ایسی ہی رہیں گی لیکن مجھے تو اپنی جنوں سامانیوں پر زیادہ اعتماد نہیں

التفاتِ جوشِ وحشت پھر کہاں
ہو سکے جب تک بیاباں دیکھ لیں

کل سعید احمد صاحب نے آپ کا ذکر کر کے اس آگ کو اور بھڑکا دیا، ورنہ میں تو گھٹ گھٹ کر مر جانے کا فیصلہ کر ہی چکا تھا،

۱۱۳

اِدھر آؤ، لیلوں بلائیں تمہاری!

خدا کی قسم کیا کام کیا ہے۔ رستم و اسفندیار کی روحیں کانپ اٹھی ہوں گی سکندر و نپولین کی قبروں پر لرزہ طاری ہو گیا ہو گا، آج کل کے سینڈو اور گاما کا کیا ذکر

وہ لوگ بزدل ہیں، جو اپنے سے قوی کو ٹوکتے ہیں، نامرد ہیں جو زبردست دشمن کے ساتھ معرکہ آرا ہوتے ہیں، بہادری نام ہو صرف کمزور کو ستانے کا ضعیف کو پامال کر دینے کا، پھر ظاہر ہے کہ بیوی سے زیادہ کمزور ہستی ہیں اپنی شجاعت دکھانے

کے لیے کہاں مل سکتی تھی،

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

مجھے تو اپنی صورت اب تم دکھانا نہیں، کیونکہ مجھے تم سے نفرت نہیں بلکہ عداوت پیدا ہو گئی ہے اور میں نے عہد کر لیا ہے کہ جس طرح ممکن ہو گا تم سے اس غریب آزاری کا انتقام لیے بغیر نہیں رہوں گا — تبت یدا ابی لہب

— ۱۱۴ —

آرام جاں!

کل میاں نثار کا خط ملا اور رئس صحبت کا حال معلوم ہوا جو وہاں برپا ہوئی تھی۔ جلیل صاحب نے جو کچھ فرمایا وہ اصولاً صحیح ہو یا نہ ہو لیکن چونکہ حسب حال ہے اس لیے بہت پسند آیا، میاں ذاکر نے جن الفاظ میں میرا ذکر کیا ان پر مجھے فخر ہو یا نہ ہو لیکن رسم تشکر ادا کرنے کو ضرور جی چاہتا ہے، تم لاکھ کہو کہ مجھے علم نہیں میرا کوئی اشارہ شامل نہیں لیکن میں تو جانتا ہوں کہ

کار زلفِ تست مشک افشانی اما عاشقاں
مصلحت را تہمتے بر آہوے چیں بستہ اند

بہر حال یہ حقیقت نہ ہو تو بھی مصلحتاً یا رعایتاً سر جھکا لو، اور مجھ سے یہ پندار نہ چھینو

کہ دنیا میں جو کوئی مجھے اچھے نام سے پکارتا ہے، وہ حقیقتاً تمہاری ہی آواز ہے۔

——— ۱۱۵ ———

خاں صاحب!

حیران ہوں کہ آپ کی وضع عاشقانہ کی داد دوں یا آپ کے اخلاق کریمانہ کی یعنی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا وہ صرف بربنائے محبت تھا جو میرے لیے مخصوص ہے یا یہ کہ اس نوع کا لطف فرمانا آپ کی فطرت ہے تعیین و تخصیص سے بے نیاز!

خونی مجرم کو بھی ایک بار اظہار حال کا موقع دیا جاتا ہے نہ کہ میں جس کا جرم اس سے زیادہ نہیں کہ رات کو دن نہیں کہتا اور دن کو دن سمجھتا ہوں، بہر حال مجھے مسرت ہوئی کہ آپ نے میری طرف سے اپنی بیزاریوں کا اعلان کر کے برسوں کی پڑی ہوئی گتھی کو سلجھا دیا اور اب میرے لیے وہ الجھن باقی نہ رہی کہ آپ کو کس صف میں جگہ دوں۔

مانا کہ مجھے آپ کے جذبات پر اقتدار حاصل نہیں لیکن خدارا یہ کہاں کا انصاف ہے کہ میں اپنے جذبات کا خون صرف اس لیے کر دوں کہ آپ ان سے متفق نہیں، میں غریب ہوں اور غریب الدیار بھی جاہل بھی ہوں اور لاچار بھی

لیکن کیا کروں، یہ بات کبھی سمجھ میں نہیں آئی کہ عقل آپ کی اور اعتماد میرا، جینے کا
آخر یہ کونسا طریقہ ہے ـــــ بہرحال اگر جنس ناکارہ سمجھ کر میرے وجود کو نظر انداز کرنا
آپ کے لیے ممکن نہیں تو

سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

۱۱۶

حبیبِ مکرم!

پھلوں کے بھیجنے کی زحمت نہ اختیار کیجیے کیونکہ اول تو میں اتنا شائق نہیں
دوسرے یہ کہ بغیر آپ کی معیت کے وہ ہضم بھی نہ ہوں گے، ہاں ایک صورت سفاہت
کی ہے اور وہ یہ کہ پہلے میں آپ کو یہاں سے شریفے بھیجوں اور جب آپ اپنی پسندیدگی کا
اظہار فرماتے ہوئے میرا شکریہ ادا کریں تو میں جواب میں لکھوں کہ حضرت محض شکریہ سے
کام نہیں چلتا، سفیدہ اور دسہری بھیجیے ـــــ ہر چند میں پھر بھی زیر بار احسان رہونگا
لیکن کم از کم یہ اطمینان تو مجھے رہے گا کہ جو کچھ کھا رہا ہوں اس کے حصول میں تھوڑی سی
بہت قوت بازو میں نے بھی صرف کی ہے ـ آپ باور کیجیے کہ یوں مجھے خاک مزا نہ آئیگا

اس لیے کہ فضول خط و کتابت میں وقت نہ ضایع ہو، اس عریضے کے ساتھ
تیس سیر شریفوں کی بلٹی ملفوف کرتا ہوں، اس جوار کا یہ پھل اتنا ہی مشہور و لذیذ ہے

جتنا اودھ کا سفیدہ، گو مزہ کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے دونوں کا تقابل درست نہو اور ہاں یہ کہنا بھول گیا کہ یہ پھل آپ کے لیے نہیں بھیجا بلکہ اپنے بھتیجوں اور بھتیجیوں کے لیے بھیج رہا ہوں، بھابھی کو بھی چکھنے کی اجازت نہیں،

۱۱۷

کرم گسترا!

کس منہ سے شکر کیجیے اس لطفِ خاص کا

کہ پائے سخن بھی درمیان ہے اور سرِ چارہ فرمائی بھی! یعنی خود بھی لطف فرماتے ہیں اور دوسروں کو بھی آمادہ کرتے ہیں —— حیران ہوں کہ وہ خدا جس کے بندے اسقدر بندہ نواز ہوں وہ خود اتنا بے نیاز ہو! بے نیازی سے میری مراد استغنیٰ اور بے پرواہ ہونا ہے کہ میں مر رہا ہوں اور اسے فکر نہیں، میں ایڑیاں رگڑ رہا ہوں اور ادھر سے کوئی تسکین نہیں —— شاید خدا اور خداوند میں یہی فرق ہوگا اور اسلیے مجھے کہنے دیجیے

تم خداوند ہی کہلاؤ خدا اور سہی

یہ تو خیر سب کچھ ہو گیا لیکن یہ فرمائیے کہ میری "طبع اندوہگیں" کا کیا علاج ہے اگر باوجود ان تمام الطاف و عنایات کے میری سوگواریاں بدستور قائم رہیں تو پھر میں کیا کروں گا، اس لیے خدا کے لیے کوئی شکل تو ایسی رہنے دیجیے کہ میں

آپ کو صورت دکھا سکوں ـــــ باور کیجیے میں ہرگز مستحق نوازش نہیں، مجھ پر احسان کرنا مجھے ہلاک کرنا ہے ـــــ مزید کی خدائی میں رہتا ہوں اور اسی میں جان دینا پسند کرتا ہوں، آپ کیوں اپنا دل دکھائیں۔

ـــــ ۱۱۸ ـــــ

جانِ نیاز!

قاصد پہونچا اور دفعتہً آپ کا باندہ چلا آنا معلوم ہوا ـــــ اتنی بڑی قربانی اور میرے لیے! اف آپ کی جس محبت سے جان بچا کر میں یہاں چلا آیا تھا وہ اب اس خطرناک حد تک پہونچ گئی،

دلے دارم خراب از التفاتِ چشمِ بیمارت
ہمہ از جور می ترسند و من از لطفِ بسیارت

میری مجبوریاں آپ سے مخفی نہیں، اس لیے اب آپ ہی بتائیے کہ ان حالات میں کیا کر سکتا ہوں، یہ تو ہو سکتا ہے کہ میں وہاں آکر آپ پر سے قربان ہو جاؤں، لیکن یہاں آپ کو بلانا امکان سے باہر ہے، اگر آپ کا اجے گڑھ سے چلا آنا بغیر اجازت کے ہوا ہے تو بھی واپسی میں حرج نہیں، زیادہ سے زیادہ دو چار اشکِ ندامت کافی ہونگے اور اگر اجازت حاصل کر لی گئی ہے تو پھر کوئی جھگڑا ہی نہیں،

اول تو مجھے یقین نہیں کہ مہاراج کو حقیقت کا علم ہو گیا ہے اور اگر تھوڑی دیر کیلیے اس کو صحیح باور کر لیا جائے تو بھی "حقیقت سے انکار" آپ کیلیے چنداں مشکل نہیں، آنسو بہا کر نہ سہی، بپھر کر، بگڑ کر، تیوریوں پر بل ڈال کر سہی

میں خود باندرے آکر آپ سے زبانی گفتگو کرتا، لیکن وہاں میرا آنا مناسب نہیں اس لیے اب چارۂ کار بجز اس کے کیا ہے کہ پھر دہیں واپس جائیے اور مجھے اطلاع دیجیے کہ کیا رنگ ہے، ممکن ہے رخصت ختم ہونے پر میں بھی حاضر ہو جاؤں گو بظاہر اس کی امید کوئی نہیں،

—— ۱۱۹ ——

ظالم! اب کیا پوچھتے ہو کہ یہ سب کیونکر ہوا

شام کا وقت ہے، ہلکی ہلکی خنک ہوا چل رہی ہے، محل کے پائیں باغ میں روشوں پر ٹہل رہا ہوں، مہاراج کی طلبی کا انتظار ہے —— دفعتہً سامنے ایک مجسمۂ حسن و رعنائی نظر آتا ہے —— ذی حیات متحرک، خنداں —— ٹھیک اسی وقت چوبدار آتا ہے اور میں چلا جاتا ہوں

لیکن یہ دو چیزیں اپنے ساتھ لے جاتا ہوں ہلکے، سانولے رنگ میں شفق کا انعکاس اور طاؤس کی سی مستی رفتار!

اے جمالِ تو بتاراج نظرہا گستاخ
اے خرامِ تو بہ پامالی سرہا گستاخ

بسنت کی صبح ہے، دربار میں رسمِ گلبازی کی تیاریاں ہو رہی ہیں گلاب اور گیندے کے سُرخ و زرد پھولوں سے آنچل معمور ہیں، مہاراج برآمد ہوتے ہیں اور درباری راگنی کے ساتھ ہی یہ رسم شروع ہو جاتی، تم کبھی آؤ گے تو دکھاؤں گا کہ اس پھول کی پنکھڑی اب تک میرے پاس محفوظ ہے جو میرے سینے پر پڑ کر ہمیشہ کے لیے ایک زخم چھوڑ گیا ـــــ آہ!

کتانِ خویش می شویم بمہتاب

خیر یہ تو وہ باتیں تھیں جن کا ذکر کچھ افسانوں ہی میں اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن قہر تو یہ ہے کہ میں اس سے زیادہ کچھ لکھ بھی تو نہیں سکتا

رگِ سنگم شرارے می نویسم
کفِ خاکم غبارے می نویسم

رہا انجام و نتیجہ سو اب اس کے متعلق کیا عرض کروں،

غالبؔ نے ایک جگہ بنارس کا حال بیان کرتے ہوئے وہاں کی "قیامت قامتاں مژگاں درازاں" کا ذکر اس طرح کیا ہے

زرنگیں جلوہا غارتگر ہوش
بہار بستر د نوردِ آغوش

سو اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم رشک وحسد سے مرجاؤ گے تو میں بھی اس شعر کا دوسرا مصرعہ پڑھ کر خاموش ہو جاتا ـــــ لاحول ولاقوۃ ـــ میں بھی کس قدر لغو اور مہمل ہوں کہ ایک جھوٹ ختم نہیں ہوتا اور دوسرا شروع کر دیتا ہوں یقین کرو کہ یہ سب افسانہ طرازی کے سوا کچھ نہیں ـ تم میری "سازگاری بخت" سے اچھی طرح واقف ہو، اگر حقیقتاً ایسا ہو بھی تو یقین کرنے کی بات نہیں

۱۲۰

لاحول ولاقوۃ!

تم بھی کس درجہ پست ہمت واقع ہوئے ہو، صبحِ بہار میسر نہیں، تو شب ماہ میں کیا بُرائی ہے، جلوۂ سیرت کا فقدان ہے تو ہونے دو،

خمِ زلفِ شکن شکن طرفِ کلاہ ہے دریاب

تُف ہے تمہاری جوانی پر اور حیف ہے تمہارے شباب پر گفتگو اصولی شروع ہو جائے گی اور غالباً ذاتیات تک پہونچ جائے، اس لیے خاموش رہتا ہوں ورنہ کہتا میرے شیب وانحطاط سے اپنا شباب و عروج بدل لو، یا پھر اپنا نصیب مجھے دیدو

کہ کوئی ایک تو مکمل ہو جائے ــــ مجھے فرصت نہیں ورنہ وہاں پہونچ کر بجائے مقال کے عمل سے اس نظریہ کی اہمیت ثابت کر دیتا،

ہمارے "تسلیم چشتی" کیسے ہیں ــــ اگر ملاقات ہو تو کہہ دینا کہ نفحات کا نسخہ میرے پاس سے کہیں گم ہو گیا، مولانا جامی کے دستخط اگر اس پر ثبت نہ ہوتے تو بھی افسوس کرنا چاہیے تھا، لیکن اگر آج ملک الموت میری ہی روح قبض کرنے آجائیں تو کیا وہ مجھے بچا سکتے ہیں،

۱۲۱

بحمد اللہ! میں صحیح و تندرست ہوں اور اسی لیے آپکی صحت و عافیت کا طالب ورنہ یوں بیمار پڑ جانے پر تو میں چاہتا ہوں کہ ساری دنیا میری طرح کراہنے لگے،

آپ کی پرسش حال کا شکریہ، لیکن یہ آپ سے کہہ کس نے دیا کہ میری حالت اس قدر سقیم ہے۔ اور پھر یہ کہ آپ کو میرا اتنا بڑا ہمدرد کیونکر جان لیا کہ ساری دنیا میں آپ ہی پر اس کی نظر انتخاب پڑی

اگر یہ صرف بہانہ ہے اجرائے مراسلت کے لیے تو خیر ورنہ میں اس شخص کا نام معلوم کرنے پر اصرار کروں گا، جس نے یہ شگون بد منہ سے نکالا،

عزیز یہاں نہیں ہیں، پرسوں اجمیر گئے ہیں، اگر جلد واپس آگئے تو آپ کا

پیام پہونچا دوں گا، اور کوشش کروں گا کہ وہ آپ کو مایوس نہ کریں ـــــ لیکن اگر ان کی واپسی میں تاخیر ہوئی تو مجھے معذور سمجھیے کیونکہ میں خود آیندہ ماہ کی ابتدا میں یہاں سے باہر چلا جاؤں گا اور غالباً دو ماہ کے بعد واپسی ہو ـــــ

منظومات کا مجموعہ نہ چھپا ہے اور نہ اس کے چھاپنے کا ارادہ شعر کہنے سے قبل شعر سمجھنے کا سلیقہ نہ تھا اور جب یہ سلیقہ پیدا ہوا تو وہ زمانہ گزر گیا، میرے بعد لوگوں کو اختیار رہے،

۱۲۲

نیاز نوازا!

دنیائے شاعری میں تو یہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ذرا سی لغزش پا انسان کو خدا جانے کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے اور اسی لیے نہایت ہی شوق و ولولہ کے ساتھ یہ تمنا بھی کی جاتی ہے کہ

من دیک لغزشِ پائے تو ز قطع منازلہا

لیکن اِس "دو اور دو چار" کی دنیا میں کسی غلطی کا زندگی کی "حقیقت" میں تبدیل ہوجانا شاذ و نادر ہی کبھی دیکھا جاتا ہے اگر اجازت ہو تو اپنی اس غلطی کو بھی انھیں "نوادر" میں شمار کروں، ممکن ہے "اظہار تشکر" والی خاتون پر آپ کو برہمی ہو،

لیکن کم ازکم میں تو ان کا از بس ممنون ہوں کہ آگ کی جستجو میں جانا اور پیغمبری لے کر پلٹنا "موسیٰ" کے بعد سے اس وقت تک تو کبھی دیکھا نہیں گیا۔

آپ کا خط پڑھنے کے بعد دو متضاد کیفیتیں مجھ پر طاری ہوئیں، ایک مسرت وانبساط کی دوسری تاسف و برہمی کی ـــــ وہ اس لیے کہ آپ کی تحریر میں مجھ کو وہ سب کچھ نظر آیا جو کسی ہستی کو ادبی دنیا میں پرستیدۂ عالم بنا سکتا ہے اور یہ اس لیے کہ میں کیوں اس وقت تک آپ سے بے خبر رہا اور آپ کی ان بیش بہا فطری ودیعتوں کو کیوں نہ بروئے کار لا سکا

مجھے ایک زمانے سے تمنا ہے کہ نگار کسی ایسی خاتون کو پیش کر سکے جو دنیائے ادب میں عورتوں کے لیے صحیح نمونہ بن سکے، لیکن اس وقت تک کامیاب نہ ہو سکا ـــــ ایک اور صرف ایک ملیں بھی تو ممدوح کو "خرد فشم" والی "خرابِ محبت" ہونے کی وجہ سے شاعری میں یقیناً اُن کا جواب نہیں، لیکن یوں وہ ایک پتھر کی دیوی ہیں جس کے سامنے سر تو پھوڑا جا سکتا ہے لیکن اسکی زبان نہیں ہلائی جا سکتی ـــــ

بہرحال آپ کی تحریر پڑھنے کے بعد میری یہ دیرینہ تمنا پھر از سر نو زندہ ہوگئی ہے، اور کس قدر جی چاہتا ہے کہ آپ اور آپکی دبیت نگار کیلیے مخصوص ہو جائے

مجھے نہیں معلوم کہ اس وقت تک آپ نے کیا لکھا اور کہاں لکھا لیکن یہ سمجھتا ہوں کہ آپ نے جو کچھ لکھا ہو گا خوب لکھا ہو گا یا خوب لکھنے کے تمام آثار اُس میں پائے جاتے ہوں گے اس لیے اگر کوئی حرج نہ ہو تو مجھے اپنے تمام ادبی مشاغل اور انہماک ذوق سے بے خبر نہ رکھیے اور کوئی مقالہ لکھ کر میرے پاس بھیجدیجیے تاکہ میں پورا اندازہ کر کے آپ کو صحیح مشورہ دے سکوں

بھوپال میں گیارہ سال تک رہنے کی وجہ سے مجھے وہاں کی ہر چیز سے الفت ہے، اس لیے یہ معلوم کر کے کہ آپ کا تعلق اسی سرزمین سے ہے یوں بھی ایک خاص کشش آپ میں پاتا ہوں اور متمنی ہوں کہ اس حد تک ضرور آپ مجھ سے بے تکلف ہو جائیے کہ اس بُعدِ مکانی کو میں اپنی تصور و خیال کی مدد سے دور کر سکوں

۱۲۳

رسیا!

کہو کب مرزا پور سے واپس آئے اور ساون کی مست و سیاہ راتوں میں کس کس کے ساتھ جھولا جھولے کہاں کہاں "کجری" سنی — حقیقت یہ ہے کہ تم سے بے حس بھی کم دیکھنے میں آتے ہیں، غضب خدا کا اس دلکش موسم میں پورب کی نازک، چھیلی، چھریری، سبز رنگ صحبتوں کو چھوڑ کر علی گڑھ آ جاؤ

۱۷۳

سچ ہے، تم کیا کرو

دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

اچھا تو اس کی سزا سنیے ——— آپ کو معلوم ہے کہ سید صاحب کو میں نے لکھ دیا تھا کہ اس زمانے میں آپ کو فرصت نہ ہوگی لیکن چونکہ آپ وہاں سے قبل از وقت واپس آگئے ہیں اس لیے اب آمادہ ہو جائیے اور جس طرح ممکن ہو ان کی کوششوں کو کامیاب بنائیے

ہر چند میں جانتا ہوں کہ ہزاروں عذر آپ کی طرف سے پیش ہوں گے لیکن یہ آپ بھی خوب جانتے ہیں کہ میں ایک ماننے والا نہیں ——— پھر وقت ضایع کرنے سے کیا فائدہ؟

میں انہیں خط لکھ رہا ہوں، دو چار دن میں آپ کے سر پر مسلّط ہو جائینگے

۱۲۴

سنیے صاحب!

آپ لاکھ میرے دوست سہی لیکن بہرحال دشمنی ان سے بھی تو نہیں ہے اس لیے معاملہ اگر بالکل "سخن گسترانہ" آپڑا ہے تو میں کیوں کسی کی خودداری کو صدمہ پہنچاؤں

میں زیادتی زیادتی کچھ نہیں جانتا، میرے سامنے تو صرف "ادا" ہوا کرتی ہے خواہ وہ کتنی ہی سرکشانہ کیوں نہ ہو، میں شیطان سے صرف اسلیے محبت رکھتا ہوں کہ اس نے آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا، پھر تمہیں انصاف کرو کہ میں انہیں کیونکر مجبور کر سکتا ہوں کہ وہ وہاں جاکر معذرت پیش کر دیں، اور کیوں کریں؟ جب کہ واقعی ابتدا ان کی طرف سے نہیں ہوئی، آپ ان کی غربت سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائیے، دنیا میں مفلس و نادار ہونا کوئی عیب نہیں، اگر فاقہ کرکے مر جانے کی داستان میں کوئی ٹکڑا دست سوال پھیلانے کا نہ ہو، مانا کہ آپ کے چچا جاہ و ثروت والے ہیں، رئیس ہیں، حکام رس ہیں، شہر میں خاص اثر رکھتے ہیں، لیکن میرے عزیز دوست عزت کا سودا یوں نہیں ہوا کرتا، میرزا صاحب غریب ہیں، بیکس و محتاج ہیں لیکن بتائیے اگر کبھی ایک پیسہ کا احسان آپ کے چچا کا انھوں نے لیا ہو۔ پھر میاں تمہیں تو ایسے شخص کی عزت کرنا چاہیے اور فخر کرنا چاہیے کہ تمہارے محلے میں ایک آدمی تو اس آن بان کا ہے معاف کرنا میں تمہیں سے پوچھتا ہوں کہ تمہارے چچا کا بھری محفل میں میرزا صاحب کی طرف اشارہ کرکے یہ کہنا کہ "وہ میرے پاس کیوں آنے لگے"۔ بڑے آدمی ہیں" کیا معنی رکھتا تھا۔ اور اگر اس پر انھوں نے یہ کہہ دیا کہ "میں اگر بڑا

۱۷۵

آدمی ہوتا تو خود چھوٹوں کے پاس جایا کرتا" تو کیا بُرا کیا۔ بیشک اس فقرے میں طعن ہے اور سخت طعن ہے، لیکن کیا تمہارے چچا نے پہلے ان کو چھوٹا آدمی نہیں کہا اور وہ بھی صرف اس لیے کہ بیچارے غریب ہیں ـــ بہرحال میں قیامت تک ان سے معذرت کے لئے اصرار نہ کروں گا اور کروں بھی تو کیا فائدہ مجھے معلوم ہے کہ وہ کبھی راضی نہ ہوں گے۔

میری رائے تو یہی ہے کہ اس معاملہ کو آگے نہ بڑھنے دو اور اپنے چچا کو سمجھا دو، میرزا صاحب کا تباہ کر دینا مشکل نہیں، لیکن شاید یہ کوئی قابل عزت کارنامہ تم لوگوں کا نہ ہوگا

۱۷۶

"مبارک، مبارک" ـــ تو میں زبان سے لاکھ بار کہہ دوں، لیکن دل کو کیا کروں کہ وہ زبان کا ہم نوا نہیں میں پوچھتا ہوں کہ یہ آپ بیٹے کی شادی کر رہے ہیں یا اس کی دستار بندی کا جلسہ ہے کہ سوائے مولویوں اور واعظوں کے کسی دوسرے کو شرکت کی اجازت ہی نہیں۔ تم کہو گے کہ اجازت کیوں نہیں، شہر میں کون ہے جو مدعو نہیں کیا گیا۔

ہاں، ہاں صاحب فہرست میں نے بھی دیکھی ہے، تقریب کا پروگرام

میری نگاہ سے بھی گزر چکا ہے۔ لیکن مجھے تو اس میں نہ پٹنہ کی زہرہ جان کا نام کسی جگہ نظر آیا نہ کلکتہ کی گوہر جان کا، نہ کہیں آتش بازی کا ذکر ہے نہ طبل و شہنائی کا

یہ آپ کے بیٹے کی شادی ہو رہی ہے یا کرانا کا تبیین کی کہ مبادا ادھر کسی گناہ کا نام آیا اور وہ شادی کے جلسے سے اُٹھ کر بھاگ کھڑے ہوئے ۔۔۔ سنیے یہ مولوی لوگ جو شادی کی تقریبوں میں ناچ گانے کی مخالفت کرتے ہیں اس سے مدعا درستی اخلاق نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف یہ کہ مدرسہ و مسجد کے نام سے ان کو لذت کام و دہن کا سامان میسر آجائے گا، پھر میں یہ نہیں کہتا کہ مولویوں کو نہ دو۔ ضرور دو لیکن یہ سمجھ لو کہ جس طرح مولانا سعید الدین صاحب کو زندہ رہنے کا حق حاصل ہے، اسی طرح شیریں جان کو بھی ہے یعنی اگر مسجد میں اذان دینے کے لیے اُن کی ضرورت ہے تو روح کی خستگی دور کرنے کے لیے یہ بھی کم ضروری نہیں ۔۔۔ بہرحال میں تو شریک ہوتا نہیں کیونکہ یہیں گھر میں کیا کم ویرانی ہے کہ وہاں شادی میں شرکت کروں۔

۱۲۶

مہربان بندہ ۔۔۔ آپ نے ایک ایسے مسئلے میں مجھ سے مشورہ طلب کیا ہے

کہ اس کی موافقت و مخالفت دونوں میں لوگوں کے پاس کافی دلائل ہیں — میں خود کوئی رائے اس وقت تک اس لیے قائم نہیں کر سکا کہ یہ خوش نصیبی ابھی تک حاصل نہیں ہوئی۔ ایک بیوی کے مرجانے کے بعد دوسری شادی کرنا ظاہر ہے کوئی شرعی گناہ تو ہے نہیں، لیکن اخلاقی و معاشرتی مصیبت ضرور ہے۔ اگر کسی کے حالات اس کے مقتضی نہیں۔ وہ لوگ جو شعر کا ادبی زندگی کے اہل نہیں ہیں یعنی جو حقوق زناشوئی کی طرف سے بے پرواہ ہیں ان کا تو خیر سوال ہی نہیں لیکن آپ ایسے لوگوں کے لیے جو زندگی صرف اپنے لیے بسر نہیں کرتے، یقیناً مسئلہ غور طلب ہے۔

اگر آپ کی بیوی کوئی اولاد نہ چھوڑ جاتیں تو بھی کوئی جھگڑے کی بات نہ تھی، لیکن جب کہ ایک چھوڑا ما شاء اللہ تین تین اولادیں آپ کی موجود ہیں، عقد ثانی کے مسئلے پر ایسی آسانی سے رائے زنی نہیں ہو سکتی کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ محض بچوں ہی کی وجہ سے دوسری شادی ضروری ہو جاتی ہے اور کبھی انہیں کی وجہ سے عقد ثانی حرام ہو جاتا ہے۔ مجھے جہاں تک معلوم ہے آپ کی بڑی بچی اچھی طرح گھر سنبھال سکتی ہے، اس لیے انتظام خانہ داری کا سوال تو فی الحال پیدا نہیں ہوتا جب اسکی

۱۷۸

شادی ہو گی تو اس وقت تک آپ کی بہو گھر میں آجائے گی اور دوسری بچی اس بار کو اٹھانے کے قابل بن جائے گی۔ اس لیے اب سوال صرف آپ کی ذات کا رہ جاتا ہے سو مجھے معلوم ہے کہ اس باب میں آپ ہمیشہ بہت محتاط رہے ہیں اور یہ جذبہ کبھی آپ پر غالب نہیں ہوا

عمر طبیعی تک پہنچنے کے لیے زیادہ زمانہ درکار نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ پندرہ بیس سال، پھر آپ کیوں الجھنوں میں گرفتار رہوں اور علائق بڑھا کر اپنے سکون کو ضائع کریں — لیکن اگر کسی خاص سبب کی بنا پر مجبور ہی ہو جائیں تو پھر کوئی سن رسیدہ بیوہ تلاش کیجیے جس کے کوئی اولاد نہ ہو

۱۲۷

ادھر آؤ تمہارا منہ چوم لوں، واللہ کیا خبر سنائی ہے۔ دل خوش ہو گیا کیا کروں بے بال و پر ہوں ورنہ خود وہاں پہنچتا، اور اتنی زور سے تمہیں بھینچتا کہ یا تمہارا دم نکل جاتا یا میرا، خدا کے لیے مفصل سناؤ کہ یہ سب کچھ ہوا کیونکر یہ محال کو ممکن بنانے والا ولی کون تھا، ذرا میں بھی تو اس کا نام سنوں، معاذاللہ جس وقت گزشتہ زمانے کا خیال آجاتا ہے تو کلیجہ منہ کو آجاتا ہے، کس بلا کا کرب تھا، کس قیامت کی تکلیف تھی اور واقعہ یہ ہے کہ مجھے کوئی امید کامیابی کی نہ تھی،

۱۲۷

اور ڈرتا تھا کہ خدا جانے کس دن کیا خبر سننے میں آئے بارے شکر ہے کہ وہ دور ختم ہو گیا اور تمہاری تحریر پڑھ کر جان میں جان آئی

ہائے کتنا جی چاہتا ہے کہ صبح ہجراں میں دم توڑنے والوں کو شام وصال کی زندگی کا مژدہ خود آکر سناؤں اور خود اپنی آنکھوں سے دیکھوں کہ وصل و فراق کی بیتابیوں میں کیا فرق ہوتا ہے، لیکن کیا کروں سخت مجبور ہوں، بہرحال ان کے پاس جاؤ میری طرف سے ایک کے لب اور دوسرے کی پیشانی چوم کر یہ خط دکھا دو ــــ پھر جو کچھ وہ کہیں ــ کہیں گے کیا، صرف مسکرا دیں گے ــــ مجھے لکھنا نہیں، بلکہ خود کبھی آکر سنا دینا

۱۲۸

کیسا کلیات، کہاں کا مجموعۂ نظم؟ کچھ پاگل ہو گئے ہو ــــ تمہارے حسن ظن کی تسکین کے لیے میں ملک میں رسوا ہو جاؤں، یہ کہاں کی دانشمندی ہے اول تو میرے پاس مجموعہ موجود نہیں اور اگر کوشش کر کے متفرق نظمیں یکجا کر لی جائیں تو بھی ان کی اشاعت کی کیا صورت ہے ــــ میں جب شاعر تھا تو بدقسمتی سے برے بھلے کی تمیز نہ تھی اب جو سلیقہ آیا تو دنیا کی شاعری لگا ہو گئی گر گئی، خود میرا کیا ذکر ہے

اس میں شک نہیں کہ اول اول، میں نے بہت جھک مارا اور دنیا نے اس کی داد بھی کافی دی لیکن باور کرو حقیقی شاعر میں کبھی نہیں تھا، ذوق شعر و سخن ضرور رکھتا تھا، سو اس میں بے شک غیر معمولی ترقی محسوس کرتا ہوں، یہاں تک کہ اب صرف نقاد ہو کر رہ گیا ہوں اور اپنی گرہ میں کچھ ہو یا نہ ہو، لیکن دوسروں کے زر عیار کو فوراً پہچان لیتا ہوں

تمہیں یاد ہے وہ زمانہ جب صرف فارسی کی غزلیں لکھنے کا دورہ مجھ پر پڑا تھا، اس وقت تو میں نے ظاہر نہیں کیا تھا، لیکن اب کہتا ہوں کہ فارسی کی طرف میں نے صرف اسی لیے توجہ کی تھی کہ اپنی اُردو شاعری کی طرف سے میں مطمئن نہ تھا، مگر خیر وہ دور بھی ختم ہو گیا، اور اب شاعری کے لحاظ سے میں اسی منزل میں ہوں جس کا ذکر میر نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

القصہ نہ در پے ہو ہمارے کہ نہیں ہم

میرے مرنے کے بعد تمہیں اختیار ہے، اپنی زندگی میں کبھی اس کی اجازت نہ دوں گا

۱۲۹

کرم فرمائے بندہ!

گرامی نامہ جس کو پند نامۂ فرید الدین عطار کہنا زیادہ موزوں ہے، ملا،

آپ نے جس محبت و خلوص کے ساتھ مجھے امر خاص سے باز رکھنے کا مشورہ دیا ہے، اس کا شکریہ نہ ادا کرنا ظلم ہے لیکن معاف فرمائیے، آپ کا یہ خیال کہ تنہا میں اس کا ذمہ دار ہوں، درست نہیں،

در خرابا تم نہ بہ مستی خراب
بادہ پنداری کہ تنہا می زنم

میں تو اس کوچے میں اس وقت تک قدم نہیں رکھتا، جب تک مولانا اور ان کے برادر زادہ ارجمند میرے لیے خضر و الیاس کا کام نہ دیں، پھر یہ آپ مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں، ان سے باز پرس کیجیے، ان سے دریافت فرمائیے کہ اصل معاملہ کیا ہے

حضرت یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، کس خیال میں ہیں۔ یہ سوئے ظن اور میرے متعلق! آہ،

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
شاید کہ تم کو میر سے صحبت نہیں رہی

آپ کو معلوم نہیں کہ جس طرح ہر صدی میں ایک مجدد پیدا ہوا کرتا ہے اسی طرح ہر سو سال کے بعد ایک رند پیدا ہوتا ہے، "داس کا حال تو آپ کو

معلوم ہوگا، اور ممکن ہے کہ وہ آپ ہی ہوں، لیکن اس صدی کے رند کی بابت مجھ سے پوچھیے کہ کون ہے؟ ہرچند خود ستائی ہوگی لیکن آپ اصرار کریں گے تو صاف صاف کہنا ہی پڑے گا ——

پھر آپ ہی غور فرمائیے کہ آپ کا یہ تمام "دفتر تدبیر و مصلحت" کیا کام دیسکتا ہو اور آپ کی مجددانہ ترشیاں اس نشہ کو کیا اتار سکتی ہیں، جہاں اگر کبھی ترک معصیت کا خیال بھی ذہن میں آگیا تو اس کا کفارہ ادا کرنا پڑتا ہے

نالہ از بہر رہائی نہ کند مرغ اسیر
خورد افسوس زمانے کہ گرفتار نہ بود

نمازیں پڑھتے رہیے اور فرشتے بنے رہیے، ہم لوگوں کو چھیڑنے سے فائدہ کہ اگر آزادی سے ایک سانس بھی آپ کے سامنے لی تو بادۂ دوشینہ کی بو سے آپ کو بھاگنے کی راہ نہ ملے گی، ہم لوگ رند ہیں رند! سنا آپ نے؟

——— ۱۳۰ ———

کیا پوچھتے ہو کس عالم میں وہاں سے واپس آیا، تم سے میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ مجھے وہاں بھیجتے تو ہو، لیکن اگر میں وہاں ہلاک ہوگیا تو کیا کروگے تم نے کہا تھا "نہیں اس کا ذمہ دار میں ہوں" ۔ سو آؤ اب اپنی ذمہ داری کو پورا کرو

کیونکہ جس بات کا اندیشہ تھا وہ ہو کر رہی یعنی انہوں نے مجھے خوب تباہ کیا۔ مجھ میں ہمت کہاں کہ زبان ہلاؤں، خدا کے لیے تمہیں میری طرف سے ادا کر دو اور لکھ دو کہ جب تک زندہ ہوں کبھی اس طرف کا رخ بھی نہ کروں گا، —— یہ جانتے ہوئے کہ میں اس باب میں کس قدر خودسر و آزاد ہوں، تم نے ان لوگوں میں بھیج دیا جو میری سانس کو بھی آزاد نہیں دیکھ سکتے، مہماں نوازی اور خاطر و مدارات کی بھی ایک حد ہوتی ہے نہ یہ کہ انسان کو خود اپنے آپ سے شرم آنے لگے، اچھا کیا تم نے جلد واپس بلا لیا ورنہ میں تو عزم کر چکا تھا کہ اس ہفتہ سنکھیا کھا کر جان دے دوں گا۔ اور وصیت کر جاؤں گا کہ خبردار جو کسی نے میری لاش کو ہاتھ لگایا ہو، سڑک پر ڈال کر سگان بازاری کے سپرد کر دی جائے، کیونکہ ان سے انتقام کی صورت اگر کوئی تھی تو صرف یہی حقیقت یہ ہے کہ عجیب لوگ ہیں اور تم ان سے زیادہ عجیب ہو کر جانے سے قبل مجھے آگاہ نہ کیا، ورنہ یہاں سے تیار ہو کر جاتا کہ اور کچھ نہیں تو کم از کم "ستیاگرہ" تو کر سکتا

——— ۱۳۱ ———

اے!

یہ کون رقیب تھا جو کل صبح تمہاری محفل میں مجھے گھور گھور کر دیکھ رہا تھا

وہی ـــ گورے گورے خوبصورت سے نوجوان، آنکھوں میں سرمہ اور منھ میں پان،
تم نے تعارف کرایا نہیں، میں نے تو جسارت کی نہیں یہ وہی صاحب تو نہیں ہیں
جن کا ذکر تم نے جمیل میاں سے کیا تھا، کہ نہایت اچھے شاعر بڑے ماہر طبیب
اور زبردست اہل دل صوفی ہیں، گاتے بھی خوب ہیں اور محفل میں حال بھی
نہایت دلچسپ لاتے ہیں۔

یہ تم نے کیا غضب کیا کہ مجھ سے ملوایا تک نہیں، میں ایسے سوانگ بھرنے
والوں کا لاکھ مخالف سہی لیکن تمہارے مہمان ہیں شعر سن کر داد دیتا، نبض دکھا کر
نسخہ تجویز کراتا، سامنے بیٹھ کر توجہ لیتا، گانا سنتا محفل میں ان کے ساتھ رقص کرتا
اور یاد رکھو جو شروع سے آخر تک کسی ایک بات میں بھی تصنع ہوتا،

صورت تو مجھے بھی اچھی معلوم ہوئی، سیرت کا حال ابھی تک معلوم نہیں،
اگر کوئی حرج نہ ہو اور تمہارے مصالح اجازت دیں تو کل شام کو انہیں غریبخانہ
پر تکلیف دوں اور قوالی کا انتظام کروں، کھانا بھی یہیں کھالیں گے، ۔ جن لوگوں کو
بلانا مناسب ہو، اُن کی فہرست تمہیں مرتب کر دو تو اچھا ہے۔

۱۳۱

صدیقی العزیز! کل شام کو محبت نامہ ملا، مگر اس حال میں کہ پندرہ دن سے

صاحب فراش ہوں، اور کروٹ بھی دوسرے کے سہارے سے لیتا ہوں۔
افسوس ہے کہ میں اس وقت کسی خدمت کے قابل نہیں، آپ اگر دعا کے قائل
ہیں تو اسے کر دیکھیے، دوا کی طرف سے تو میں مایوس ہو چکا ہوں
ایک عجیب قسم کا درد حوالی قلب سے اٹھ کر تمام رگ وپے میں دوڑ جاتا ہے
اور ۲۴ گھنٹے کے لیے بالکل بیکار کر جاتا ہے، اطباء کا خیال ہے وجع القلب ہے
ڈاکٹر اس کو ریاحی درد بتاتے ہیں، بہر حال یہ تو ایک ہی چیز کے مختلف نام ہیں
اصل چیز کیا ہے، اس کی خبر کسی کو نہیں — کل سے خود اپنا علاج شروع کرونگا
وہی ہومیوپیتھی جس کے آپ مخالف ہیں، اور میں حد درجہ موافق، علامات کے
لحاظ سے میں نے (Rhus Tox) تجویز کیا ہے، اور امید ہے کہ
اس سے فائدہ ہو — آپ بھی یاد رکھیے، شاید یہ کبھی کام آئے۔
یہ خط میں ایک اور صاحب سے لکھوا رہا ہوں کیونکہ آپ جواب کے منتظر ہونگے

—— ۱۳۲ ——

آہ! تمہارا جانا بھی — عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے۔
پورے تیس دن اس توقع میں گزر گئے کہ کیا آج کے بعد کل نہ آئے گی
اور جب کل آج ہو گئی تو پھر وہی تم تھے میری ایک نہ سننے والے اور وہی میں تھا

تمہاری ضد پر کچھ نہ کہہ سکنے والا! میں نے کہا کہ ایک ہی بار جی لگا کر میری کہانی سُن لو، تم نے ہنس کر ٹال دیا، میں نے التجا کی کہ میری نہیں سنتے تو تمہیں کہہ دو تمہارے جی میں کیا ہے، یہ بھی تمہیں پسند نہ آیا، آخر کار اسی راز و نیاز میں یہ فرصت ختم ہو گئی اور میرے کسی ایک دکھ کا بھی علاج تم سے نہ ہو سکا۔

کیسی کیسی چاندنی راتیں آئیں اور ختم ہو گئیں، کیسی کیسی متوالی گھٹائیں آئیں اور گزر گئیں لیکن ایک دن بھی "کھل کھیلنے" کا بہانہ تم نے ہاتھ نہ آنے دیا، میری ناصبوری کی شکایت کرتے ہو، لیکن اپنی بے حسی کا احساس نہیں، میں تنگ ظرف سہی لیکن تمہیں بھی تو دوستی و مروت کا پاس نہیں۔

بہرحال تم مجھے تشنہ و مجبور چھوڑ کر جانے پر نادم ہو یا نہ ہو، مگر یہ سمجھ رکھو کہ

مے باقی و ماہتاب باقی ست

مارا بہ تو صد حساب باقی ست

پھر بولو کہ یہ مطالبہ کب ادا ہو گا، یہ حساب فہمی کس وقت ہو گی، کہہ دو "کبھی نہیں" یہ بھی برحق اور قیامت بھی برحق!

———— ۱۳۳ ————

دیکھیے آخر کار آپ مانے نہیں، اور مجھے پھر ستایا! میں آپ سے کہہ چکا ہوں،

شرعی حلف کے ساتھ کہہ چکا ہوں کہ مجھے ان کے ہاتھ سے آب حیات پینا بھی گوارا نہیں۔ لیکن آپ کا اصرار ہی ہے کہ میں زہر بھی پی لوں ۔۔۔ اچھا مجھے منظور ہے لیکن ایک شرط میری بھی ہے اور وہ یہ کہ آپ خود آئیے اور مجھے وہاں لے چلیے، آپ پوچھیں گے اس کی کیا ضرورت ہے، میں کہوں گا کہ جب آپ ہی جنازہ میں کاندھا دینے کے لیے پاس نہ ہوئے تو مرنے کا کیا لطف ہے، آپ ہنسیں گے کہ یہ کیا؟ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہاں جانا واقعی موت ہے میرے اخلاق کی میری روح کی، میری انسانیت کی اور میں چاہتا ہوں کہ آپ اس منظر کو دیکھیں اور معلوم کریں کہ فطرت کے خلاف کسی کو مجبور کرنا قتل انسان سے زیادہ سنگین جرم ہے جس کی سزا اگر قانون سے نہیں تو ضمیر کی طرف سے ملنا ضروری ہے۔

باور کیجیے مجھے ان سے کوئی بغض و عناد نہیں، اور ہو بھی کیسے سکتا ہے جب کہ میں اپنی بے کسی و بے چارگی اور ان کی عظمت و شوکت سے پوری طرح واقف ہوں، لیکن یہ ضرور ہے کہ ان کے سایۂ دیوار میں پناہ لینے کو جی نہیں چاہتا، یوں اگر کوئی خدمت مجھ سے ان کی ہو سکتی ہے تو اس کو انجام دینا میرے لیے سعادت ہے، لیکن وہاں جا کر انہ حاضری دینا اور پھر یہ سننا کہ اس وقت فرصت نہیں ہے، میرے بس کی بات نہیں۔

آپ کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ غلط ہے، انہیں خبر ہی نہیں ہوئی، دراں حالیکہ سب کچھ خود میرے کانوں نے سُنا، نہ آپ کو جھوٹا کہہ سکتا ہوں، نہ انہیں، اسلئے خود اپنی ہی سماعت پر الزام دے کر خاموش ہو جانا چاہتا ہوں۔ اگر آپ اس پر بھی راضی نہیں، پھر کیا مطلب یہ ہے کہ میں اس جگہ کو چھوڑ کر کہیں اور چلا جاؤں؟ کالا منہ کر کے کسی طرف نکل جاؤں ــــ لاحول ولا قوۃ، معلوم نہیں آپ لوگوں کو اس چھیڑ چھاڑ میں کیا مزہ ملتا ہے۔

براہِ کرم آئندہ اس باب میں مجھے کچھ نہ لکھیے ورنہ میں اس سے زیادہ بداخلاقی کا مجرم ہوں گا، اور آپ سے قطع تعلق کر لوں گا۔

―――――― ۱۳۴ ――――――

صدیقی!

آپ ملامت کرتے ہیں کہ میں کیوں مسوری سے چلا آیا۔ میں پوچھتا ہوں کہ آپ نے وہاں کا ذکر چھیڑ کر کیوں مجھے تڑپا دیا، سنیئے! ٹھیک دوپہر کو میں دفتر میں بیٹھا ہوا کام کر رہا ہوں کہ راج پورہ سے ٹیلی فون آتا ہے "ہم یہاں پہنچ گئے ہیں، لنچ کے بعد روانہ ہوں گے" ــــ یہ وہ خبر تھی جس کے سُننے کا میں ازل سے منتظر تھا۔ ۴ بجے کا وقت ہے، گہرا ابر محیط ہے، پہاڑ کی خنک

ہوائیں جسم میں سردی لیکن دل و دماغ میں شراب کی سی گرمی پیدا کر رہی ہیں
کہ دفعتہً بنگلہ سے باہر (مڈاسٹریم میں میرا قیام تھا) چہل پہل سی معلوم ہوتی ہے
اور میں باہر نکلتا ہوں ــــــ معلوم نہیں غالب کا "نگار آتشیں رخ سر کھلا" کیا تھا
لیکن یہاں تو وہ ایک سمٹی ہوئی روشنی تھی پیکر انسانی میں، ایک قید کی ہوئی بجلی تھی
عالم آب و گل میں "آنکھیں یکسر سحر بابل، لب ہمہ خون صد پیمانہ" ــ اور اب یہ پوچھیے
کہ سن کیا تھا بس یوں سمجھیے کہ جوانی کانٹے پر تل رہی تھی۔

میں اگر یہ کہوں کہ بے ہوش ہو کر گر پڑا تو آپ اسے شاعرانہ مبالغہ تصور کرینگے
لیکن اگر حواس کا تعطل، اعصاب کا استرخا، جسم کی لرزش اور دل و دماغ کا
عدم توازن بھی بے ہوشی کا مفہوم رکھ سکتا ہے تو یاد رکھیے کہ اس وقت مجھ سے
زیادہ دنیا میں کوئی بے ہوش نہ تھا

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ وہ خاندان ہے جس میں شرفا فرانس اور دہلی کی
خواتین دونوں کا خون ایک جگہ آکر ملتا ہے گویا ان دونوں جگہ کے پیکانوں سے ملا کر
ایک نئی قسم کا ایسا تیر بنایا گیا ہے جس سے نہ مشرق میں پناہ مل سکتی ہو نہ مغرب میں
ــــ پھر انصاف کیجیے کہ جس شخص کو ایک دن نہیں دو دن نہیں مسلسل چار مہینے اس
شعلۂ جوالہ، اس برق بے پناہ کی معیت حاصل ہو رہی ہو وہ کیوں کر اس سے

جدا ہوکر زندگی بسر کرسکتا تھا۔

۱۳۵

آہ!   خورشید خرامید فروغے بہ نظر ماند

آپ اس کو ترک ملازمت یا بنگلہ چھوڑ کر چلا آنا کہتے ہیں، حالانکہ یہ کپڑے پھاڑ کر باہر نکل جانا ہے، آپ عقل و مصلحت کی دنیا کا ذکر کر رہے ہیں، اور ادھر یہ حال ہے کہ ان سب منزلوں سے گزر کر

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی
کچھ ہماری خبر نہیں آتی

انتہائی مجبوری و بے کسی میں آپ "اللہ بس باقی ہوس" کہہ کر خاموش ہو جایا کریں، یہاں تو اب بھی لب پر دعوائے "انا الشرق" ہے اور دل میں وہی آفتاب جلوہ گر ہے ذرا سوچ سمجھ کر بات کیجیے، مرتبے و آداب کا لحاظ رکھ کر گفتگو کرنا سیکھیے۔ آپ کو معلوم نہیں کہ ہم عاشق ہیں عاشق!

مشعلِ خورشید بجھ جائے جو نالہ سر کریں

۱۳۶

۲۰،۲۱،۲۲! کیا مکتوبِ محبت کے زبانی شکریہ ادا کرنے کا بھی اہل نہیں ہوں؟

سچ ہے جہاں "جاں سپاری" کی ضرورت ہو، وہاں صرف جنبش لب کیا کام آسکتی ہے
مگر آپ اسے اعتراف بے کسی سمجھ کر کیوں نہ قبول کریں

خطا نمودہ ام وچشم آفریں دارم

کا نعرہ لگانے لگتے ہیں، میں اگر ایک "بیچارا نہ شکریہ" پر قناعت کروں تو کیوں مورد الزام قرار پاؤں۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کا خلوص بے پناہ ہے، جہاں اعتراف شکست کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

برسات کا ذکر مجھ سے نہ کیجیے۔ جس طرح اس کا پہلا دن بیخبری میں طلوع ہوا ہے اسی طرح آخری دن بھی ختم ہو جائے گا۔

اے وادل من، صد وا دل من

مجھے سوچنے دیجیے کہ آپ کو میرے سفر حیدرآباد کا علم کیوں کر ہو گیا کیونکہ اگر خدانخواستہ میں آپ کو دلی سمجھنے لگا تو قیامت ہی ہو جائے گی۔ ہاں "ارتباط قلب" کی بات آپ نے خوب کہی۔ اچھا تو یہ بتائیے کہ میں آپ کو کیا دیکھنا چاہتا ہوں؟

باب الاستفسار و باب المراسلہ میں ایسی تحریروں سے اعتنا ضروری ہے جب تک مدعا کی تکرار بار بار نہ ہو، لوگوں کے ذہن نشین ہونا دشوار ہے۔ آپ کو میرا

تشن معلوم ہی ہے — دیوانہ ہوں، دیوانہ — بکنے دیجیے جو بک رہا ہوں، شاید کبھی کوئی کام کی بات زبان سے نکل جائے

خوش رہیے کہ آپ کا وجود میرے لیے خدا جانے کیوں باعث تسکین ہے —

۱۳۷

محترم!

آپ کی علالت کا حال تو مجھے معلوم ہو گیا تھا لیکن یہ نہ سمجھا کہ صورت اس قدر نازک پیدا ہو گئی تھی — بارے شکر ہے کہ خطرہ جاتا رہا، نقاہت کا کیا ہے جاتی رہے گی، اور یوں بھی آپ پہلے کون سے بڑے سام و نریمان تھے کہ اب ضعف و ناتوانی کی شکایت ہو ——

ہر چند آپ اُن ہستیوں میں سے ہیں جن کو قدرت زیادہ مہلت دنیا میں نہیں دیتی لیکن معلوم نہیں کیوں مجھے اس کا یقین ہے کہ آپ ابھی بہت جئیں گے۔ اس لیے نہیں کہ آپ کے سر بہت سے بندگان خدا کا بار ہے، بلکہ شاید اسلیے کہ آپ کا زندہ رہنا ہی خدا کی قدرت کا بڑا ثبوت ہے۔

وہ شخص جو مسلسل ہفتوں کا فاقہ کرے، دو دو دن پانی نہ پیے (شراب کا کیا ذکر ہے) چار چار وقت حجرہ بند کیے پڑا رہے۔ مہینوں منھ سے بات نہ کرے۔ اسکی زندگی ہی کیا ہے

۱۹۳

جسے موت آئے گی، اور آئی بھی تو کیا لے جائے گی

خدا کے لیے چند دن کے لیے یہاں آجائیے، یہ میرا ذمہ ہے کہ تبدیل آب و ہوا سے نہ آپ کے جسم میں ایک انچ کا اضافہ ہو گا اور نہ آپ کے وزن میں ایک تولہ کی بیشی ــــ البتہ الجھنوں سے دور رہ کر ممکن ہے آپ کے دل و دماغ میں کیفیت نشاط پیدا ہو جائے مگر

میں جانتا ہوں جو وہ لکھیں گے جواب میں

اس سے قبل بارہا لکھ چکا تو کیا نتیجہ نکلا؟ اور اب لکھ رہا ہوں تو کیا ہو گا ؟

عہد کر چکا تھا کہ آیندہ آپ سے مراسلت یک قلم موقوف کر دوں گا

مگر ستم زدہ ہوں ذوقِ خامہ فرسا کا

میں یونہی جھک مارتا رہوں گا اور آپ اسی طرح کبھی خاموش رہ کر اور کبھی صرف ہنس کر ٹالتے رہیں گے ــــ

۱۳۸

نیاز نوازا!

اس [illegible] دلنیری کا شکریہ ــــ میری غریب الوطنی پر آپ کو رحم آتا ہے مگر یہاں بے حسی کہیے یا استغنا، یہ عالم ہے کہ

۱۹۸

بہ حسرت غنچہ ام یعنی بہ دل تنگی وطن دارم

آپ کے جذبات کا احترام مجھ پر فرض ہے ورنہ میں تو یہی درخواست کرتا
کہ آپ مجھے بھلا دیجیے کیونکہ اب جس منزل سے گزر رہا ہوں وہ حرف یہ ہے کہ

تا بہ خاطرہا فراموشی ست دریادیم ما

۱۳۹

آپ پوچھتے ہیں کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں؟ معلوم نہیں میری زندگی
کے کس پہلو کو سامنے رکھ کر آپ نے یہ سوال کیا ہے

اگر مقصود میری لٹریری زندگی ہے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ

ساختہ ام خامہ زبانِ پری

اگر مدعا میرے جمالیاتی ذوق کو معلوم کرنا ہے تو یہ کہنا حقیقت کے خلاف نہ ہوگا کہ

غازہ نہم بر رخ خورشید و ماہ

اور اگر مراد یہ ہے کہ میرے تاثرات کا صحیح علم آپ کو حاصل ہو تو مجھے یہ کہنے میں باک نہیں کہ

آتشِ بے دود فروزندہ ام

کُنہِ حقیقت کے ذکر سے قصداً احتراز کرتا ہوں کیونکہ آج نہیں تو کل ساری دُنیا
کے ساتھ آپ خود میرے "نیاز آخر الزماں" ہونے پر ایمان لے آئیں گے

۱۴۰

خدا جانے وہ کون تھا جس نے یہ رسم ڈالی کہ کسی کو خط لکھو تو ابتدا القاب و آداب سے کرو، تمہیں بتاؤ کہ تم کو کیا لکھوں؟ مجھ سے بڑے ہوتے تو قبلہ و کعبہ لکھ دیتا، چھوٹے ہوتے تو عزیز با تمیز لکھ دیتا، ——— برابر کے دوست ہو اور اُس وقت کے جب ہماری اور تمہاری روحوں کے علاوہ اور سب نے "قالوا بلیٰ" کہا تھا، پھر اگر میں نے کبھی اپنے آپ کو مخاطب کرنے کے لیے کوئی لفظ استعمال کیا ہو تو تمہارے لیے بھی استعمال کر دوں، المختصر یہ ساری تمہید اس لیے ہے کہ آیندہ سے نہ تم میرے "مکرم و محترم" ہو اور نہ میں تمہارا "مطاع و معظم" نہ تم کچھ نہ میں کچھ

اچھا اب خط شروع ہوتا ہے اور براہ راست ڈانٹ سے یعنی میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم کو کس احمق نے مشورہ دیا کہ نگار اُن کو دکھاؤ اور اپنے ساتھ مجھے بھی گالیاں سنواؤ، غالب عرصہ ہوا محاکمہ کر چکا ہے کہ

مے بہ زہّاد مکن عرض کہ ایں جوہر ناب

پیش ایں قوم بہ شور را بہ زمزم نہ رسد

مگر تم کو ہنوز اس قوم پر اعتبار باقی ہے

بہر حال وہ تو جو کچھ ہونا تھا ہو چکا، لیکن اب مجھے ذرا تفصیل سے لکھو کہ

۱۹۶

نگار سے مطالعہ کے بعد اُن کی پیشانی پر کتنی شکنیں پیدا ہوئیں؟ کس قسم کی گالیاں صرف فرمائیں اور کس آنسو دھونٹوں نے ریشِ مبارک کو کتنا اتر کیا؟

اللہ! اللہ! یہ بھی کیا لوگ ہیں، صرف احمق ہوتے تو خیر "اہلِ جنت" میں شمار ہو جاتا، لیکن خبثِ باطن کا کیا علاج جو یہاں بھی انہیں "آتش زیر پا" رکھتا ہے اور وہاں بھی "آتش در شکم" بنائے بغیر نہ رہے گا، اگر واقعی دوزخ کوئی چیز ہے اور "اکلِ حرام" قابلِ تعزیر۔ میری طرف سے مولانا کی مزاج پرسی کر لو، اور پوچھ لو کہ اگر درِ توبہ ابھی بند نہ ہوا ہو تو حاضر ہوں

۱۴۱

بندہ نواز!

کرمت نامہ کا شکریہ ادا کروں تو کس زبان سے، نہ ادا کروں تو کس دل سے؟ ہر چند آپ کو نہ اُس کی ضرورت نہ اِس کی پرواہ لیکن میں اتنا بھی مجبور نہیں کہ مجبوری کا اظہار نہ کر سکوں

من چہ در پاے تو ریزم کہ سزائے تو بود
سر نہ چیزے ست کہ شائستۂ پائے تو بود

دُنیا میں لطف و کرم نئی چیز نہیں رافت و محبت گوگر دِ احمر نہیں، اُلفت د

ہمدردی پر عنقا نہیں، لیکن ایک چیز اور ہے جسے "ادا" کہتے ہیں، پھر بتائیے کہ
ایسے لوگ جو احسان کرکے خود زیر بار احسان ہو جائیں کہاں ہیں؟ یہ تو خیر از راہ رسم
کیسے یا برنبائے "جذبۂ شوق" لکھنے کو لکھ گیا، مگر اب یہ بتائیے کہ میں کیا کروں؟

آپ میری فطرت سے پوری طرح واقف ہیں کہ

بر سرم ز آزادی سایہ را گرانیہا ست

اور پھر "پرِ کاہ" "بر کوہ شکنی" سے بھی باز نہیں آتے، یہ کیا تماشہ ہے؟ اگر سوال رد
و قبول کا ہوتا تو کوئی بات نہ تھی لیکن جب زہر پی لینے کے سوا کوئی چارہ نہ ہو تو کیا
مجھے یہ پوچھنے کا بھی حق حاصل نہیں کہ

در کشتنِ من ایں ہمہ بے باک چرائی

ڈر رہا ہوں کہ اس کے جواب میں آپ کوئی اور تیر نہ صرف کر دیں

۱۴۲

اے صاحب نگارندۂ اخلاق کردگار!

یہ غالباً چوتھا عریضہ ہے جو خدمت گرامی میں پیش کر رہا ہوں اور جانتا
ہوں کہ اس کا بھی وہی حشر ہوگا جو پچھلے خطوں کا ہوا

ہر چہ از گریہ فشاندیم بہ شمردن ریخت   ہر چہ از نالہ رساندیم بہ شنودن رفت

لیکن تسکین ہے تو صرف اس خیال سے کہ یہ عریضہ جواب کی توقع سے نہیں بلکہ اعلان "قطع امید" کے طور پر لکھ رہا ہوں اور آپ کی اس طویل خاموشی یا مسلسل بے اعتنائی کا جواب میری جانب سے زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا تھا

عمرت زراز باد فراموش کار من

۱۴۳

بسوز غالبِ آزردہ راد باک مدار
بشرطِ آنکہ تواں گفت نامسلمانش

جتنا چاہو ظلم کرو، جس قدر جی میں آئے ستالو، لیکن خدا کے لیے یہ تو نہ کہو کہ میں اس کا سزاوار تھا، یقیناً تم معشوق ہو، محبوب ہو، لیکن کیا یہ کاروبار بغیر دشنہ و خنجر کے چلتا ہی نہیں؟

نظر بد دور، میں تمہیں ٹوکتا نہیں، کیونکہ شہر میں تمہیں ایک قاتل رہ گئے ہو بلکہ یونہی برسبیلِ تذکرہ سرسری طور پر، رواروی میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا واقعی تمہاری نیت خراب ہے؟

ایک لطیفہ سنو! ایک بار شہنشاہِ اکبر محل کے زینے پر چڑھ رہا تھا اور بیربل بھی پیچھے پیچھے آرہا تھا، اکبر نے جو اس وقت کسی قدر مغموم تھا پلٹ کر بیربل سے کہا

کہ اگر اوپر کوٹھے تک پہنچتے پہنچتے تم مجھے نہ ہنسا سکے تو قتل کر ڈالوں گا بیربل نے اپنے لطائف و ظرائف شروع کیے اور اکبر آہستہ آہستہ زینے طے کرنے لگا لیکن کسی بات پر اس کو ہنسی نہ آئی، آخر جب صرف ایک زینہ رہ گیا اور اکبر کو کسی طرح ہنسی نہ آئی تو بیربل نے گھبرا کر نہایت بھیانک آواز میں اکبر سے مخاطب ہو کر کہا کہ "او ہمایوں کے بچے کیا سچ مچ تو مجھے آج ہی مار ڈالے گا" اکبر یہ سُن کر ہنس پڑا اور بیربل کی جان بچ گئی

تو اس طرح میں بھی تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا واقعی تم مجھے ہلاک ہی کر ڈالو گے اور میری ایک نہ سنو گے، اس کے جواب میں اکبر کی طرح تم نہ ہنس پڑنا کیونکہ اس کی ہنسی سے تو خیر بیربل کی جان بچ گئی تھی لیکن یہاں تو خاتمہ ہی ہو جائے گا، ہاں ہاں کہو میں تم کو بتاتا ہوں، مگر میں کبھی نہ کہوں گا کہ تم نے ظلم کر کے میرا کیا بگاڑ لیا، یاد رکھو ایک ایک منٹ کی خبر مجھے پہنچتی ہے، تمہاری محفل میں میرا گزر نہیں، لیکن تمہاری جلوت و خلوت دونوں کا حال مجھ پر آئینہ کی طرح روشن ہے۔ رقیبوں ہی میں سے ایک کو راز دار بنا رکھا ہے۔ تم بغیر پوچھے "امین" کا نام لے دو گے، اچھا ہے، جتنی سزا بھی اس کو ملے کم ہے۔ کمبخت یہاں سے گیا تو ملا تک نہیں۔

۱۴۴

یہ جو تمام دنیا میں ۳۰ سال تک خستہ و خوار پھرنے کے بعد آپ کو گھر بسانے کا سودا ہوا ہے، سو کیوں؟ اگر "شایانِ دست و بازوِ قاتل" نہیں رہے تو پھر قاتل کی جستجو کیوں اور اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر اس وقت تک جو کرتے رہے ہو وہی اب بھی کرو، دم کیوں توڑے دیتے ہو، ہاتھ پاؤں کیوں ڈھیلے ہوتے جا رہے ہیں؟

آپ نے جو شرائط شادی پیش کیے ہیں وہ اس سے زیادہ عجیب و غریب ہیں یعنی آپ کو ایک ایسی عورت چاہیے جو حسن میں کوہ قاف کی پری ہو اور دولت میں راکفلر یا فورڈ کی بیٹی — خیال اچھا ہے کیونکہ تم بھی تو اپنی بدصورتی اور مفلسی میں جواب نہیں رکھتے، ہوش میں آؤ کیوں دماغ خراب ہوا ہے اول تو ایسی عورت ملنا محال ہے اور اگر مل بھی گئی تو وہ مجھے چھوڑ کر تمہارے پاس کیوں جانے لگی، یاد رکھو بدصورت مرد کے لیے حسین بیوی سے زیادہ دنیا میں کوئی عذاب نہیں، اگر اس کو تم سے محبت نہ ہوئی (اور محبت ہونے کی کوئی وجہ نہیں) تو اس عذاب میں مبتلا رہو گے کہ خدا جانے کب تمہیں چھوڑ بیٹھے، اور اگر محبت ہو گئی تو ہمیشہ اس کے غلام بنے رہو گے، کیونکہ یہی ایک صورت

۲۰۱

تمہارے لیے اعتراف محبت کی ہو سکتی ہے

اگر آزادی ایسی ہی ناگوار ہے تو کوئی عورت معمولی شکل و صورت کی ڈھونڈھو، جو تمہاری قدر کر سکے اور تمہارے آئینہ میں اپنا بھی منہ دیکھ سکے۔ جھونپڑے میں رہنا اور محلوں کا خواب دیکھنا سراسر حماقت ہے۔

۱۷۵

مطاعی الاجل!

آپ نے اچھا کیا کہ عزیزی سلمہ کو سب سے پہلے فارسی شروع کرادی نصاب کے متعلق کیا عرض کروں، سوائے اس کے کہ اصولاً میرے نزدیک پہلے کلاسکل فارسی پر عبور ہو جانا ضروری ہے، جدید فارسی علوم و فنون کے لحاظ سے خواہ کتنی ہی ترقیات اپنے اندر رکھتی ہو لیکن نہ جمالیاتی ذوق اس سے تحریک میں آتا ہے نہ فنی تکمیل ہوتی ہے رہی نزاکت خیال، سو اس کا اس زمانے میں ذکر ہی کیا، ایران اس وقت خالص سیاسی راہوں سے گزر رہا ہے اور اس کو سوائے اقتصادیات پر توجہ کرنے کے اور کوئی کام فی الحال نہیں کرنا، اس لیے ہندوستان میں بیٹھ کر صرف ایران جدید کے لٹریچر کا مطالعہ کرنا اور فارسی انشاء کی تکمیل کی توقع رکھنا بیکار ہے۔

آپ انشائے بہارِ عجم کے بعد گلستاں شروع کرا دیجیے (گو یہ کتاب پختہ عمر میں

دیکھے جانے کے قابل ہے) اس کے بعد پنج رقعہ، شبنم شاداب، رسائل طغرا، سہ نثر ظہوری اور ابوالفضل، نظم میں سکندر نامہ کے ساتھ جستہ جستہ شاہنامہ پڑھانا بھی ضروری ہے، غالب کی مثنویاں، عرفی و خاقانی کے قصائد بھی نگاہ سے گزرنا چاہیے بدرچاچ کو لوگ نظر انداز کر دیتے ہیں، حالانکہ وہ بھی اپنی جگہ ایک چیز ہے، دواوین میں سعدی، فیضی، خسرو، حافظ و نظیری کا مطالعہ ہونا چاہیے، صنایع بدایع میں اعجاز خسروی خاص چیز ہے لیکن اس کے پڑھانے والے ایران میں بھی نہیں، ہندوستان کا کیا ذکر۔ اخیر عہد میں صرف ایک صہبائی تھے، جن سے اعجاز خسروی پڑھنے کے لیے ایران کا ایک شہزادہ ہندوستان آیا تھا، میرے والد نے بھی اس کتاب کو صہبائی سے پڑا تھا، اور میں نے اپنے والد سے۔ پھر جب یہ تمام مواقع طے ہو جائیں اور نزاکت تخییل سے لطف اٹھانے کی پوری اہلیت پیدا ہو جائے تو بیدل کا مطالعہ کرنا چاہیے، جو اپنے سوا تمام لٹریچر سے انسان کو بے نیاز بنا دیتا ہے۔

فارسی کی تکمیل کے ساتھ ساتھ عربی ضروری ہے کیونکہ کلاسکل فارسی میں اس کا عنصر غالب ہے، لیکن عربی کے معنی منیۃ المصلی، شرح وقایہ، ہدایہ اور مشکوٰۃ نہیں ہے، بلکہ قواعد لغت، ادب و انشا کی تکمیل ہے، جب اس میں کچھ درک پیدا ہو جائے تو علوم مغرب کی طرف متوجہ کیجیے کہ بغیر ان کے حاصل کیے ایک آدمی

مولوی، راہب، صوفی، زاہد، عاشق، گداگر سبھی کچھ بن سکتا ہے۔ لیکن انسان نہیں بنتا، اور نہ اس کی ذہنی غلامی دور ہوتی ہے، قرآن کا مطالعہ عربی کے ساتھ ساتھ ہونا چاہیے ابتدا میں بچوں کو کلام مجید پڑھانا سخت اصولی غلطی ہے کیونکہ اس کے مطالب نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے بچہ کا دماغ مشوش ہو جاتا ہے اور نہایت ہی مہلک قسم کی مقلدانہ ذہنیت پیدا ہونے لگتی ہے حتّٰی کہ کلام مجید کا مفہوم صرف جزودان و رحل رہ جاتا ہے یا پھر اس کی آیتیں زعفران سے لکھ لکھ کر لوگوں کو پلانا ۔۔۔ مذاہبِ عالم کا تقابلی مطالعہ بھی ازبس ضروری ہے اور فنِ حدیث کی تنقیدی تحقیق بھی، لیکن یہ باتیں بعد کی ہیں، جب ۴۰ سے عمر متجاوز ہو جائے

ساتھ ہی ساتھ آپ ہندی بھی پڑھائیے اور تھوڑی سی سنسکرت بھی کیونکہ ہندوستان میں رہ کر مسلمانوں کا ہندوؤں کی کتابوں اور ان کے علوم سے بے خبر رہنا ناقابلِ معافی غلطی ہے، اور یوں بھی جب فلسفۂ تصوف کا مطالعہ کیا جائے گا تو ہندوؤں کا لٹریچر دیکھنا ناگزیر ہے۔ قرآن کے ساتھ گیتا و دانجیل کو نظرانداز نہ کیجیے اور جب آپ اپنے بچہ کو نماز روزہ کا درس دیں تو اسی کے ساتھ یہ بھی ذہن نشین کیجیے کہ ہندوؤں کا ناقوس و مندر بھی

قابلِ احترام چیزیں ہیں اور رام و کرشن بھی اپنے زمانے کے پیغمبر تھے جو ہندوستان میں مبعوث ہوئے تھے۔ مدعا یہ کہ تعلیم کے ساتھ تربیت کا خیال بھی ضروری ہے تاکہ مذہبی تنگ نظری نہ پیدا ہو

اگر یہ تمام مراحل آپ کے لیے دشوار گذار ہیں تو عزیز کو میرے پاس بھیج دیجیے لیکن یہ آپ کیوں کرنے لگے جب کہ آپ کے پیر کے نزدیک میرا ماحول بھی اس قدر کفر آلود ہے کہ کسی ایسے شخص کے حق میں جو میرے پاس اٹھتا بیٹھتا ہے ان کی دعا بھی کارگر نہیں ہو سکتی۔ آپ نے دیکھا یہ ہیں ثمرے میری نامسلمانی کے مگر آپ کیوں ایمان لانے لگے؟

۱۴۶

تم تو ہو بالکل دہ، یہاں تو عاشقی میں وہ زور و طنطنہ تھا کہ جبتک بنی بنی اور جب نہیں بنی تو تم کو معلوم ہے میں نے کیا کیا؟

دل را بزور از کفِ دلبر گرفتہ ایم

ہر چند تم ایسے بجوج، خاکسار، فدوی قسم کے عاشق سے جو معشوق کے حضور میں اس حد تک "زمین دوز" ہو جانا پسند کرے کہ نقش قدم سر سے گزر جائے، اس جرأت کی توقع رکھنا لاحاصل ہے تاہم اس خیال سے

کہ ہاشمی خون تمہاری رگوں میں دوڑ رہا ہے، غیرت دلاتا رہتا ہوں، ممکن ہے کسی وقت بپھر جاؤ اور اس عذاب سے نجات حاصل کر سکو

انشاء اللہ سن رقوف کو پہنچ گئے ہو، عمر طبعی نصف سے زائد ختم ہو چکی ہے علائق کا بار بھی کم نہیں، فرض شناسی کے بھی مدعی ہو اور دنیا کی تمام باتوں میں طبیعت پر جبر کر سکتے ہو، لیکن اس باب میں تم ہنوز طفل شیر خوار ہو۔

میں تم سے زیادہ اس کی فطرت سے واقف ہوں، شاید ہی کوئی دوسرا محبت ناشناس ایسا پیدا ہوا ہو۔ اب بھی وقت ہے کہ اس حقیقت کو جان کر دامن بچا جاؤ، موج خون سر سے گزر جانے کے بعد اگر ہوش آیا بھی تو بیکار رہے

۱۴۷

Siddiqui صدیقی!

غزل پہنچی کیا کہنا، اسی کو کہتے ہیں:۔

ز دل جستہ و بادل آویختہ

ہر چند شعر و سخن سے بیگانہ ہو گیا ہوں لیکن جب کوئی شعر، واقعی شعر نگاہ سے گزر جاتا ہے تو اب بھی بے تاب ہو جاتا ہوں، موجودہ دور تغزل معنی آفرینی کے لحاظ سے خواہ کچھ ہو مگر کاروبار محبت سے بالکل اجنبی نظر آتا ہے

ایک مرتبہ میں اکبر مرحوم سے ملنے الٰہ آباد گیا، ان کا بالکل آخری زمانہ تھا اور عشرت منزل میں وہ اپنی تنہا سوگوارانہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ میں اکبر کا بہت ادب کرتا تھا، ان کے شاعرانہ کمال کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لیے کہ وہ والد کے دوستوں میں سے تھے اور غدر کے بعد کانپور میں برسوں دونوں کا ساتھ رہا تھا وہ بھی مجھ پر بزرگانہ شفقت صرف فرماتے تھے، انہوں نے مطبوعہ دیوان مرحمت فرماتے ہوئے کہا کہ:۔ میں نے طبا طبائی سے پوچھا کہ آپ کو سب سے بہتر شعر میرے دیوان میں کون سا نظر آیا، انہوں نے جواب میں یہ شعر لکھ بھیجا:۔

دنیا کی کیا حقیقت اور ہم سے کیا تعلق
وہ کیا ہے اک جھلک ہے ہم کیا ہیں اک نظر ہیں

"اب تم بتاؤ کہ تم نے کس شعر کو پسند کیا ہے"؟۔

میں نے عرض کیا کہ یوں تو سیکڑوں اشعار انتخاب میں آسکتے ہیں، لیکن وہ شعر جس کو ایک بار پڑھنے کے بعد میں کبھی نہیں بھولا ——— اور نہ بھول سکتا ہوں یہ ہے:۔

آرزو دل میں ہے اک شخص سے ملنے کی بہت
نام کیا لوں کوئی اللہ کا بندہ ہوگا

یہ سن کر اکبر سر پکڑ کر دیر تک خاموش رہے اور پھر بولے کہ "عمر میں پہلی مرتبہ تم ایسے شخص نظر آئے ہو جس نے اس شعر کا ذکر کر کے میرے محبوب ترین دور شاعری کو یاد دلا دیا۔"

مدعا یہ کہ میرا مشرب تغزل کے باب میں ذرا قدامت پسند واقع ہوا ہے اور تصوف و فلسفہ طرازی میری سمجھ سے باہر ہے، اسی لیے فارسی میں سعدی اب بھی میرا محبوب ہے اور اردو میں میر و درد پر جان دیتا ہوں۔

زبان کی ترقی کا مفہوم صرف یہ ہے کہ جذبات کو ان کے حقیقی رنگ میں ظاہر کرنے کی اہلیت اس میں پیدا ہو جائے، تصنع اور رچو چلے کا میں قائل نہیں، میر خالص زبان و محاورہ کی شاعری کرتا ہے تو بھی اس رنگ کی کہ

میر نہیں پیر تم ، کاہلی اللہ رے
نام خدا ہو جواں ، کچھ تو کیا چاہیے

لیکن آجکل کا شاعر جب لطف زبان پیدا کریگا تو اس سے آگے نہ بڑھے گا کہ

آپ کے پاؤں کے نیچے دل ہے
اک ذرا آپ کو زحمت ہوگی

میں نے جو آپ کے کلام کو پسند کیا تو اسی لیے کہ اس میں تصنع و آورد

نہیں ہے، بے جا اُپچ نہیں ہے۔ واردات قلب ہیں جن کو آپ نے سادہ الفاظ میں ظاہر کر دیا ہے۔

خدا کے لیے آپ اپنے استاد کی تقلید کبھی نہ کیجیے، اور اگر عشق نہیں کر سکتے تو سعدی عشق کرنے والوں کی سی کیجیے،

۱۳۸

وہ جام و مینا کی سرگوشیاں، وہ صحن چمن میں درختوں کی گل پوشیاں، وہ ہلکی ہلکی پھوار، وہ رندان بدمست کا ہنگامۂ "بادہ بیار"! - آہ کیا پوچھتے ہو

بات کس کس جگہ یاد آئے ہو تم

بجلی چمکتی تھی اور تمہارا تبسم نگاہوں میں پھر جاتا تھا، سرو شمشاد ہوا سے جھومتے تھے اور تمہاری رعنائیاں آنکھوں کے سامنے آجاتی تھیں، ساغر میں شراب جھلکتی ہوئی دیکھتا تھا اور تمہاری آنکھوں کا تصور ستانے لگتا تھا - اور -

گل دیدہ و روے ترا یاد کردمے

پھر بتاؤ تمہیں بتاؤ کہ

فریب خوردۂ نیرنگ وعدہ ہائے تو کیست؟

وہ جن کے پاس بے بلائے پہنچ جاتے ہو —— یا میں ——؟

جس کے حق میں ایفائے عہد کی تم نے قسم کھائی ہے۔

اے لاحول ولا قوۃ، کہاں کا جام وسبو، کیسی بادہ خواری!

آشفتگی کجا و ہوائے چمن کجا؟

تم نہ آئے تو ساری رات اسی اہتمام کے تصور میں کٹ گئی، جی چاہا کہ تمہیں بھی سناؤں یعنی تم پر ظاہر کر دوں کہ

تم نہ آئے تو کیا سحر نہ ہوئی؟

ہوئی اور خوب ٹھاٹھ سے ہوئی لیکن اس تنگ ظرفی کا بُرا ہو کہ جھوٹ بولنے کی بھی سمائی نہیں — یہ بےکسی کی آخری حد ہے اب بھی اگر تم کو رحم نہ آئے تو خدا تم پر رحم کرے۔

۱۴۹

الفت پناہا مودت دستگاہا!

گرامی نامہ پہنچا، سینہ پر رکھا، آنکھوں سے لگایا اور دیر تک سوچتا رہا کہ آپ کے الطاف بے پایاں کا اعتراف کیونکر ممکن ہے، اگر روح القدس اپنی زباں مجھے دے بھی دیں، تو خضر و الیاس اپنی عمریں کیوں دینے لگے اور اگر یہ دونوں باتیں ممکن ہوں تو بھی اس کا کیا علاج کہ باندازۂ تاثر

میرے نزدیک وہ بھی ناقص ہے اور یہ بھی مختصراً آپ فرمائیں گے کہ یہ سب تکلف و تصنع ہے، میں عرض کروں گا

زخود بہ جوے کہ ما را چہ در دل افتادست

آپ کہیں گے کہ یہ شاعری ہے میں کہوں گا "آداب عرض ہے"

بہرحال آپ کو نہیں معلوم، میں جانتا ہوں کہ آپ کا یہ التفات کیا مجھے کافر بنائے بغیر چھوڑتا ہے؟

زندہ و سلامت رہیے اور اسی انداز سے

عمر محبت دراز، رشتۂ الفت رسا

۱۵۰

لاحول و لا قوۃ ـــــ مصائب سے گھبراتے ہو، آلام و افکار سے پریشان ہوتے ہو، اور یہ نہیں دیکھتے کہ تم اتنے "اچھے" کیوں ہو،

تو نالی از خلۂ خار و ننگری کہ سپہر

سر حسین علی بر سناں بگرداند

زمانے کا دستور ہمیشہ سے یہی چلا آیا ہے، اچھوں کی زندگی سدا یوں ہی بری بسر ہوتی ہے، پہلو میں دل رکھتے ہو تو دکھانا پڑے ہی گا، شکوہ و شکایت بیکار ہے

اس میں کلام نہیں کہ تم جن کے لیے تباہ ہو، وہی تم سے بیزار ہیں، جن کی دوستی میں تم برباد ہوئے وہی تمہارے دشمن ہیں، لیکن کیا یہ تجربہ تمہاری یا دنیا کی فطرت کو بدل دے گا — وہ نہیں تو اور ہزاروں ہیں، تمہاری نیکی سلامت چاہیے، دشمنوں کی کیا کمی —— سونا ہونے کا دعویٰ ہے تو بار بار تپایا جانا ضرور

روئے کشادہ باید و پیشانی فراخ
آنجا کہ نقطہ ہائے ید اللہ میزنند

میں ذاکر صاحب سے ابھی تک نہیں مل سکا اور ملوں بھی تو کس امید پر؟ جانتا ہوں کہ زبان سے "نہیں" کبھی نکلے گی نہیں اور دل کبھی "ہاں" کرنے کا نہیں،

—— ۱۵۱ ——

مسکیں خبر از لذت آزار ندارد
خارم کن دور رہ گذر چارہ گرم ریز

غالب کا یہ شعر مجھے بہت زمانے سے یاد ہے مگر جو بحث آپ نے پیش کی ہے وہ کبھی میرے خیال میں بھی نہ آئی تھی،

آپ پوچھتے ہیں کہ دوسرے مصرع میں لفظ کُن بالفتح پڑھا جائے یا بالضم،

یعنی اسے کندن کا امر سمجھا جائے یا کردن کا ۔ میرے نزدیک ہر وہ شخص جس کو فارسی زبان اور غالب کے ذوقِ شعری کا صحیح علم ہے، اس کے ذہن میں بھی کبھی یہ اختلافی صورت نہیں آسکتی معلوم نہیں آپ کے احباب کو کیوں یہ خلش پیدا ہو گئی۔

شاعر کا مقصود یہ کہنا ہے کہ ۔ چارہ گر جو مجھے صبر و ضبط یا ترک محبت کی ہدایت کرتا ہے واس کا سبب صرف یہ ہے کہ غریب لذتِ آزار سے آگاہ نہیں اس لیے اے خدا تو اسے بھی اس آزار سے آشنا کر دے تاکہ وہ اپنی پند و نصیحت سے باز آجائے ۔"

اِس مفہوم سے غالباً آپ کو بھی انکار نہ ہوگا، پھر خود فیصلہ کیجیے کہ اس صورت میں یہ کہنا زیادہ موزوں ہوگا کہ" مجھے کانٹا بنا کر چارہ گر کی راہ میں ڈال دے" یا یہ کہ میرا کانٹا نکال کر اس کی رہ گزر میں ڈال دے"

ظاہر ہے کہ نہ رہ گزر سے مراد واقعی وہ گزر ہے اور نہ خار سے مراد واقعی خار بلکہ ایما و اشارہ ہے، چارہ گر کی زندگی اور آزارِ محبت کی طرف ۔ اس لیے اگر یہ کہا جائے کہ" مجھے کانٹا ہٹا کر اس کی راہ میں ڈال دے" تو ظاہر ہے کہ خیال خار و رہ گزر کے لغوی معنی کی طرف منتقل ہو گا جو مقصود نہیں۔ لیکن

بصورتِ دیگر مفہوم میں وہی معنوی رنگ پیدا ہو جائے گا جو شاعر ظاہر کرنا چاہتا ہے علاوہ اس کے "مجھے کانٹا بنا کر راہ میں ڈال دے" کہنا اس وقت زیادہ موزوں ہوتا جب جذبۂ انتقام بھی اس میں شامل ہوتا لیکن پہلے مصرعہ میں لفظ "مسکیں" اس خیال کے منافی ہے، اسی کے ساتھ "فارسیت" کا اقتضا بھی یہی ہے کہ اسے کندن کا صیغۂ امر قرار دیا جائے،

۱۵۲

آپ بھی سن لیجیے اور ان سے بھی کہہ دیجیے کہ اعترافِ محبت کوئی گناہ نہیں کہ اس کی تعزیر میں آزمایش و امتحان کے مبادیات طے کرنا ضروری ہوں، غالبؔ کہتا ہے۔

خجلت نگر کہ در حسنا تم نیافتند
جز روزۂ درست ز صہبا کشودہ

مگر یہاں تو انشاء اللہ نامۂ اعمال بالکل کورا ہی ملے گا، وہاں کم از کم ایک روزہ تو تھا خواہ وہ شراب ہی سے کیوں نہ کھولا گیا ہو، مگر یہاں تو ساری عمر اس حسرت میں بسر ہوئی کہ شراب ہوتی تو روزہ رکھا جاتا ——

بہرحال اُن سے محبت کرتا ہوں اور بالکل بے وجہ، اس لیے نہ مجھے

دلیل لانے کی ضرورت اور نہ انہیں امتحان لینے کی۔ وہ مجھے بلاتے ہیں شکریہ لیکن اگر میرا آنا "شرطِ وفا" قرار دیا جاتا ہے تو کہہ دیجیے

میں نہیں جانتا وفا کیا ہے؟

وہ خود تو مارے معشوقیت کے میری ایک بات نہ مانیں اور میں لیس لیس کے برابر گرد راہ بنتا چلا جاؤں خوب! اُن سے کہہ دیجیے کہ اگر وصل لیلیٰ کی شرط یہی ٹھہری ہے

تو استعفا مرا با حسرت و یاس

آج سے نہ وہ میرے محبوب، نہ میں ان کا چاہنے والا

لو بندگی کہ چھوٹ گئے بندگی سے ہم

۱۵۳

کرم فرمائے بندہ!

کل جعفر صاحب کی تحریر سے معلوم ہوا کہ آپ میری طرف سے لبریز شکایت ہیں، خیر، یہاں یک سمت تو کوئی مضائقہ نہ تھا، لیکن سنا گیا ہے کہ آپ نے مجمع احباب میں بعض ایسے الفاظ سے بھی یاد کیا جو لفظوں سے یکسر بیگانہ تھے حیرت ہے کہ آپ نے کیوں اس قدر التفات فراواں سے کام لیا،

آپ میرے بزرگ ہیں میرے بزرگوں کے ملنے والے ہیں پیرزادے ہیں حسنی الحسینی سید ہیں، میں کیا کہہ سکتا ہوں سوائے اس کے کہ اس وقت تک تو میں اپنے آپ کو ایسا مکار و فریبی نہیں سمجھتا تھا لیکن اب چونکہ آپ ایسا فرماتے ہیں اس لیے ویسا بن جانے کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں

گفته بودی همه زرقند و فریبند فسوس

سعدی آن نیست ولیکن چو تو فرمائی هست

چونکہ جناب کی اس توجہ کا شکریہ لازم تھا اس لیے یہ چند سطریں سپرد قلم کی گئیں ورنہ اس سے منشا حاشا و کلا یہ ظاہر کرنا نہیں کہ میں کچھ اصلاح کی طرف مائل ہو گیا ہوں یا یہ کہ آپ کی بد دعاؤں نے مجھے مآل کی طرف سے خائف بنا دیا ہے — یہاں تو جو بے راہ روی اول دن اختیار کر لی تھی بحمد اللہ وہی اب تک قائم ہے۔

آپ کے مذہب و ایقان کی بلندی سے ناواقف نہیں لیکن اپنے متعلق کس زبان سے عرض کروں کہ:۔

کرده ام ایمان خود را دستمزد خویشتن　　می تراشم پیکر از سنگ و عبادت می کنم

لکم دینکم ولی دین۔

۱۵۴

تو یہ کہیے آپ مجھ سے خفا ہیں! اور صرف اس لیے کہ میں نے آپ کے اسی ایک خط کا جواب کیوں نہ دیا جو جواب طلب نہ تھا

بندۂ خدا، یہ تو سوچو کہ تم ۲۷ رکو لکھ رہے ہو کہ "میں ۲۸ رکو جا رہا ہوں" پھر میں تمہیں خدا حافظ کہتا بھی تو کس پتہ سے؟ میں انتظار میں تھا کہ منزل مقصود تک پہنچ جانے کے بعد تم پھر مجھے اطلاع دوگے اور میں دعائیں یا گالیاں جو کچھ دینا ہیں اسی وقت تفصیل سے دے لوں گا، مگر یہ خبر نہ تھی کہ خدا کی بارگاہ تک پہنچ کر انسان میں خود بھی "پندارِ خدائی" پیدا ہو جاتا ہے جس کا بڑا کارنامہ صرف "بیچا" بن جانا ہے

بہرحال شکر ہے کہ آپ مع الخیر اس مذہبی سفر سے واپس آگئے، آپ اگر خفا ہیں تو زیادہ سے زیادہ یہ کیجیے کہ تبرّکات میں سے مجھے کچھ نہ دیجیے لیکن کسی بندہ کو دائرہ بندگی سے خارج کر دینا کہاں کی شان خداوندی ہے! مدعا یہ کہ مجھ سے بولیے خواہ وہ کتنی ہی برہمی کے ساتھ ہو اور مجھ کو خط لکھیے خواہ اس میں گالیاں ہی گالیاں کیوں نہ ہوں

آپ سے ملنے کے بعد ہی تو یہ معلوم ہوا ہے کہ اہرمن بھی ایسی بُری چیز نہیں، پھر یہ خفگی بیکار ہے۔

۱۵۵

مکرمی! آپ نے جس مضمون کی طرف مجھے متوجہ کیا ہے، وہ میری نگاہ سے گزر چکا ہے لیکن آپ میرے مسلک سے پوری طرح آگاہ ہیں اور اس لیے مجھ سے یہ توقع رکھنا کہ اس کا جواب دوں بیکار ہے

مہ نور می فشاند و سگ بانگ میزند

اور فرمائیے، آپ کے مشاغل کا کیا رنگ ہے؟ وہی ساری دنیا کا غم لیے ہوئے پھرنا اور ایک لفظ شکایت کا منہ سے نہ نکالنا ——!

اے خوشا عمرے کہ صرف راہ استغنا شود

لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ سے زیادہ اس رمز کا سمجھنے والا مجھے تو کوئی دوسرا نظر آیا نہیں

اگر قربانیاں کرتے کرتے کوئی ہستی کبھی خود دیوتا بن سکتی ہے تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ سے بڑا دیوتا پیدا ہونا اس صدی میں ممکن ہے، مگر اس کا کیا علاج کہ آپ کا انکسار اسے بھی تسلیم نہ کرے گا،

۱۵۶

عزیز گرامی! یہ درست ہے کہ شیوۂ محبت کا واقف آپ سے زیادہ کون ہو سکتا ہے

لیکن خدارا یہ تو بتائیے کہ آپ کے یہاں "جرم محبت" بھی کوئی چیز ہے یا نہیں، ہاں ہاں کہہ دیجیے کہ آپ کی معصوم دنیا میں اِس کا کیا گذر

مہینوں گزر جائیں آپ میری بات نہ پوچھیں مگر یہ عین الفت! میں آپ کی تمام بے اعتنائیوں کے باوجود رات دن آپ ہی کا دم بھرتا ہوں مگر یہ سراسر جرم محبت!

خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حُسنِ کرشمہ ساز کرے

بیس دن ہوئے آپ کو میں نے ایک نہایت ضروری خط لکھ کر چند باتیں دریافت کیں، اس کے بعد متواتر دو بار یاد دہانی کی لیکن نہ آپ نے میرے اضطرار کی پرواہ کی اور نہ اس امر کی کہ آپ اگر ذرا توجہ کر کے ان امور کے متعلق تفصیلی حالات لکھ دیتے تو میرا کتنا فائدہ تھا ـــــ بہرحال اب کہ وقت گزر گیا ہے یہ شکایت بالکل بیکار ہے کیونکہ اگر آپ اب جواب بھی دیں تو کوئی نتیجہ نہیں، لیکن اس خیال سے کہ شاید آپ کو میرا دل توڑ کر، میرا نقصان کر کے کچھ مسرت ہو یہ اطلاع دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ بحمداللہ ان دونوں باتوں میں کامیاب ہو گئے اور جو کام آپ نے کیا ہے وہ شاید ہی رستم و اسفندیار سے ہو سکتا ہے شاید آپ اس تحریر کا جواب دیں، لیکن یہ سمجھ لیجیے کہ اب میرا

دورِ سکوت و پندار شروع ہو گیا ہے۔ اس کے بعد بھی آپ جرأت تخاطب کریں تو آپ جانیے۔

۱۵۶

صاحبِ الطافِ عمیم

القاب و آداب کا یہ اہتمام صرف اس لیے ہے کہ آپ چاپلوسی کے فریب میں آجائیں اور میری خطا کو درگزر فرمائیں، باور کیجیے میں حد درجہ نادم ہوں کہ آپ نے ساری عمر میں ایک خدمت میرے سپرد فرمائی اور وہ بھی مجھ سے بروقت انجام نہ پا سکی، مصروفیت وغیرہ کا عذر تو خیر بالکل لایعنی سی بات ہے لیکن یہ بالکل صحیح ہے کہ باوجود کوشش کے بھی اس طرف طبیعت مائل نہ ہوئی میں چاہتا تھا کہ مسودہ کو اسی کیفیت کے ساتھ دیکھوں جس کے ماتحت آپ نے لکھا ہے لیکن افسوس ہے کہ اس میں کامیابی نہ ہوئی، آخر کار مجبوراً آورد و تصنع سے کام لینا پڑا اور اب انتہائی شرمندگی کے ساتھ اسے واپس کر رہا ہوں — غالباً آپ کو اطمینان نہ ہوگا لیکن مجھے اس حد تک ضرور اطمینان ہے کہ زبان و لغت کی غلطی تو اب کوئی ہے نہیں۔ رہ گیا سوال بیان و معانی کا، سو اس کی پرواہ نہ کیجیے کہ لوگوں نے ملہمات ربّانی کو بھی

مجروح کیے بغیر نہیں چھوڑا، اور کسی تصنیف کا کیا ذکر ہے

جو کچھ میں لکھ رہا ہوں خدا کرے آپ کو اس کا یقین ہو جائے اور اس کا یقین مجھے صرف اس طرح ہو سکتا ہے کہ آپ اس کے جواب میں پروانۂ معافی بھیج دیں اس خط کو کانپتے ہوئے ہاتھوں سے ڈاک میں ڈال رہا ہوں اور اس کے جواب کو اس سے بھی زیادہ لرزاں ہاتھوں سے کھولوں گا،

۱۵۸

زہ اللہ! آپ بھی قیامت کرتے ہیں کہ میرا "پارے لنگ" چھین کر "دل تنگ" مرحمت فرمانا چاہتے ہیں

آپ کی چارہ سازیوں کا شکریہ، لیکن میرا اُن سے فائدہ اٹھانا معلوم! یقیناً آپ کو میری بے کسی و بے چارگی پر رحم آنا چاہیے لیکن باور کیجیے کہ میں رحم کے قابل نہیں ہوں اور اتنا خانماں برباد نہیں جتنا آپ سمجھتے ہیں

عشق ہر جامی رود ما را بہ ساماں می برد

فرق اگر ہے تو صرف اتنا کہ آپ کے یہاں زندگی نام ہے مرغ و ماہی کا دیبا و حریر کا، خدم و حشم کا، ایوان و تصور کا، مے و نغمہ کا، یہاں "برگ و ساز" عبارت ہے صرف اس فلسفہ سے کہ

رخت اگر کمتر بود کشتی بساحل می برند

آپ کو اپنی اہمیت کا علم اس طرح ہوا کہ دوسرے ایسا کہتے ہیں، اور میری غیر اہمیت مجھ پر اس طرح القا ہوئی کہ

مرا کردہ اند آشکارا بہ من

اللہ اللہ کیجیے آپ بھی کس فکر میں مبتلا ہو گئے — آپ کیوں دیوانوں کا ساتھ دے کر اپنی زندگی کا لطف ضایع کرتے ہیں۔

بادل شدگاں ہر کہ درافتا برافتاد

۱۵۹

محبِّ دل نواز!

آپ کا پیام اختر کے ذریعے سے پہنچا، مجھے تعمیل ارشاد میں کیا عذر ہو سکتا ہے، مگر سوچ لیجیے کہیں ایسا نہ ہو اس کا نتیجہ خلاف امید نکلے! میرا تو اس میں کوئی نقصان نہیں، جاتا ہے اور سچ سچ سارا واقعہ عرض کر دینا لیکن اگر انھوں نے صرف اس وجہ سے باور نہ کیا کہ روایت کرنے والا میں ہوں تو پھر کیا ہوگا؟ آپ کو معلوم نہیں، میں ہمیشہ سے ان کے نزدیک مجروح راوی کی حیثیت رکھتا ہوں، یہاں تک کہ اگر میں کہہ دوں خدا ایک ہے

تو انہیں توحید میں بھی شک پڑ جائے گا، پھر کیوں نہ یہ خدمت آپ مولانا ذاکر کے سپرد فرمائیں جو ان کے نزدیک مخبر صادق کا مرتبہ رکھتے ہیں، آپ کہیں گے ان پر اعتبار مشکل ہے، سو اس کی ترکیب یہ ہے کہ مجن صاحب کو بھی اُن کی معیت میں بھیج دیجیے۔

بہر حال مجھے امتثال امر میں عذر نہیں، لیکن کیا فائدہ اگر نتیجہ خاطر خواہ نہ نکلا، جواب کا منتظر ہوں،

۱۶۰

نگاہ اولیں اور اس درجہ گرم و ستیزہ کار! معاذ اللہ! لیکن شاید آپ کو معلوم نہیں کہ ان نیشتروں کی خلش مجھے کس حد تک گوارا ہے

آپ "بہ اندازہ بنوش" کی ہدایت فرماتے ہیں اور یہاں یہ عالم ہے کہ

تا بادہ تلخ تر شود و سینہ ریش تر
بگدازم آبگینہ و در ساغر افگنم

آپ مجھے "کل" سے کیوں ڈراتے ہیں جب کہ میں آج ہی سب کچھ آپ کے "پندار" پر قربان کر چکا ہوں خدا وہ دن تو کرے کہ آپ اس ساز و سامان سے مجھے تباہ کرنے کے لیے تشریف لائیں

اے سنگ بر تو دعوئے طاقت مسلّم ست
خود را نہ دیدہ بہ کفِ شیشہ گر ہنوز

محمود صاحب سے کہہ دیجیے کہ انہوں نے لکھنؤ میں مجھے اسی چیز سے محروم رکھا جو میرا تنہا سرمایۂ حیات ہے اور پھر اس پر آپ کا یہ ظلم کہ مجھ ہی سے اس کا ذکر بھی کیا جاتا ہے، ہاں صاحب چھایا کا خیال سنیے، ساون کی الاپ پر سر دُھنیے ہولیاں کھیلیے، رنگ الیاں منائیے، یہاں کیا ہے وہی ایک داغ نارسائی یا پھر

دستے کہ بہ جز جامہ دریدن نہ شناسد

۱۶۱

پیر و مرشد!

یہ کیا خیال ذہن مبارک میں آیا؟ میں اور آپ سے سرتابی! ذرہ و آفتاب کی دنیا میں یہ بات تو کبھی نہیں سُنی گئی، کاہ و کاہربا کی حکایت میں یہ واقعہ تو آج تک کسی نے بیان نہیں کیا!

آپ کی محبت میرا ایمان اور آپ کا آستانہ میرا کعبۂ ایقان ہے، پھر

اے دامنِ تو قبلۂ مشتِ غبارِ من

یہ آپ نے کیونکر باور کر لیا کہ میں آپ سے منحرف ہو کر زندہ رہ سکتا ہوں

مجھے اس سے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں، آپ خود روشن ضمیر ہیں اور اچھی طرح جانتے ہیں کہ

در کوئے یار بندۂ فرماں برم ہنوز

۱۶۲

سوزاں چو شمع بودن، دانی کہ می توانم
داغ از دلم زدودن، دانی کہ می توانی؟

یعنی بجائے خود یہ حقیقت تو مسلم ہے کہ میں آپ سے کبھی بے تعلق نہیں ہو سکتا لیکن سوال یہ ہے کہ کیا آپ کو بھی اس کا علم ہے یا نہیں؟ کہہ دیجیے کیوں نہیں! اور پھر اس کے بعد خاموشی اختیار کر لیجیے یہاں تک کہ آہ و فریاد کی تمام طاقت مجھ سے سلب ہو جائے، پے در پے چار عریضے روانہ کیے لیکن کوئی اعتنا نہیں دو تار بھیجے مطلق پرواہ نہیں، خاص طور پر آدمی بھیجا مگر جواب ندارد - اس بے توجہی سے تو خدا کی خدائی بھی نہیں چل سکتی، کارگاہِ "عشق و جمال" کا کیا ذکر ہے آپ کہیں گے کہ یہ سب جھوٹ ہے نہ اس سے پہلے کوئی خط آپ کو ملا نہ تار، نہ کوئی آدمی پہنچا نہ تقاضہ، یہ سب درست سہی لیکن میں تو مستقبل کا ذکر کر رہا ہوں، اور جانتا ہوں کہ یہ سب کچھ ہو کر رہے گا، اس لیے اس کی تکذیب کی صورت

اگر ہو سکتی ہے تو صرف یہ کہ آپ فوراً جواب دیں اور نصیر کی روانگی کی تاریخ
دنوں سے متعین کر کے اس بارے مجھے بیباک دوستی فرمائیں، ان کے حقوق آپ پر
بھی اتنے ہی ہیں جتنے مجھ پر، اور پھر آپ مجھ سے زیادہ دردمند دل رکھنے کے
مدعی بھی ہیں، اس لیے معاملہ احسان و مراعات کا نہیں بلکہ ادائے فرض و رعایت
فطرت کا ہے جسے آپ مجھ سے بہتر سمجھ سکتے ہیں۔

۱۶۳

کل ایک صاحب تشریف لائے اور تمہارے متعلق عجیب و غریب خبر سنائی
وہ یہ کہ تم نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے اور دوسری شادی کرنے والے ہو
پھر اگر معاملہ صرف طلاق کا ہوتا تو بھی غنیمت تھا لیکن یہ عقد ثانی کی ترکیب بالکل
سمجھ میں نہ آئی، میں تمہاری طوفانی طبیعت سے واقف ہوں اور مسلمانوں کے
جذبات سے مغلوب ہو کر تم اس سے بھی زیادہ نازیبا حرکت کے مرتکب ہو سکتے ہو
لیکن اس سے بھی آگاہ ہوں کہ جب جنون دور ہو جاتا ہے تو فرشتہ بھی تمہارے
سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا، اول تو خدا کرے تم اس خبر کی تردید کر دو لیکن
اگر خدا نخواستہ یہ واقعہ صحیح ہے تو اطلاع دو تاکہ دل کھول کر تمہیں گالیاں دے سکوں
ہر چند یہ تمہاری زندگی کا کوئی نیا تجربہ نہیں اور اس وقت تک تم کئی بار اپنے

مسلمان ہونے کا ثبوت اس طرح دے چکے ہو لیکن خیر ہر بار کوئی نہ کوئی معقول سبب تمہاری خوش قسمتی سے پیدا ہو جاتا تھا، اس مرتبہ تو کوئی تاویل ہو ہی نہیں سکتی، سوائے اس کے کہ تم دفعۃً انسان سے جانور بن گئے ہو، بہرحال مجھے سخت خلجان ہے اور اگر تمہارا ہیجان دور ہو گیا ہو تو مفصل حالات سے آگاہ کرو، ورنہ میں خود آتا ہوں اور صرف اس لیے کہ اگر تم دوسری شادی کر چکے ہو تو اس کو بھی طلاق دلواؤں، کیونکہ ایک نہ ایک دن اُسکے ساتھ بھی یہی سلوک ہونا ہے،

۱۹۴

صدیقی الاجل!

میں کل شام کو یہاں پہنچا اور اس وقت تک کہ کامل ۲۰ گھنٹے گزر گئے ہیں یہ فیصلہ نہیں کر سکا کہ اگر، لوگ واقعی انسان ہیں تو میں اپنے آپ کو کس قسم کا حیوان سمجھوں، اس میں کلام نہیں کہ "مساوات" عمدہ چیز ہے لیکن صرف "نظریہ" کی حد تک، کیونکہ اگر عملی صورت میں اس کا مظاہرہ اس طرح ہو سکتا ہے جو یہاں نظر آیا تو ڈیماکریسی اور جمہوریت دونوں پر لعنت ہے

مجھے ایسے آقا کی ضرورت نہیں جو اپنی طرح مجھے بھی زندان بچہ کر زر و سیم کے انبار سے لاد دے، مجھے تو ایسا مالک چاہیے جو مجھے فاقوں میں مبتلا کرے

لیکن سمجھے انسان ـــــ باور کرو میں یہاں ایک منٹ کے لیے نہیں رہ سکتا اور شام تک میرا یہاں سے بھاگ جانا بالکل برحق ہے،

میرے اس خط کا جواب اس وقت دینا جب میں پھر تمہیں لکھوں

لاحول ولا قوۃ، تم نے بھی کس عذاب میں مبتلا کر دیا،

ـــــــ ۱۶۵ ـــــــ

میرزا صاحب!

کہیے آج کل آپ کی "ستارہ پیشانی" کہاں ہیں ـــــ کیوں؟ کیا "زہرہ جبیں" کا یہ ترجمہ برا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ "عشق" نام ہے صرف حماقت کا خواہ قبل مسیح ہو یا بعد مسیح، فرق اتنا ہے کہ اگلے وقتوں کا عاشق اکثر و بیشتر مفلس و نادار ہوتا تھا اس لیے سوائے اس کے کہ محمل کے پیچھے پیچھے دوڑتا پھرے یا پہاڑ کے پتھر پھوڑا کرے اور کیا کر سکتا تھا، یہ زمانہ ذرا زرداری کا ہے، اس لیے اب معشوق کی جستجو میں پاؤں کے آبلے نہیں پھوٹتے، بلکہ دل بہایا جاتا ہے اور بجائے جوئے شیر لانے کے "وہسکی اور شامپین" کی طلب ہوتی ہے ـــــ رہا سوال کامیابی کا، سو پہلے محبوب ملتا تھا خدا جانے کتنا سر کھپانے کے بعد، اور اب یہ مصیبت ہے کہ وہ سب کو آسانی کے ساتھ مل جاتا ہے

الغرض محبت کی دشواریاں بدستور قائم ہیں ـــ اسی لیے میری ہمدردیاں تو آپ کے ساتھ وہی ہیں جو کسی وقت قیس و فرہاد کے چارہ سازوں کو اُن کے ساتھ رہی ہوں گی البتہ سوال یہ ہے کہ جب باوجود "ایں ہمہ دعوائے مزائیت وطنطنۂ سوفسطائیت" آپ کسی کے سامنے "منہ بھاڑ سر جھاڑ" بھیں بھیں رو رہے ہوں گے، تو اس وقت مجھ غریب "چارہ گر" کی کیا حالت ہوگی۔ آپ ہی کہیے سوائے دُم دبا کر فرار ہو جانے کے اور کیا ہو سکتا ہے،

مجھے معلوم ہوا ہے کہ پھر آپ کے صبر و استقلال کی حالت بہت سقیم ہے اور شاید دو ہی چار دن میں اس کا جنازہ نکلنے والا ہے، اگر یہ خبر صحیح ہے (اور یقیناً صحیح ہوگی) تو کم از کم میرا "استعفاء رفاقت" تو آپ قبول ہی کر لیجیے، مجھے "غم روزگار" سے اتنی فرصت کہاں کہ آپ کے "غم عشق" کی سربراہی کرتا پھروں، آپ کو اُن کی محبت و وفاداری پر یقین ہے، مناسب ـــ لیکن مجھے باور نہ کرائیے، کیونکہ اس کے بعد بھی میں عاشق ہونے سے رہا اور آپ معشوق بننے سے

حیرت ہے کہ ایسے گوش ہوش والے انسان بھی اس کوچہ میں آ کر اتنے احمق ہو جاتے ہیں۔

۱۶۶

سنیے ایک بات ضروری عرض کرنا ہے، کل دلدار خاں صاحب کا خط آیا، وہ کہتے ہیں اگر اس وقت غفلت سے کام لیا گیا تو پھر ایسا موقع ہاتھ نہ آئیگا — چونکہ موقع و محل کی باتیں آپ زیادہ سمجھتے ہیں اس لیے میں نے جواب دینے سے قبل یہ مناسب سمجھا کہ آپ کی رائے اس معاملہ میں لے لوں، یہ بالکل درست ہے کہ میں اس کام کی تکمیل کے لیے بے تاب ہوں اور یہ بھی غلط نہیں کہ خاں صاحب میرے ہوا خواہ ہیں، اور ایک حد تک صائب الرائے بھی لیکن مجھے صرف اندیشہ ہے کہ اگر اس کے بعد بھی کاربرآری نہ ہوئی تو پھر سوائے سر پھوڑ کر مر جانے کے اور کوئی صورت باقی نہ رہے گی،

بار بار آپ کا احسان اٹھانے میں تو چنداں حرج نہیں لیکن یہ مسلسل مایوسیاں کس سے برداشت ہوں گی؟ بہرحال آپ کے جواب کا منتظر ہوں اور جواب بھی وہ جس میں میری "خاطرداری" کا لحاظ مطلق نہ کیا جائے بلکہ صرف مصلحت و عاقبت بینی کا،

۱۶۷

ارے یار چپ بھی رہو، اب کیوں کہتے ہو؟ اُف اُف،

عرفی مگو بہ تیرہ شبِ ہجر حرفِ مے
حرفیست ایں کہ در شبِ مہتاب گفتنیست

یہ تم نے کیا کہا ؟ یہ میں نے کیا سنا ؟ — معاذ اللہ !

باور کرو جس وقت وہ صحبت یاد آجاتی ہے تو دل تڑپ کر رہ جاتا ہے، تمہارے کہنے کی ضرورت تھی میں تو وہاں اڑ کر پہونچتا، لیکن باور کرو، بہت درماندہ ہوں — "اتنا درماندہ کہ اب کیا کہوں"

قصۂ غم سنا کر تمہاری مسرتوں کو خراب کرنا نہیں چاہتا، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ تمہاری کامرانیوں کی خبر سن کر اس وقت میں اپنی ناتمداریاں بھی بھلائے بیٹھا ہوں،

کتنے دن قیام کا ارادہ ہے — کل چائے کے وقت میں نے شکر دان کھول کر دیکھا تو شکر کے اندر ایک چیونٹا ملا خشک مرا ہوا، میں نے سوچا کہ دیکھیے، جان بھی وہیں دی اور دفن بھی وہیں ہوا ——— سو بھائی ! تمہاری خواہش تو تریب قریب یہی ہوگی لیکن میں جانتا ہوں کہ اتنی فرصت زمانہ کب دیتا ہے، بہر حال وہاں سے آنا پڑے گا، اور اسی لیے پوچھا کہ کب تک اس کی توقع — (غالباً اندیشہ، زیادہ صحیح لفظ ہوگا) کی جائے ؟

میرا سلام عرض کرو اور کہو کہ کیوں صاحب ادھر سے گزر جانا اور بات تک نہ پوچھنا، بہتر ہے، میں نے بھی اگر اس غصہ میں شیشہ کا شیشہ خالی نہ کر دیا تو میرا نام مفتی صدر الدین آزردہ نہیں،

میں اور شغلِ بادہ کشی لے گئیں مجھے
یہ کم نگاہیاں تری بزمِ شراب میں

———— ۱۶۸ ————

ہنسو! ہنسو!! ہاں خوب ہنس لو!!! — کاہے کو کبھی ایسا موقع ہاتھ آئیگا میں بے وقوف تھا کہ وہاں جا کر یہ رسوائی اٹھائی اور تم — ہاں بھئی تمہاری فراست و دانشمندی کا کیا کہنا، کہ یہاں سکتے کیتے زبان گِھس گئی لیکن تم ٹس سے مس نہ ہوئے، تم لاکھ عذر کرو لیکن بخدا یہ سارا مظلمہ تمہاری گردن پر ہے نہ تم خاموش رہتے، نہ مجھ سے یہ حرکت ہوتی کہ :-

اٹھا اور اٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لیے

شامت جب آتی ہے تو اکثر احباب ہی کی وساطت سے آتی ہے۔ پھر اب فرمائیے کیا ارادہ ہے؟ تم سے تو خیر انتقام لینا چنداں دشوار نہیں، گیا اور تمہاری تسبیح توڑ کر رکھ دی، دلائل الخیرات چرا کر گم کر دی، جانماز گھسیٹ لی، اور یہ کچھ نہ سہی

تو تیمم کا تو وہ ہی اٹھا کر پھینک دیا، تمھارے رُلانے کے لیے تو اتنا ہی کافی ہے لیکن یہ بتاؤ کہ اس "شقی" سے کیونکر عہدہ برآ ہوں، نہ خدا کا قائل، نہ رسول کا، نہ کسی پیر کا معتقد نہ ولی کا، نہ دل میں مروت نہ آنکھوں میں لحاظ، ایسے قائل کا کیا کرے کوئی؟ یہ بتاؤ تو جانوں۔

میں نے ایک تدبیر سوچی ہے، تمھاری کیا رائے ہے۔ یہ بالکل یقینی ہے کہ وہ چند دن میں یہاں آئیں گے اس لیے کیوں نہ وہ دروازہ اُن کے لیے مسدود کر دیا جائے جہاں کی آستاں بوسی ان کا دین و ایمان ہے! پوچھو اس کا کیا ذریعہ ہے؟

تم نے ان میر صاحب کو دیکھا ہوگا جو تنبورہ لیے ہوئے "قاچار" کے مکان کی طرف اکثر جاتے ہوئے نظر آتے ہیں ـــــ وہ ہیں اُن کے استاد، اور مجھ سے وہ عقیدت رکھتے ہیں اس لیے کہ مجھ سے زیادہ ان کا کوئی مداح نہیں ـــ نہ یہ میرا کہا ٹال سکتے ہیں نہ وہ ان کا ـــ اس لیے سوچتا ہوں کہ اس ذریعے سے ایک جنگ کرا دوں، باور کرو میں اس کا دوست ہوں، لیکن یہ تباہی منظور رہے اور وہ خانماں بربادی منظور نہیں ـــ وہ تو ہو گئے ہیں پاگل، اس لیے اگر اُن کے طرزِ عمل سے خفا ہو کر بیٹھ جاؤں تو پھر کون اس کشتی کو بھنور سے نکالنے والا ہے؟

کیا تم ؟ کیوں نہ ہو ماشاء اللہ!

۱۶۹

یاد فرمائی کا شکریہ ۔ آپ نے میر صاحب کے متعلق جو کچھ لکھا ہے
خدا کرے صحیح ہو، لیکن میری رائے ان کی نسبت یہی ہے کہ

کم چنیں دیوانہ ہشیار پیدا می شود

آپ اپنی فطرت کے لحاظ سے فرشتہ ہیں، اس لیے ساری دنیا کو بے گناہ جانتے ہیں، میں ایسا نہیں ہوں اس لیے سمجھتا ہوں کہ معصوم صورتوں میں کیسی کیسی قبیح سیرتیں چھپی رہتی ہیں، بہرحال آپ اپنے معاملات کو مجھ سے بہتر سمجھ سکتے ہیں، آپ کی مرضی ہے جو جی میں آئے کیجیے لیکن مجھ سے رائے نہ طلب کیجیے، میں بہ تعمیل ارشاد پنڈت جی سے ملا، ان کے اندازِ گفتگو سے میں نے نتیجہ نکالا کہ وہ اس باب میں براہِ راست آپ ہی سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں اور میری وساطت پسند نہیں ۔ اور یہ ہے بھی ٹھیک ۔ آپ لینے والے وہ دینے والے، میں کون؟ نہ تین میں نہ تیرہ میں ۔

۱۷۰

تمہارا خط ابھی ملا یعنی ۱۰ ستمبر ٹھیک دس بجے دن کو، اور اسی وقت،

جواب لکھنے بیٹھ گیا، باتیں مزے کی تھیں جی لگ گیا۔ خیر بزرگی وزرگی تو میں جانتا نہیں لیکن اتنا ضرور سمجھتا ہوں کہ میرزا مظہر اپنے ذوق کے لحاظ سے واقعی "جانِ جاں" تھے

اگر تم نے ان کے کلام کا غائر مطالعہ کیا ہے تو اس کے ماننے میں تامل نہ ہونا چاہیے کہ وہ نہایت رنگین و لطیف طبیعت رکھتے تھے اور ذوقِ شعر کے لحاظ سے تو فارسی اردو دونوں میں ان کا جواب نہ تھا

رہ گیا سوال تاباں کا سو تذکرہ نویس کچھ کہیں لیکن مجھے پورا یقین ہے کہ وہ ان سے شدید محبت کرتے تھے، تاباں کے غیر معمولی جمیل ہونے پر سب کو اتفاق ہے، رہ گئے مرزا صاحب سو ان کا یہ ذوق خود ان کے کلام سے ظاہر ہے، ہر چند امرد پرستی کا اظہار فارسی شاعری میں ایسی معمولی بات ہے کہ اس کو سامنے رکھ کر کسی شاعر کے امرد پرست ہونے پر حکم نہیں لگایا جا سکتا، لیکن مرزا صاحب کے یہاں یہ رنگ کچھ عجیب و غریب کیفیت لیے ہوئے ہے، اس قسم کے اشعار کم و بیش تمام شاعروں میں پائے جاتے ہیں، لیکن مرزا صاحب جس تکرار و لذت کے ساتھ اس جذبہ کا اظہار کرتے ہیں وہ دوسروں کے یہاں بہت کم پایا جاتا ہے، چند شعر سناتا ہوں۔

دگر جسگو نہ تواں کرد یارِ حق مظہر
الٰہ با طفلِ من عشق نو جوانے ہست

تم کہو گے کہ "نوجوان" مرد بھی ہو سکتا ہے اور عورت بھی، بہتر ہے ایک شعر اور سنو۔

کنوں در جائے سرِ پیچ مرصع سنگہا دارد
بہ طفلاں مظہر ما بس کہ الفت بیشتر دارد

ممکن ہے تم یہ کہو کہ طفل چھوٹے بچے کو کہتے ہیں اور اس سے امرد پرستی کو کوئی تعلق نہیں، لیکن خود میرزا صاحب نے طفل کے کیا معنی لیے ہیں، یہ بھی سن لو۔ عشق بازاں مرید طفلاں اند
بہر ایں قوم نوجواں باشد

طفل سے مراد اُن کی نوجوان ہے یا نہیں؟ اب کیوں نہیں بولتے؟ اچھا اور لو:۔

عاقبت از بہر تحصیل کمال جذب عشق — شد مرید نوجوانے گرچہ مظہر پیر بود
پیر سر باعث ضعف قوائے مظہر ما — کہ گشتہ پیر ز بیداد نوجوانے چند
مظہر تو دشمن خودی اے خانماں خراب — دل می دہد بدست سپاہی پسر کسے؟
خویش را مظہر بدست دلبرے بفروختم — بہر بیعت پیری جستم جوانے یافتم

بعض اشعار میں تو انھوں نے اشارہ تک کر دیا ہے مثلاً:۔

من از رنگینی و ایہامِ اشعارش گمان دارم
کہ مظہر میل با رعنا جوانے میرزا دارد

اور ایک جگہ تو اس سے بھی زیادہ کھل گئے ہیں

کفر و دیں امروز مظہر ناز باد ارد بہ من
سرو رعنا ساخت عشق میرزا را جا مرا

اس کی تحقیق شاید تم نے کی ہوگی کہ وہ حیدر آباد گئے یا نہیں لیکن دکن کے سانولے سلونے لڑکوں سے انہوں نے جس دلچسپی کا اظہار کیا ہے اس شعر سے عیاں ہے :۔

گشتہ ام محو سواد خط سبزانِ دکن
دلنشیں افتاد نقش حیدر آبادی مرا

یہ تو وہ اشعار ہیں جن میں کسی تاویل کی ضرورت ہی نہیں ورنہ یوں تو جھلک نہ معلوم کتنے اشعار سے نمایاں ہے، ایک شعر سنو کس قیامت کا لکھ گئے ہیں :۔

سر از یں تیغ بردن آساں نیست
آہ، مظہر خم سلام کسے

میں تو مظہر کے ذوق شاعری کا پرستار ہوں اور اس سے بحث نہیں کہ وہ امرد پرست تھے یا کیا، کیونکہ اگر ایسا ہو بھی تو کیا گناہ ہے۔ شاید تم اس رائے سے

آگاہ نہیں کہ "حسن مجرد" کے پرستاروں کا میلان اس طرف زیادہ ہوتا ہے، گو خود میرا مشرب یہ نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے، کیونکہ محبت کے باب میں روحانیت و حقانیت میری سمجھ میں آتی نہیں اور کسی صوفی کی خدمت میں بیٹھ کر یہ فن سیکھنے کی کوشش کبھی کی نہیں، میں محبت کرتا ہوں اور گناہ سمجھ کر کرتا ہوں تاکہ اس کی لذت باقی رہے، عورت کے ساتھ جائز یا ناجائز شرعی تعلق میرے بس کی بات نہیں

(۶)

پیر و مرشد!

آپ اس محبت سے فرمائیں اور میں تعمیل نہ کروں یہ آپ نے کیا کہا، میری فطرت سے آپ اچھی طرح واقف ہیں:-

ہر آں کہ بندہ بخواند سرا خدائے من است

چہ جائیکہ آپ جن کے الطاف میرے لیے سرمایۂ حیات ہیں۔ آپ مطمئن رہیے، امکان سے بھی زیادہ اگر کوئی صورت کوشش کی ہو سکتی ہے تو وہ بھی صرف کر دی جائے گی اور توقع ہے کہ ناکام نہ رہوں گا،

کل صبح اول وقت نماز پڑھ کر (نماز اس لیے کہ آپ کو میرے خشوع

و خضوع کا یقین ہو جائے، راجہ صاحب سے ملوں گا اور کہوں گا کہ سرکار یہ معاملہ میری موت و زیست کا ہے اس لیے اگر مجھے ہلاک کر کے دنیا کی رونق آپ واقعی تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں، تو خیر بات دوسری ہے، ورنہ جس طرح ممکن ہو ابشیر کو صدر دفتر میں تبدیل کر دیجیے وہ پوچھیں گے اس سے تمہاری موت و حیات کا کیا تعلق؟ میں عرض کروں گا کہ پیر و مرشد کی تمنا یہی ہے اور ان کی کسی آرزو کا پورا نہ ہونا میرے لیے موت سے بدتر ہے" امید تو ہے کہ مان جائیں، لیکن اگر یہ تدبیر نہ چلی تو پھر ایک صورت اور میرے ذہن میں آئی ہے، آپ سے اس لیے نہیں کہنا چاہتا تھا کہ کہیں شرعی جواز و عدم جواز کی بحث نہ چھڑ جائے اور آپ مجھے اس سے باز رکھیں۔

۱۶۷

عزیزم

کیا پوچھتے ہو کیا عالم ہے موسم کو دیکھتا ہوں اور یہ شعر پڑھتا ہوں

بہارِ ہند بود برشگال ہاں غالب   دریں خزانکدہ ہم موسم شرابے ہست

اف یہ کالی کالی گھٹائیں، یہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں، اور ادھر

سقا بنہ جام من اتر سے نہی

کل، یوسف کا خط آیا ہے، لکھتے ہیں آ رہا ہوں، میں تمہیں خط بھیجتا ہوں، خدا کرے تم بھی جواب میں لکھو کہ آ رہا ہوں۔ ہائے، ہائے۔ ابھی نہ یوسف پاس نہ عزیز ترییب، لیکن تصور ہی سے بے قابو ہوا جاتا ہوں —
کیا تمہیں میری اس بے بسی و بے کسی پر بھی رحم نہ آئے گا

تم کہو گے کہ یہاں آ کر کیا کروں میں جانتا ہوں کہ ایک جگہ نہ بیٹھ سکنے کا عذاب جو خدا نے تم پر مسلط کیا ہے وہ یہاں بھی ساتھ لاؤ گے، سو سُن لو کہ تمہارے آنے کے بعد میں خود یہاں نہیں ٹھیروں گا، اور دو چار دن کیلیے یا جب تک تم کہو گے بالکل خارج البلد رہوں گا،

سر پھوڑنے کے لیے نہ یہاں پہاڑوں کی کمی ہے اور نہ دشت نوردی کیلئے جنگلوں کا فقدان — چلو تمہارا انتظام تو ہو گیا رہا میں اور یوسف سو ہم دونوں گاؤں کے کسی جھونپڑے میں رات کو جس وقت بادل گرج رہے ہوں گے مینہ برس رہا ہو گا کہیں دور سے آنے والی بانسری کی آواز کو سنتے رہیں گے اور تڑپتے رہیں گے مگر ظالم تو کب کہا مانتا ہے؟

کبھی کو دکی میں جس نے نہ سنی مری کہانی
مجھے اس سے کیا توقع بہ زمانۂ جوانی

پ کو

۱۷۳

کل ہی اجین سے واپس آیا ہوں۔ تم بہت یاد آئے، چندر راؤتی کا گانا تھا، لطف آگیا، معلوم ہوتا تھا کہ مع اپنی آواز کے دل میں سمائی جا رہی ہے، عمر ۴۰ سال سے متجاوز، لیکن چمپئی رنگت اور نقشہ کی دلاویزی ہنوز باقی ہے اچھو میاں بھی تھے اور ڈاکٹر شریف الحسن بھی — ان کی ترکیب سنیے، ایک صاحب نے تو "بھیروں بہار" کی راگنی میں ان کی شاگردی اختیار کی اور دوسرے نے "یمن" میں ان کی صاحبزادی کی۔ یہاں انتہائے مایوسی میں بے اختیار جی چاہا کہ طبلہ اپنے سر پر دے ماروں یا سر طبلہ پر پٹک دوں، لیکن میر منور علی صاحب مجھ سے زیادہ تیز نکلے اور طبلہ کے ساتھ سارنگی کو بھی منگوا کر بیٹھ گئے، کیا کہوں یہ چار دن کس خود فراموشی کے عالم میں بسر ہوئے ہیں اور یاران مخلص کا ایک جگہ بیٹھ جانا بھی واللہ کتنی بڑی نعمت ہے۔

فی الحال میرا ارادہ لکھنؤ آنے کا نہیں ہے، لیکن اگر زمانہ نے فرصت دی اور مکروہات نے پیچھا چھوڑا تو نومبر کے پہلے ہفتہ میں چار دن کیلئے ضرور آؤنگا تم سے ملنے کو بہت جی چاہتا ہے اور جب سے یہ سنا ہے کہ تم نے وہاں گھر بنا لیا ہے تو بیتابی اور بڑھ گئی ہے۔

۱۷۴

ممتاز!

یہ تم نے کیونکر جانا کہ مجھے گھر کی محبت نہیں، اور گھر گیا بھاڑ میں کیا تمہاری محبت بھی نہ ہوگی لیکن پیارے یہ تو بتاؤ کہ وہاں قیام کی صورت کیا ہو

سعدیا حبِ وطن گرچہ حدیثیست صحیح
نتواں مرد بہ سختی کہ من آں جا زادم

خدا کرے تم زندہ ہو کہ اس پیارے کبھی کبھی پوچھ لیتے ہو، ورنہ اب اور کون پوچھنے والا باقی رہ گیا ہے، بہرحال آؤں گا اور وطن کی ویرانیوں پر آنسو بہانے جلد آؤں گا خدا حافظ

۱۷۵

میرے عزیز دوست!

میرا معاملہ ان کے ساتھ کیا ہے، اب یہ نہ پوچھیے

نے رخصت اشکے نہ مرا فرصت آہے
دارم بہ رُخ یار عسر بیانہ نگاہے

میں یوں ہی بُزدل تھا آپ نے ہمدردی فرماکر اور غضب ڈھایا، آپ کو

کیا خبر کہ کتنی بار رو رو کر سینہ ہلکا کرنے کی کوشش کر چکا ہوں لیکن دل ہے کہ امنڈا چلا آرہا ہے، آپ اپنے منہ سے کیوں کہیں، مجھے خود اس کا اعتراف ہے کہ تنگ ظرف ہوں، تنگ حوصلہ ہوں، درد کی تاب نہیں ضبط کا یارا نہیں اور کس کس سے اس حقیقت کو دہراتا پھروں کہ

مرا صبرے کم ست و درد بسیار ست می نالم

آپ کی ہمدردیوں کا شکر گزار ہوں اور آپ کی چارہ سازیوں کا ممنون لیکن کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں، ایک زمانہ تھا کہ مجھے خود داری کا احساس تھا اور سعی و طلب میں بے قرار رہتا تھا لیکن رفتہ رفتہ نہ وہ خود داری باقی رہی نہ سعی و طلب کی وہ بے قراری یہاں تک کہ اب زندگی کا مفہوم بجز تنہا ملول بودن و تنہا گریستن کے اور کچھ نہیں ہے۔

―――――― ۱۷۶ ――――――

محترمہ!

اشعار ملے اور تمام ان درد سامانیوں کے ساتھ جو بقول آپ کے آپ کی زندگی کا سہارا، لیکن میرے نزدیک موت کا کفارہ ہیں، آپ کو معلوم نہیں

موج کوثر و تسنیم" کے لیے دنیا نے کتنی بار مجھ سے مطالبہ کیا اور میں نے ہمیشہ یہ کہہ کر ٹال دیا کہ دیکھا جائے گا۔ میں کسی سے یہ بھی تو نہیں کہہ سکتا کہ آپ کون ہیں اور کیوں اپنے کلام کی اشاعت گوارا نہیں فرمائیں

آپکا یہ شعر:- بانسری بج رہی تھی دور کہیں
رات کس درجہ یاد آئے ہو تم

اب تک دماغ میں گونج رہا ہے۔ اب آپ نے دوسری صدائے دردناک سے تڑپا دیا

معاذاللہ! کس نے مجھ کو پکارا صحرا میں
ہائیں آئی کدھر سے یہ آواز

جنگل کے سناٹے میں کسی عاشق آوارہ کا یہ محسوس کرنا کہ کوئی اُسے پکار رہا ہے ایسی مکمل تصویر انتہائے وحشت و الفت کی ہے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں

دشت کو چھوڑ کے میں اسکی گلی میں پہنچی
کیا کہوں مجھ سے تو واں اور بھی ٹھیرا نہ گیا

میری ہلاکت کیلیے یہی شعر کیا کم تھا کہ آپ نے مقطع لکھ کر اور قیامت کر دی

ہم بھی جا پہنچے تھے یہ دیکھنے کیسی ہے نسیم
حال اس غمزدہ کا ہم سے تو دیکھا نہ گیا

یاد رکھیے کہ آپ سے ملنے اور آپ کی داستانِ غم سننے کے بعد بھی مجھ پر اتنا اثر نہیں ہوا، جتنا آپ کے کلام سے ہوتا ہے، شاید اس لیے کہ جو نگاہ آئینے سے اچٹ کر آتی ہے وہ زیادہ قاتل ہوتی ہے

آپ کب تک لکھنؤ آئیں گی، غالباً محرم میں، "ہاں، نہیں" دونوں صورتوں میں آپ کا سکوت ہی مناسب ہے، امیر لطف انتظار آپ کیوں غارت کریں؟

۱۷۷

نیاز نوازا!

کل انتہائی سراسیمگی کے عالم میں تھا کہ مکتوب گرامی پہنچا، سراسیمگی صرف اسلیے تھی کہ:۔ چشم ہماں، قوتِ دیدش ہماں

لیکن اس کا کیا علاج کہ ـــــ پردہ ڈالا ہے وہ اس نے کہ اٹھائے نہ بنے!

بارے شکر ہے کہ آپ کی تحریر سے اضطراب کچھ کم ہوا اور اس خیال سے یک گونہ تسکین ہوئی کہ دنیا میں کچھ "دل" اور بھی ہیں جو مجھ سے زیادہ لبریز شکایت ہیں

میں نے متعدد بار لکھا کہ یہاں آئیں، ان کو بھی ساتھ لائیں تاکہ ایک بار اور ہمیشہ کے لیے دیکھ کر یکسوئی حاصل کر لی جائے لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ انکی نیت خراب ہے، بہرحال اب اگر کوئی تدبیر ہے تو صرف یہ کہ آپ (اور اگر نامناسب ہو

تو یہ فقیر بھی) دونوں ساتھ اچانک وہاں پہنچ جائیں اور اس حال میں گرفتار کرلیں کہ ان کے ہاتھ خون سے رنگین ہوں۔

یہ میں نے صرف اس لیے لکھا کہ آپ کی بے قراری یوں آپ کو چین نہ لینے دے گی، ورنہ یہاں تو اس نوع کا اضطراب ہمیشہ مایوسی ہی نظر آیا ہے اور سچ پوچھیے تو میری تسکین اسی میں ہے۔

۱۷۸

صدیقی!

زحمت تو ہوگی، لیکن ازراہِ بندہ نوازی اختیار کیجیے اور جس طرح ممکن ہو قاضی صاحب سے مل کر یہ معلوم کرلیجیے کہ جو اطلاع انہوں نے مجھے دی تھی، کیا واقعی صحیح ہے؟ — اُنہوں نے مجھے متعدد خطوط لکھے لیکن چونکہ اُن کی تصدیق کسی اور ذریعہ سے نہیں ہوئی اس لیے میں نے مناسب نہ جانا کہ محض ان کے بیان پر اعتماد کرکے اس قدر طویل سفر کی مصیبت میں مبتلا ہوں — آپ جانتے ہیں کہ قبلہ قاضی صاحب کس "ڈھب" کے آدمی ہیں اس لیے ممکن ہو تو دیگر ذرائع سے بھی ان کے بیان کی تصدیق کرلیجیے۔ میں آپ کے جواب کا منتظر ہوں اور نہایت بے چینی کے ساتھ۔

— ۱۷۹ —

شیخ صاحب!

واللہ! آپ بھی کیا باتیں کرتے ہیں۔ میں نے توبہ ہی کب کی تھی کہ توبہ توڑنے کا الزام مجھ پر قائم کیا جائے، مجھے معلوم تو ہو کہ یہ آپ سے کہا کس نے وہ کون سا "دشمن جاں" دوست ہے جس نے آپ کو یہ باور کرا دیا۔ استغفراللہ! بہرحال آپ مطمئن رہیے کہ اگر "خونِ دل" پینے کا نام آپکے یہاں بادہ خواری ہی تو

فتوائے مے زساقیٔ کوثر گرفتہ ایم

میں وہاں اب بھی روز جاتا ہوں، اس سے پہلے بھی جاتا تھا، آئندہ کے متعلق بھی مجھے یقین ہے، آپ کو باور نہ آئے، یہ آپ کی بزرگی، ورنہ حقیقت یہی ہے کہ

ما ہمانیم و ہمان ستیٔ ہر ذرہ ہماں

قبلہ! گناہ دو قسم کے ہوا کرتے ہیں، ایک وہ جسے "دعوت برگِ نوا" کہتے ہیں اور دوسرے وہ جو "لذت جگر خواری" سے آگے نہیں بڑھتے۔ معلوم نہیں آپ نے مجھے کس معصیت کا مرتکب قرار دیا ہے۔ میری بے سروسامانی و آشفتہ حالی کا جو عالم ہے وہ آپ سے بھی مخفی نہیں کہ:-

مرا درد ہر سینہ داری وطن نیست

اس لیے ظاہر ہے کہ اس گناہ تک میری دسترس کہاں جو "ارباب توکل" کیلیے "میسر سامان" بن جاتا ہے ـــ رہ گیا صرف دل کا خون کرنا سو بتائیے کہ وہ کون سی بڑی عبادت ہے جو نتیجے کے لحاظ سے اس تحت میں نہیں آتی، فرق اگر ہے تو صرف "محراب مسجد" و "محراب ابروؔ" کا، اور یہ منحصر ہے ذوق پر

تو و زاہد او ہوشے و کنارِ امن گوشے
من و لغزشے و سیل نم چشم مے فروشے

معاف فرمائیے اس سے مقصود نہ آپ کے خلوص کو صدمہ پہونچانا ہے اور نہ آپ کو دعوت معصیت دینا بلکہ صرف

نوحہ بر خویش و بے نوائی خویش

لیکن اگر آپ کو یہ بھی ناگوار ہے تو میں معذرت کے لیے بھی تیار ہوں مگر صرف اس حد تک کہ

ز ایں شدہ نو امیدم و ز رفتہ شرمسارم

―――― ۱۸۰ ――――

جانِ نیاز!

خدا کے لیے کچھ تو کہو کہ یہ سکوت میری کس "ہرزہ سرائی" کا انتقام ہے،

مجھے معلوم ہوا ہے کہ آج کل تم کس کی معیت میں ہو اور اس نے کیسے زبردست "فریب جلوہ" سے تمہیں مسحور کر رکھا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم اس سے ملنا ترک کر دو ملو اور ضرور ملو۔

یک رہ بر راشناس از راہ زن

تمہاری عمر سے تو نہیں لیکن تمہاری فراست و دانائی سے ضرور بعید تھا کہ اتنے بد حواس ہو جاؤ گے

ہر چند اس عمر میں زیادہ "ہوش گوش" مجھے بھی اچھا نہیں معلوم ہوتا اور یہ بن ہی جان پر کھیل جانے کا ہے، لیکن مرنے کا لطف مار رکھنے ہی، اور جہاں تم یہ کھیل کھیل رہے ہو وہاں اس کی توقع نہیں۔

بہر حال اگر ممکن ہو تو چند دن کے لیے یہاں آجاؤ، پند بزرگانہ سننے کیلیے نہیں بلکہ کوچۂ عشق کی راہیں سیکھنے کے لیے، ٹھوکریں کھانے کا سلیقہ حاصل کرنے کیلیے اور اگر جی چاہے تو یہ سننے کے لیے کہ:—

اے تماشا گاہ عالم روئے تو

تو کجا بہر تماشا می روی

۱۸۱

کل شام کو آپ کے برادر نسبتی شاہ صاحب کا ایک پیام لائے۔ پیام تو غیر
میں نے سنا یا نہیں سنا، لیکن یہ حیرت اب تک دور نہیں ہوئی کہ شاہ صاحب سے
آپ کو یا میاں زاہد کو کیا واسطہ — میں نے اُن سے تو پوچھا نہیں لیکن آپ سے
پوچھتا ہوں کہ یہ کیا قصہ ہے۔ کیا اس دوران میں آپ دہلی گئے تھے یا شاہ صاحب
خود بریلی آئے تھے

اگر آپ واقعی اُن کے مرید ہو گئے ہیں تو خدا کے لیے مجھ سے کہہ دیجیے کیونکہ
اُن کے کرامات کا تو میں عرصے سے قائل تھا لیکن، یہ بات کبھی میرے وہم و گمان
میں بھی نہ آسکتی تھی کہ ان کے "فتراکِ روحانیت" میں آپ بھی کبھی صیدِ زبوں کی
حیثیت سے گرفتار نظر آئیں گے

بہر حال اگر یہ صحیح ہے تو سوائے صبر کے کیا چارہ ہے، لیکن میں تو ایک بار
آپ کی زبان سے سن کر "منزلِ یقین" تک ابھی پہنچ جانا چاہتا ہوں، آپ کے پیر تو
اس درجے تک آپ کو جب پہنچائیں گے، پہنچائیں گے،

۱۸۲

عزیز مکرم: اس میں شک نہیں کہ غالب کا جو شعر آپ نے لکھا ہے وہ نہایت

پاکیزہ ہے اور جذبۂ رشک کا اظہار جس انداز سے کیا گیا ہے وہ گوناگوں کیفیات اپنے اندر لیے ہوئے ہے، لیکن یہ کہنا کہ غالب اس خیال میں بالکل منفرد نظر آتا ہے غالباً درست نہیں

غالب[1] کے شعر میں دو ٹکڑے نہایت پاکیزہ ہیں پہلے مصرع میں "دیکھنا قسمت" ور دوسرے مصرعہ میں "کب مجھ سے دیکھا جائے ہے"۔ اس میں زیادہ لطیف اعرانہ خوبی اس لیے پیدا ہو گئی ہے کہ "دیکھنا" دو علیحدہ علیحدہ معنوں میں استعمال ہوا ہے ے جگہ "نظر کرنے" کے مفہوم میں اور دوسری جگہ "گوارا کرنے" کے معنی میں۔ اس وقت رسی کا ایک شعر یاد آگیا، اُسے بھی سُن لو:۔

در محبت بیشتر جانِ مرا از رشک سوخت
آں کہ بر رویش نظر بسیار نتوانست کرد

اس کے دوسرے مصرعہ میں جو کیفیت ہے اس کا غالب کے شعر میں کہیں پتہ نہیں یہ شعر مرزا مظہر کا ہے۔ جو غالب سے بہت متقدم العہد تھے۔ غالب کے سامنے یہ شعر تھا یا نہیں، اس کا علم کسے؛ لیکن دونوں کا فرق تو کوئی چھپی ہوئی چیز نہیں،

---

[1] غالب کا پورا شعر یہ ہے:۔ دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آ جائے ہے   میں اسے دیکھوں بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے ہے

شعر کے محاسن جن کا تعلق صرف وجدان سے ہے کبھی بیان میں نہیں آسکتے لیکن جانتا ہوں کہ تم مانوگے نہیں اس لیے مختصراً عرض کرتا ہوں۔

غالب کہتا ہے کہ "قسمت کی خوبی دیکھیے کہ محبوب کو دیکھنے کے بعد خود مجھے اپنے آپ پر رشک آنے لگتا ہے اور اس لیے میں اسے اب دیکھ بھی نہیں سکتا۔"

مرزا مظہر نے پہلے مصرعہ میں لفظ بیشتر کہہ کر دوسرے مصرعہ میں اس کو جس خوبی سے پھیلایا ہے وہ شاعرانہ بلاغت کی انتہا ہے

غالب کے یہاں تو معاملہ صرف اس حد تک پہونچ کر ختم ہو گیا کہ از راہ رشک وہ محبوب کی طرف نہیں دیکھ سکتا۔ مرزا مظہر ایک منزل اور آگے بڑھ گئے یعنی باوجود اس رشک کے بھی اُن کو اپنے دل پر قابو نہ تھا جیسے لفظ بیشتر سے ظاہر کیا گیا ہے۔ علاوہ اس کے مرزا مظہر نے رشک کی تخصیص نہیں کی جس سے مفہوم زیادہ وسیع ہو گیا اور غالب کی سی تخصیص "انا و لا غیری" باقی نہیں رہی پھر دوسرے مصرعہ کا انداز بیان جس قیامت کا ہے اسکے اظہار کی ضرورت نہیں

—— ۱۸۳ ——

آپ بھی کیا داستان لے کر بیٹھے — اے حضرت! آجکل کافر و مسلمان دونوں کا ایک حال ہے، نہ اُس کو شیوہ کافری کا پاس نہ اسکو آئین مسلمانی کا لحاظ

یہ وہ زمانہ ہے کہ:۔

چراغ کعبہ و بت خانہ بے پروانہ می سوزد

دنیا بدل گئی، اس کا تمدن بدل گیا، عورت مرد ہوگئی، مرد عورت بن گیا اور آپ کو ہنوز اصرار ہے کہ ریش دراز بھی ہو اور منت کش شانہ بھی!

دین و مذہب کے باب میں غالب اپنا فلسفہ ان الفاظ میں ظاہر کرتا ہے:۔

سنگ و خشت از مسجد ویرانہ می آرم بشہر
خانۂ در کوئے ترسایاں عمارت می کنم

یعنی اگر کسی مذہب میں یہ قوت باقی نہیں رہی کہ وہ نظام تعمیری کو قائم رکھ سکے تو مناسب یہی ہے کہ اس کی ویرانی پر کسی اور زندہ مذہب کی تعمیر شروع کی جائے اب مذہب نام ہے صرف سیاست کا اور سیاست کی غایت ہے صرف صنعت و تجارت کی ترقی، اس لیے اگر آپ کو واقعی مذہبی نزاع سے دلچسپی ہے تو سرمایہ داری کی حمایت کیوں نہ کیجیے کہ تاریخ مذہب کے باقیات میں سے اب یہی ایک چیز دنیا کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہے، اب زمانہ "حی علی الفلاح" کی پکار کا نہیں بلکہ "حی علی المال" کا ہے،

راہے کہ خضر داشت ز سرچشمہ دور بود
لب تشنگی ز راہ دگر بردہ ایم ما

لیکن آپ کیوں سمجھنے لگے؟

—————۱۸۴—————

آپ تو وعدہ کرنے سے تھکیں گے نہیں، لیکن یہاں پیمانۂ صبر بالکل لبریز ہو چکا ہے۔ آپ کی محبت میں زیادہ سے زیادہ مجھے وہی مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے جو قیس، عامری کو لیلےٰ کے عشق میں حاصل تھا، لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ لیلیٰ کے جھوٹے وعدوں سے تنگ آکر ایک دن غریب مجنوں کو بھی اونٹ کی مہار پکڑ کر آخر کار یہ کہہ دینا ہی پڑا:۔

بدار اے ساربان محمل زمانے

کہ عہد وصل را آخر زمان ست

اس لیے پیشتر سے آگاہ کیے دیتا ہوں کہ اس مرتبہ بمبئی جاتے ہوئے آپ میرے پاس نہ ٹھیرے تو خیر مجنوں والی حرکت تو ممکن نہیں کیونکہ شرقی اونٹ اور انجن کا ہے، لیکن بخدا وہیں پہنچ کر ایک ہنگامہ برپا کر دوں گا اور آپ کی ایک معذرت نہ سنوں گا۔ ہاں تو بتائیے، آپ کس تاریخ کو وطن چھوڑینگے؟

—————۱۸۵—————

عجیب عقلمند انسان ہو — میں نے یہ کب لکھا تھا کہ تم خود ان سے ملو اور معاملہ کو خراب کر دو۔ مدعا تو یہ تھا کہ تمہارے حالات ان تک پہونچ جائیں

اور پھر دیکھا جائے کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ خیر اب میں کوئی اور تدبیر سوچوں گا لیکن اگر تم نے پھر اپنی حماقت سے کوئی رخنہ پیدا کر دیا، تو ——؟

اپنے عمو جان سے میرا اسلام کہو اور پوچھو کہ انہیں کچھ خبر ہے مجھ پر کیا گزر رہی ہے

وہ یہ سُن کر غالبًا ہنس دیں گے لیکن مجھے تم یہ لکھنا نہیں،

——————۱۸۶——————

آؤ! آؤ! اور تمام ان محشر سامانیوں کے ساتھ آؤ جو قدرت نے صرف تمہارے لیے مخصوص کر دی ہیں،

"اے گردِ راہِ تو بہ جہاں نو بہار من"

لیکن اس کے کیا معنی کہ آنے سے قبل ہی تم نے اپنی واپسی کی تاریخ بھی متعین کر دی

——————۱۸۷——————

سرکار! عتاب نامہ ملا اگر یہ کہوں کہ اس کو دیکھ کر میں کانپ اٹھا تو واقعہ کے خلاف ہو گا اور یہ نہ کہوں تو آپ اور زیادہ برہم ہوں گے۔ عجیب کشمکش میں ہوں کہ آپ کے غصہ کا احترام اور اپنی بے گناہی کا وقار دونوں بیک وقت کیونکر قائم رہ سکتے ہیں۔

اب تو کئی دن گزر گئے ہیں، غالبًا غصہ کم ہو گیا ہو گا اور اپنی رنجش بے جا کا

احساس تو خیر کیا، لیکن کم از کم دوسروں کی معذرت سننے کی تاب ضرور پیدا ہو گئی ہوگی۔

میں اصل معاملہ کے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہتا، بلکہ صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا میں آپ کا دشمن ہو سکتا ہوں کیا میں اس درجہ بد اخلاق ہو سکتا ہوں کہ آپ اپنے محسن و کرم فرما سے منحرف ہو جاؤں۔ آپ کو تو خیر کیا غصہ آیا ہوگا، غصہ مجھے آیا ہے جب آپ کا خط ملا اور میں نے دیکھا کہ آپ کے یہاں قدرِ وفا اس طرح کی جاتی ہے۔ بہر حال میں پھر وہی عرض کرتا ہوں جو اس سے قبل بارہا عرض کر چکا ہوں اور اگر اب بھی آپ کو اعتماد نہیں تو زہے حافظ،

اگر ز بندگیٔ چوں منے ترا عار ست
تو زندہ باش خریدارِ بندہ بسیار ست

۱۸۸

ابھی کیوں بناتے ہو۔ وہ اور التفات جنہیں ظلم کرنا بھی گوارا نہیں، ارے توکیئے

خود را بزور بر ستمِ یار بستہ ایم

ورنہ یہ ساری "میرزا منشی" کب کی خاک میں مل گئی ہوتی۔

سچ پوچھو تو وضع نباہ رہا ہوں، ورنہ

وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھیرا

یہ جانتا ہوں کہ فطرت بُری نہیں اخو بُری ہے اور یہ تم جانتے ہو کہ "خوئے بد" کے لیے بہانوں کی کمی نہیں بہر حال مجھے کوئی خاص شکایت اُن سے نہیں ہے اور ہو بھی تو کس امید پر۔ تم نے یہ ذکر کر کے دبی ہوئی چوٹ اُبھار دی اچھا نہ کیا، مگر تم کیا ان سے کم ہو۔ میں ایک ہفتے کے بعد کلکتہ جا رہا ہوں اگر تم نے حد درجہ اصرار کیا تو شاید ایک دن کے لیے تمہارے پاس ٹھیر جاؤں ورنہ جی تو نہیں چاہتا۔

بے رحم و غافل ایں چنیں سفاک و قاتل اینچنیں

۱۸۹

میرے دوست!

میں جانتا تھا کہ اس محفل میں میرا ذکر آئے اور تم دبی زبان سے بھی کچھ نہ کہو۔ قیامت تک ممکن نہیں، واللہ لطف آگیا، تم یوں صاف صاف کہتے تو بات ہی کیا تھی، بہر حال تمہارا مقصود پورا ہوا ہو یا نہ ہوا ہو میرا ذوق ضرور ایک حد تک آسودہ ہو گیا،

پارۂ شوخ و پارۂ نمکیں　　ہائے دشنام ناتمام کسے

۱۹۰

صدیقی — جی ہاں میں کشمیر سے واپس آگیا لیکن اب آپ کو ساری داستان سنانے بیٹھ جاؤں یہ میرے بس کی بات نہیں

حیف است اینکہ در شب مہتاب گفتنی ست

اور اس کا موقع اب شاید ہی کبھی اس زندگی میں میسر آئے۔ چاندنی نام ہے انعکاس ماہ کا، نسیم باغ کی آبشاروں میں شالامار کے فواروں میں سو وہ یہاں کہاں؟ آپ پوچھتے ہیں کہ وہاں سے آپ کے لیے کیا لایا۔ یہ پوچھیے کہ پاس کیا تھا جو بچا لایا

سرزمین حسن و عشق کے زائرین کے لیے مایۂ ناز تہی دستی ہوا کرتی ہے نہ کہ پُرمائگی۔ مگر آپ اس سے کیا واقف۔ کبھی قربانی کی ہوتی تو جانتے۔

۱۹۱

کرم نمائی کا شکریہ — ایک جلد "جمالستان" کی پیش کرتا ہوں جب مشاغلِ حیات سے فارغ ہو کر آپ کسی اور کام میں وقت صرف کرنا پسند کریں تو اس مجموعہ پر بھی اک نگاہ ڈال لیجیے۔

داد کا طالب ہوں، کیونکہ شاعرانہ انکسار سے کام لے کر کبھی میں نے خود بھی

اس کی برائی کسی سے نہیں کی ۔ آپ اس کو جس نگاہ سے دیکھیں، لیکن چونکہ میرے ماضی کے بہت سے نقوش اس میں مرتسم ہیں اس لیے میں تو ان کی پرستش کرتا ہوں اور یوں بھی آپ جانتے ہیں کہ:۔

خود نمائی خدا شناسی ہاست

۱۹۲

بندہ نواز :

باور کیجیے "پیر کنعان" کی طرح پیراہن پرست نہیں ہوں۔ زمرۂ اہل یقین سے ہوں، خلوتیانِ راز میں سے ہوں، اور جو کچھ کہتا ہوں اس کی حقیقت مولانا روم بیان ہی کر چکے ہیں کہ

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اس میں شک نہیں کہ صورت وضع کے لحاظ سے وہ بہت دلکش چیز ہیں علاوہ اس کے آنکھوں میں کشش بھی ہے اور باتوں میں کافی سے زیادہ دلربایانہ انداز بھی ۔ لیکن آپ اس تبلیغ کو عمر د تر یدتک محدود رکھیے تو بہتر ہے، ورنہ کیا فائدہ، کسی وقت کھوئی "زندہ رولیدہ مُو" بگڑ گیا اور ان کی کارگاہ درویشی سے

سارے تار و پود بکھیر کر رکھ دیے۔

رہا میرا سوال، سو آپ کے فرمان کی تعمیل میں لات و منات کی پرستش پر بھی تیار ہوں، ورنہ یوں آپ واقف ہی ہیں کہ میں خود کس مرتبہ کا انسان ہوں

زطوطیانِ شکر خا مگوے و از من جوے
نشاط زمزمہ و لذتِ جگر خواری

۱۹۳

آپ زندہ رہیں کہ آپ کی زندگی، زندگی ہے، میں کیا اور میری حیات کیا، حشرات الارض اپنے وجود کو گوارا بنانے کے لیے زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ وہ درندے نہیں ہیں، حالانکہ نظامِ عالم قائم ہے صرف درندگی پر اور جو سب سے زیادہ درندہ ہے، اسی کو سب سے زیادہ جینے کا حق حاصل ہے بہرحال آپ کے دلولۂ حیات کو دیکھ کر خوش ہوتا ہوں مگر رشک نہیں کرتا خوشی اس لیے کہ اپنے حلقے میں کوئی ایک تو "ہر دآزما" نکلا اور رشک نہ کرنے کا سبب یہ کہ میں آپ کی سطح پر آنے کا اہل ہی نہیں، سوختہ پر بھی ہوں اور شکستہ ناخن بھی

بر نہ می آید دلم با روزگار
شیشۂ طاقت بہ سنداں می زنم

۱۹۴

اگر میں کبھی خط بھیجنے میں تاخیر سے کام لیتا ہوں تو خیر یہ کہہ سکتا ہوں کہ

ہردم زیاد می روی تا یاد بسیار ت کنم

لیکن تم اپنے تغافل کی کیا تاویل کرسکتے ہو؟

تیغ بر کف، بادہ در سر، خندہ پنہاں زیر لب

خیر یہاں تک تو صرف شاعری تھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں تم سے کچھ خوش نہیں ہوں اور سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں تمہیں یاد رکھوں۔ میں نے چلتے وقت تم سے کس منت سے کہا تھا کہ دیکھو عزیز کا خیال رکھنا اور تم نے وعدہ بھی کیا تھا، لیکن مجھے یہ سُن کر سخت صدمہ ہوا کہ تم اس غریب کو کبھی کبھی حاضری کا بھی موقع نہیں دیتے، ہمدردی کیا خاک کرو گے

بہرحال میں تو مایوس ہو چکا ہوں اور اس لیے مطمئن ہوں، اس غریب کو ابھی تک البتہ یقین نہیں آیا کہ تم اس درجہ سنگ دل ہو لیکن آخر کب تک؟ ایک نہ ایک دن کلیجے پر پتھر رکھ کر وہ بھی بیٹھ جائے گا۔

۱۹۵

عزیز گرامی! کل مکتوب سامی ملا، آج اس کی تعمیل کر رہا ہوں، امتثالِ امر کی

اگر کوئی اور ایسی مثال نظر آئے تو مجھے بھی مطلع فرمائیے گا۔

تصویر بھی حاضر ہے اور سوانح حیات بھی، یہ بھی مختصر وہ بھی مختصر، خدا کرے آپ آئندہ جغرافیہ و ریاضی کے جھگڑوں میں مجھے مبتلا نہ کریں کیونکہ مجھے بھی یاد نہیں کہ کب اور کہاں پیدا ہوا، زندگی کے دیگر سوانح کا ضبط و انحصار کیسا؟ تاہم سن پیدائش و وفات کی جگہ آپ "ازل تا ابد" لکھ سکتے ہیں اور سوانح زندگی کی جگہ صرف یہ شعر

حاصل عمرم سہ سخن بیش نیست
خام بدم، پختہ شدم، سوختم

۱۹۶

صدیق مکرم!

لطف عمیم نہیں چاہتا۔ نوازش خاص کا طالب رہوں، "نگاہِ تماشہ طلب" نہیں رکھتا کہ تماشائے نگاہ کی تمنا ہو، دنیا کے ساتھ آپ کا جو معاملہ بھی ہو مجھے اس سے غرض نہیں، میں تو کچھ ایسی چیز چاہتا ہوں جو میرے لیے ہو، اسلیے سوال التفات و عنایت کا نہیں،

ظلم کر ظلم اگر لطف دریغ آتا ہو

خدا کرے یہ تقریب حسب دل خواہ انجام کو پہنچ جائے ــــــ دعاگو ہوں جہاں رہوں گا یہی زبان سے نکلے گا۔ شرکت پر اصرار نہ فرمائیے آپ کا حلقۂ احباب وسیع اور یہاں "طبع اندوہگیں" کا یہ عالم کہ خود اپنی زندگی سے بیزار ممکن ہے کوئی صورت ناخوشگوار پیدا ہو جائے۔

خطے بر ہستیٔ عالم کشیدیم از مژہ بستن
زخود رفتیم و ہم با خویشتن بردیم دنیا را

ــــــــ ۱۹۷ ــــــــ

قبلۂ محترم!

نامۂ گرامی جسے "دفتر تدبیر و مصلحت" کہنا زیادہ موزوں ہوگا، پہونچا، اُن مخلصانہ ہمدردیوں کا شکریہ لیکن کیا کروں فطرتاً کج بیں ہوں اور آپ کی "صراط مستقیم" مجھے نظر ہی نہیں آتی، آپ فرماتے ہیں کہ بدنامی و رسوائی بُری چیز ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ

عشق منت می نہد آں را کہ رسوا می کند

آپ کا نظریۂ حیات یہ ہے کہ آنکھ بند کرکے اس آواز کی طرف چلو جدھر ساری دنیا جا رہی ہے، یہاں فلسفۂ زندگی یہ ہے کہ جبتک خود اپنے اندر سے

کوئی آواز پیدا نہ ہو قدم نہ اٹھاؤ۔ آپ جرس کا رواں کے پابند ہیں
صدائے قلب کا متمنی، آپ کو ایمن وطور کی جستجو اور یہاں

پروانۂ چراغ مزار خودیم!

الغرض۔ من از آتش دخاں بینم تو آتش از دخاں بینی

آپ ہی فرمائیے اتحادِ خیال کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ تاہم آپ نے جس محبت و خلوص سے میری رہبری فرمائی ہے اس کی ضرور قدر کرتا ہوں اور متمنی ہوں کہ گاہے گاہے اس "خانمان خراب" کو ضرور یاد فرماتے رہیں۔

۱۹۸

"بزم سرور" کا اولین پیام اور میرے لیے

بسیار بادہ کہ ما ہم غنیمیم بسے

ارباب بزم کی اس رعایت ذوق کا شکریہ ادا کرنے کیلیے الفاظ کہاں سے لاؤں۔ فی الحال اس "اعتراف عجز" ہی کو قبول کیجیے، شب ماہ سبزہ زار اور چند نوجوانوں کا اجتماع! یہ آپ نے کیا سنایا، یہ میں نے کیا سنا معاذ اللہ!

بہ برید از منِ دیوانہ بہ طفلاں خبرے

میں نے ایک ایک لفظ کو غور سے پڑھا کہ شاید مجھے بھی "دعوتِ آب وہوا"

دی گئی ہو ۔ لیکن پھر یہ سوچ کر کہ

بکجہ رو بہ جادہ آید طلب نیازمنداں

نہ دلِ نیاز خرّم نہ لبِ امید خنداں

صبر کر کے بیٹھ گیا ۔ تاہم میری دعائیں، میری تمنائیں اور میری ہر وہ خواہش جو پوری نہیں ہو سکتی آپ کے ساتھ ہے اور میری زندگی کے لیے یہ کیا کم ہے کہ ہوں تو کسی کی نگاہ میں!"

۱۹۹

کیوں صاحب!

خود ہی بدگمان ہونا اور خود ہی روٹھ جانا! قیس و فرہاد ہوتے تو ایک نہ ایک دن تنگ آ کر وہ بھی استعفا محبت پیش کر دیتے جہ جائے کہ وہ جو خود نازکیتائی میں آپ سے کسی طرح کم نہیں۔

اس میں کلام نہیں کہ آئینِ وفا کیشی میں جس صبر و ضبط کی ضرورت ہے اس سے وہ غریب زیادہ واقف نہیں لیکن آپ اپنی دل آزاریوں کو بھی تو دیکھیے کہ رستم و اسفندیار ہوں تو وہ بھی خون تھوکنے لگیں، چہ جائے کہ اس نزاکت پسند تمدن دور کا آپ ہی کی طرح ایک نازک انسان

میں جانتا ہوں کہ آپ کی ان تمام بدگمانیوں کا باعث آپ کی شدید وابستگی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ آپ ہی کی تسکین سے کب اس کا اضطراب دور ہوتا ہے، نہ اس کے شوق میں اعتدال، نہ آپ کی دار و گیر کی کوئی انتہا۔ ایک ایک دن اس "کارگاہ مینائی" کا ٹوٹنا ضروری ہے۔

بہرحال اس مرتبہ تو آپ مجھ پر احسان کیجیے اور کسی نہ کسی طرح من جائیے اس کے بعد اگر پھر کبھی آپ کو "بیگانگی" کی شکایت اس کی طرف سے ہو تو مجھے بلا لیجیے گا۔

۲۰۰

شفیق محترم!

پرسوں گرامی نامہ ملا، اور ہر چند آپ نے اس کا جواب بہ واپسی ڈاک، طلب فرمایا تھا لیکن افسوس ہے کہ اس وقت سے پہلے مجھ کو جواب دینے کی فرصت نہ مل سکی۔ معذرت خواہ ہوں۔

غالباً اس امر کے اظہار کی ضرورت نہیں کہ جس حد تک سوال صرف تعمیل ارشاد کا ہے، مجھے کیا عذر ہو سکتا ہے، لیکن اگر بحث مصلحت اور طلب والے کی آبرو کی ہے تو یقیناً اس باب میں آپ مجھے اپنا ہم نوا نہ پائیں گے

آپ کا یہ فرمانا بالکل درست ہے کہ دنیا میں آہن کا جواب آہن ہی سے ہے

دیا جا سکتا ہے میں خود علاج بالمثل کا بڑا حامی ہوں لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی جانتا ہوں کہ فطرت خود کسی خاص اصول کی پابند نہیں ہے اور اسی لیے انسانی فطرت کے سامنے کبھی کبھی ایسی صورتیں آجاتی ہیں کہ جی چاہتا ہے تلوار کھینچ کر سامنے آجانے کو لیکن کاربراری ہوتی ہے سپر ڈال دینے سے اس میں شک نہیں کہ آپ کو جو تکلیف پہنچائی گئی ہے اس کا اقتضاء یہی ہے کہ انتقام لیا جائے، اور میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنی بلندی فطرت سے ایک انچ نیچے نہ اُتریں۔

آپ کے احساس خود داری کو جو صدمہ پہنچایا گیا ہے اس کا جواب یہی ہو سکتا ہے کہ دوسرے کے وقار نفس کا خون کر دیا جائے، لیکن جب اس کا ضمیر ہی مردہ ہو تو کیا صرف جسمانی آزار یا صعوبت قید و بند سے تلافی ممکن ہے اگر اس کے بعد بھی آپ کو اصرار ہو تو میں تعمیل فرمان کیلیے تیار ہوں۔ مسودہ بھجوا دیجیے میں کسی ہوشیار وکیل سے مشورہ کر کے استغاثہ دائر کر دونگا

۲۰۱

اللہ اللہ، آپ اپنا شمار بھی ان لوگوں میں کرتے ہیں کہ "نہ آئیں تو بلائے نہ بنے" کیوں پاگل ہوئے ہو۔ کیوں تماشا بننا چاہتے ہو۔ وہ منظر کبھی دیکھا ہے

جب کشاں کشاں جانور کو مذبح کی طرف لے جاتے ہیں ـــــ بس سمجھ لو کہ یہی حشر تمہارا ہونا ہے۔

اس لیے اگر خیریت چاہتے ہو تو بے چون و چرا، چپکے کان دبائے ہوئے کل ٹھیک ۷ بجے شام کو یہاں پہنچ جاؤ ورنہ

تو دانی خرقۂ پشمینہ داری

ـــــ ۲۰۲ ـــــ

خط کیا "دُو اسوخت" ملی۔ تم پر رحم بھی آیا اور غصہ بھی۔ غصہ اس لیے کہ میرا کہنا تم نے نہ سُنا، اور وہاں کی آمد و رفت ترک نہ کی۔ رحم اس لیے کہ جن نگاہوں کا یہ عالم ہو

کہ اندرون حرم می زنند قافلہ را

ان کے نزدیک تمہاری حقیقت ہی کیا ہے اور جو تباہیاں بھی تم پر نازل کریں کم ہیں۔ میں نے پہلے ہی تم کو سمجھا دیا تھا کہ انسان بعض اوقات خود اپنی صداقت سے بھی دھوکا کھا جاتا ہے اور آخرکار وہی ہوا ـــــ تم کو اپنے خلوص پر اعتماد، ادھر نمایش بے تعلقی میں محبت کا رنگ ـــ تم کیا کوئی فرشتہ ہوتا تو وہ بھی اپنی جان سلامت نہ لے آتا ـــ ہاروت و ماروت کی مثال سامنے

موجود ہی ہے، اس لیے اب یہ شور دو اویلا کیسا؟

محبت میں دل کی سب سے بڑی قربانی یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو زخمی کر لیتا ہے بلکہ یہ کہ وہ اندمالِ جراحت بھی نہیں چاہتا

نہ شود زخسمِ دراں کو چہ کہ مرہم باشد

ہوش میں آؤ، اب بچے نہیں ہو نام خدا جوانی آئی ہے اور دیوانہ وار آئی ہے، تمہارا دل خون نہ ہوگا تو کیا تمہارے دشمنوں کا ہوگا

اب کہ ہاتھ پاؤں کانٹوں سے مجروح ہیں میں بھی یاد آرہا ہوں، وطن کی یاد بھی ستا رہی ہے لیکن جب پھولوں کی سیج پر ہو گے تو میں کیا خدا بھی یاد نہ آئیگا

کیوں گھبراتے ہو، بادل آئے ہیں تو نکل بھی جائیں گے، آج زیادہ نہ روگے تو کل زیادہ ہنسو گے کیونکر؟

———— ۲۰۳ ————

استغفر اللہ! تم نے عجیب مذاق کیا، کل آپکا خط لے کر وہ تشریف لائے اور اس تکلف و تصنع کے ساتھ کہ اب کیا کہوں۔

آنکھوں میں سرمہ دنبالہ دار، ہونٹوں پر لاکھے کی بہار، گالوں پر غازہ، ابروؤں پر وسمہ، پنڈلیوں میں چپھا ہوا تنگ پاجامہ، پاؤں میں وصلی کا

زر کار جوتا، تنزیب کی تنگ اچکن، نیچے جامدانی کے کرتے کی پھبن بس یوں سمجھ لو

برتنش پیراہن گل تنگ بود

بیٹھتے ہی کلام کی فرمایش کی، مدعا یہ تھا کہ میں فرمایش کروں، بس پھر کیا تھا، یوں سمجھ لو کہ ۷ بجے شام سے آدھی رات تک جسمانی و روحانی کوئی اذیت ایسی نہ تھی جو اٹھا رکھی گئی ہو۔ اتفاقاً پہلے تو دو چار غزلوں کی داد میں نے دی، لیکن اس کے بعد جب زبان نے یارا نہ دیا تو خاموش ہو گیا لیکن وہاں تو یہ عالم تھا گویا سیلاب سے بند ٹوٹ گیا ہے اور دنیا کی کوئی قوت اس کو روک نہیں سکتی،

خدا خدا کر کے جب بارہ بجے یہ دورہ ختم ہوا تو فرماتے کیا ہیں اجازت ہو تو صبح پھر حاضر ہوں - میں نے کہا کہ یوں آپ کا گھر ہے جب مزاج میں آئے تشریف لائیے، لیکن کل صبح میں ایک نہایت ضروری کام سے آگرہ جا رہا ہوں فرمانے لگے، خیر کوئی حرج نہیں میں صبح حاضری ضرور دوں گا کیونکہ ممکن ہے کسی وجہ سے یہ سفر ملتوی ہو جائے - کاٹو تو لہو نہیں بدن میں — میں ان کے جانے کے بعد ہی فوراً اسٹیشن چلا آیا اور یہیں سے یہ خط لکھ رہا ہوں — دیکھوں کب تک خارج البلد رہنا پڑتا ہے، خدا کے لیے کچھ بتاؤ کہ یہ کون ہیں، کیا ہیں اور تمہارے پاس کیونکر پہنچ گئے کہ یہ بلا تم نے میرے سر پر مسلط کر دی،

۲۰۴

مطاعی الاعز!

اس میں شک نہیں کہ آپ سے زیادہ محبت کرنے والا مجھے اور کوئی نہیں مل سکتا، یہ بھی درست ہے کہ دنیا کی ہر آسایش میرے لیے آپکے یہاں مہیا تھی اور قولاً و فعلاً ہر قسم کی آزادی مجھے میسّر۔ لیکن اب کیا کہوں کہ مجھے وہاں کیا وحشت تھی اور میرے لیے وہاں ٹھہرنا کیوں دشوار ہو گیا۔ آہ!

کس چہ می داند کہ در بزم تو غمناکم چرا

آقائے محترم! دنیا میں ظلم و ستم کی تباہ کاریاں اتنی شدید نہیں ہیں جتنی لطف و کرم کی ہیں۔ اس کے انتقام کیلیے تو آستینیں چڑہالی جاسکتی ہیں لیکن اس کا علاج سوائے سر جھکا کر خاموش رہ جانے کے اور کچھ نہیں۔ پھر غور فرمائیے کہ میں کب تک اپنے دل کا خون کرتا رہتا اور آپ کو کیونکر سمجھا سکتا کہ مجھ میں اب تاب تحمل باقی نہیں۔ علاوہ اس کے ایک بات اور بھی تھی جو بالکل میرے ضمیر کے خلاف آپ کا دل دکھانے پر مجبور کر رہی تھی اور اگر شاید دو دن اور میں وہاں رہ جاتا، تو آج آپ کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہ رہتا،

بہرحال آپ کا ممنون احسان ہوں اور جب تک زندہ ہوں اسکا اعتراف

کرتا رہوں گا۔ لیکن اب آپ کے پاس آکر قیام کرنا بالکل ناممکن ہے امید ہے کہ اس سے زیادہ تفصیل پر آپ مجھے مجبور نہ کریں گے، کیونکہ اس کا نتیجہ صرف یہ ہوگا کہ میں بالکل خاموش ہو جاؤنگا اور پھر آپکو اور زیادہ شکایت پیدا ہوگی، خدا حافظ،

۲۰۵

میر صاحب قبلہ!

کل اتفاق سے سینما میں اُن سے ملاقات ہوگئی۔ میں تنہا تھا اور وہ اپنے ساتھ پوری رونق انجمن لئے ہوئے تھے۔ پہلے تو دُور ہی سے اشاروں میں گفتگو ہوئی۔ لیکن درمیانی وقفہ میں وہ میرے پاس آئے اور زبردستی اپنے ساتھ لے گئے۔ شاید اس لئے کہ میں ان کی کامیابی و کامرانی کی داد دُوں۔

معاف فرمائیے۔ میں آپ سے متفق نہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ اُن کا انتخاب میں آنا باعثِ حیرت ہو لیکن خود ان کا انتخاب تو ایسا ہے کہ جلّ وصلّ۔ میں اپنے جذبات کا اندازہ کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ کہیں ایسا تو نہیں یہ تمام برہمی صرف اس لئے ہو کہ عناصر میں وہ اعتدال باقی نہیں۔

یہ درسِ اخلاق دینے والے بھی کس قدر ظالم ہوتے ہیں۔ جب تک خود جوان رہتے ہیں کسی کی سنتے نہیں اور بوڑھے ہونے پر چاہتے ہیں کہ دُنیا سے جوانی ناپید

ہو جائے۔ آپ کیوں خواہ مخواہ کوفت مول لیتے ہیں۔ وہ آپ کے بھتیجے ہیں اور میرے دوست۔ آپ کی طرح میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ ان کا اخلاق خراب نہ ہو۔ لیکن اس کا بھی یقین ہے کہ اگر ہمیں آپ کو دوبارہ جوانی نصیب ہو جائے تو اسی عورت کے پیچھے ہم آپ دونوں ایک دوسرے کے نہایت سخت رقیب ہو جائیں۔ اور نہ آپ اس بات کو دیکھیں کہ صورتاً آپ کو مجھ سے کیا نسبت ہے۔ اور نہ میں یہ دیکھوں کہ دولت کے لحاظ سے میں آپ کے مقابلہ میں کتنا حقیر ہوں۔

خیر یہ تو دل لگی کی باتیں ہیں۔ لیکن میر صاحب واقعہ یہ ہے کہ آپ کے بھتیجے نہایت سخت گرفت میں ہیں۔ اور میں کیا اگر موسیٰ بھی ایک بار اُن کو آکر سمجھائیں کہ جن زلفوں سے کھیل رہے ہو یہ نہایت زہریلے سانپ ہیں۔ تو شاید انھیں اسوقت بھی یقین نہ آئے گا۔

مجھ میں تو ہمت ہے نہیں کہ اس مسئلہ کو چھیڑ کر صلواتیں سنوں۔ آپ میں جرأت ہو تو کہئے اور اپنا وقار کھو دیجئے۔

―――― ۲۰۶ ――――

منموہن!

تمہارا جانفزا پیام پہنچا لیکن اس وقت جب میں سکرات میں مبتلا ہوں۔

سکرات دل کی آرزوؤں کا۔ جبکہ خون ہو کر بہنے پر آمادہ ہو۔ بولو۔ اب کیا کہتے ہیں اگر تمہاری ناروا برہمی کا انتقام لینا بھی تو زیادہ سے زیادہ یہی کہ اعتراف جرم کر لیتا اور خاموش رہ جاتا۔ اس لئے حیران ہوں کہ اب جبکہ تم خود غلط فہمیوں کا اقرار کر رہے ہو۔ میرے پاس کیا ذریعہ اعتراف احسان کا ہوئے بہرحال اب یہ خلش بیکار ہے۔ جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ اور

سر سراغ کہ داری غبار بسیار ست

تمہیں معلوم ہے کہ میری فطرت حد درجہ کمینہ واقع ہوئی ہے۔ اور آج تک کبھی نہیں ہوا کہ کسی کی طرف سے ایکبار دل مکدّر ہونے کے بعد صاف ہو گیا ہو۔ کیوں مجھے محجوب کرتے ہو۔ کیوں ستاتے ہو؟

اک کنارے پڑا ہوا ہے امیر
کچھ تمہارا غریب لیتا ہے

—————— ۲۰۷ ——————

میں آج بہت ملول ہوں۔ اس قدر ملول کہ تم میرے پاس ہوتے تو رو پڑتا۔ تمہیں معلوم ہوگا کہ پرسوں بیدل کا انتقال ہو گیا اور ایسی بیکسی و بے کے عالم میں کہ خیال کر کے دل کانپ اٹھتا ہے۔ ہائے ہائے! ایسا جوہر

.ں ناقدری کی زندگی گذارے ۔ وہ جو دل میں جگہ پانے کے قابل
ں کو دنیا اتنا ٹھکرائے کہ کہیں سر چھپانے کی جگہ بھی اس کو نہ ملے ۔ سنا ہے کہ
کسی وقت پانی پینے کے لئے اٹھے اور بستر تک پہنچتے پہنچتے ختم ہو گئے ۔ میں ایک
سے یہاں نہیں تھا۔ کل آیا تو حال معلوم ہوا۔

عرصہ سے سل کے مریض تھے ۔ کلکتہ پہنچکر بخار میں مبتلا ہوئے ۔ وہاں سے
واپس آئے تو معلوم ہوا کہ پھیپھڑا خراب ہو چکا ہے ۔ یہاں بھوپال میں اُن کے
ہوطن افسر الاطبا کے عہدہ پر ممتاز ہیں ۔ اُن کے پاس علاج کی غرض سے آئے ۔
ان سے بھی نہ بنی ۔ بیدل کی نازک مزاجی سے تم واقف ہی ہو حکیم ضیاء الحسن
ب کا علاج شروع کیا ۔ اور دوسرے مکان میں اُٹھ گئے ۔ اس غریب الوطنی ۔ افلاس
پرسی کے عالم میں بھی اس شخص کی شگفتگی کا وہی عالم تھا ۔ علاج ولاج تو خیر کیا ۔
ہیئے کہ مٹی یہاں کھینچ لائی تھی ۔

ہائے ! وہ بلبل ہزار داستان اس وقت گورِ غریباں میں ہزاروں من مٹی کے
خاموش پڑا ہوا ہے اور کوئی ایک شخص بھی آنسو بہانے والا نہیں ۔ سچ کہتا
،دل بہت بیقرار ہے اور ایک لمحہ بھی اُن کی یاد سے خالی نہیں گذرتا ۔ افسوس

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

۲۰۸

میں نے تم کو لکھا کہ جس طرح ممکن ہو چند دن کے لئے یہاں چلے آؤ۔ تم نے جواب تک نہ دیا۔ پھر یہ درخواست پیش کی کہ اچھا انھیں کو اپنے پاس بلا لو۔ یہ بھی سُنی اَن سُنی کر دی۔ سب سے اخیر میں مجبور ہو کر لکھا کہ بھیج رہا ہوں۔ تو فوراً گھبرا کر بول اُٹھے کہ "میرا تو دہلی جانا ضروری ہے"۔ پھر حیران ہوں کہ باوجود ان تمام بیرحمیوں اور سفاکیوں کے جو میں یہ چاہتا ہوں کہ

کاشکے تم مرے لئے ہوتے

سو، کیوں۔؟

تمہیں خبر نہیں کال ایک ہفتہ سے اس فکر میں مبتلا تھا کہ اِدھر یا اُدھر فیصلہ کر لینا ضروری ہے۔ اس لئے میں تم کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ وہ فیصلہ میں کر چکا اور اب اگر تمام کرّوبیانِ ملاءِ اعلیٰ جمع ہو کر مجھے اس عزم سے ہٹانا چاہیں گے تو نہ مانوں گا۔ اچھا تو سنو۔ کہ پرسوں شام کو اُن کا نکاح ہو رہا ہے۔ تمہاری مرضی ہے۔ آؤ یا نہ آؤ۔ آؤ گے تو بھی یہی ہو کر رہیگا۔ اور نہ آؤ گے تو بھی۔ زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتے ہو کہ مجھ سے ہمیشہ کے لئے قطع تعلق کر لو گے۔ سو یہ میں خدا سے چاہتا ہوں۔ تکلیف تو ہو گی مگر بلا سے۔ آیندہ کے سکون کے لئے جرّاح کا نشتر کیا

جلاّد کی تلوار بھی گوارا کرنا پڑتی ہے۔ خدا حافظ

—— ۲۰۹ ——

عجیب مصیبت ہے۔ تم سے باتیں کرنے کے لئے چاندنی رات اور سبزہ زار کہاں سے لاؤں۔ میں چاہتا ہوں اک "جہانِ مختصر" جہاں میرے تمہارے سوا کسی اور کی گنجائش ہی نہ ہو۔ اور تم شکوہ و شکایت کو بھی اک "تماشہ" بنانا چاہتے ہو۔ بیکسی کہو یا نااہلی۔ صبر و شکر کہو یا خدا کی مار۔ یہاں طبع اندوہگیں کا یہ عالم کہ نسیم و صبا کی منّت پذیری بھی گوارا نہیں اور

دل را در آتش افگنم و بوئے او می کنم

برخلاف اس کے تمہارے کھلنڈرے پن کا یہ حال کہ

ہر سایۂ خارے شکن طرفِ کلاہ ست

پھر تمہیں بتاؤ کہ تمہارے اس طلب و تقاضہ کا جواب مجھ ایسے بے برگ و ساز انسان کی طرف سے سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ ایک آہ سرد بھر کر خاموش ہو رہوں۔ بہتر ہے ستائے جائیے اور میرے اس احساس کو برابر قوی کرتے جائیے کہ

وا غمم از یں کہ با تو چرا آشنا شدم

۲۱۰

بندہ نواز!

کل ہی شام کو پشاور سے واپس آیا ہوں۔ اور یہ ہر چند گرامی نامہ مجھے وہیں ملگیا تھا۔ لیکن جواب چونکہ اس سرزمین سے متعلق تھا اس لئے تعمیلِ ارشاد میں غیر معمولی تعویق ہوگئی۔ معافی چاہتا ہوں۔

اوّل تو یہاں کوئی قابلِ ذکر کتب خانہ موجود نہیں۔ اور دوسرے یہ کہ جس کتاب کی آپ کو جستجو ہے وہ ممکن ہے مدرسۃ الواعظین میں مل سکے۔ لیکن وہاں کسی سے میری شناسائی نہیں ہے۔ اور نہ پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ ایکبار میں نے جناب شہر بانو کے مسئلہ میں خالص شیعی نقطۂ نظر سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہی تھیں۔ اور یہاں کے اکابر سے خط و کتابت کی تھی۔ لیکن آپ غالباً یہ سنکر حیران ہوں گے کہ کسی ایک نے بھی مجھے لائقِ خطاب جانا۔ پھر آپ ہی بتلائیے کہ اب یہاں کیونکر تشنہ لیکر جاؤں۔

چونکہ آپ بھی "منہم" ہیں اس لئے آپ لکھئے۔ شاید جواب مل جائے۔ گو میں جانتا ہوں کہ لکھنؤ کے شیعہ حضرات سوائے اپنے کسی دوسری جگہ کے شیعہ کو بھی اچھی قسم کا شیعہ نہیں سمجھتے۔ جیسے عرب کہ ان کے نزدیک مسلمان وہی ہے جو

مکہ میں پیدا ہوا ہو۔ خواہ ہجرت مدینہ کے وقت اُس کے خاندان نے رسول اللہ کی چغلی ہی کیوں نہ کھائی ہو۔

۲۱۱

صدیق محترم!

کل کا حادثہ سنو۔ صبح سے تیاریاں کر رہا تھا کہ شام کو اُن سے ملونگا۔ تو یہ یہ کہونگا۔ اس اس طرح شرمندہ کرونگا۔ اور جب وہ لاجواب ہو جائیں گے تو فاتحانہ انداز سے واپس آؤں گا۔ اور تمہیں لکھوں گا کہ دیکھی تم نے میری جادو بیانی؟ اس کو کہتے ہیں "مرداں چنیں کنند" لیکن شام کو کیا ہوا۔ اب تفصیل پوچھ کے کیا کروگے۔ ہزیمت و شکست کی داستان دہرانا کونسا دلچسپ مشغلہ ہے مختصراً یوں سمجھ لو کہ

نگہے کرد کہ صد ملتمس از یادم رفت

الفاظ زبان تک آ آ کر واپس گئے۔ تمنائیں لب تک آ آ کر رک گئیں اور نگاہیں ڈوب کر رہ گئیں جام لبالب میں

میں سمجھتا تھا کہ جو کچھ تم کہتے ہو اُس میں مبالغہ ہی مبالغہ ہے۔ لیکن کل وہاں پہنچکر پتہ چلا کہ حقیقت اس سے بھی کچھ زیادہ ہے۔ اچھا تو آؤ ہم تم دونوں ملکر کبھی پھر قسمت آزمائی کریں۔ لیکن کیا ہوگا اگر وہ اس وقت بھی

خنجر آزما نہ ہوئے

اللہ اس قوم سے بچائے۔

۲۱۲

جراحت نوازا!

تم بھی وہی کہنے لگے جو ساری دنیا کہتی ہے۔ تمہیں تو میں اس درجہ نا آشنا ئے راز نہ سمجھتا تھا۔ لوگ مجھے ہنستا ہوا دیکھتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ واقعی میں بہت خوش ہوں۔ کسی کے پاس فریاد لیکر نہیں جاتا تو زمانہ سمجھتا ہے کہ میں بہت فارغ و مطمئن ہوں کسی کے سامنے دستِ سوال نہیں پھیلاتا تو باور کیا جاتا ہے کہ میں بڑا سرمایہ دار بڑا دولت والا ہوں۔ مگر کسی کو کیا خبر۔

چو غنچہ شیشۂ مارا ہزار پیوند ست

خود بھی فریب میں مبتلا ہوں اور دوسروں کو بھی اسمیں مبتلا رکھنا چاہتا ہوں۔ کسی کو کیا خبر کہ میرے اس سکون کی تہ میں کیسا عظیم طوفان برپا ہے اور اس ہاتھ پاؤں توڑ کر ایک جگہ بیٹھ جانے میں کتنی گرانجانیاں پوشیدہ ہیں۔ اگر میری خلوت میں آکر میرے ساتھ راتیں آنسوؤں سے تر نہیں کر سکتے۔ تو کیوں میری جلوت میں آکر میرے ساتھ ہنسنا چاہتے ہو۔

برو این دام بر مرغ دگر نہ

۲۱۳

غالب نے اپنی ایک فارسی مثنوی میں خدا کو خطاب کرکے کہا ہے کہ

چو ناگفتہ دانی نہ گفتن چہ سود

آپ خدا نہ سہی - میرے خداوند سہی - لیکن جب آپکی روشن ضمیری کا یہ عالم ہے کہ بے کہے سب کچھ آپ کو معلوم ہے تو پھر آپ سے حقیقت کیوں چھپاؤں -

یہ بالکل حقیقت ہے کہ زبیر کو میں نے ہی خط لکھا اور اس میں بھی شک کی گنجائش نہیں کہ آپ کی شکایت کرنیوالا بھی میں ہی تھا - لیکن زبیر سے خط طلب کر دیکھئے کہ میں نے کیا لکھا ہے اور میر صاحب سے خود جاکر دریافت فرمائیے کہ میں نے اُن سے کیا کہا - ؟ مگر یہ آپ کیوں کرنے لگے - آپکے صفاء باطن اور کشف و کرامت کے بھرم کھُل جانے کا اندیشہ ہے نا -

ہاں، وہاں، خدا دشمن ایں چہ بدگمانیہا ست

میں تو اب بھی تیار ہوں کہ یہ تمام مظالم برداشت کروں اور کچھ نہ کہوں - بشرطِ آنکہ یہ سب کچھ کہنے کے بعد آپکی تسکین ہوسکے - مجھے اس سے زیادہ عذر خواہی کی ضرورت نہیں - آپکے ہاتھ میں تلوار ہے اور یہاں سر ہتھیلی پر - آپکا وار اوچھا پڑے تو کبھی کیا ہے اُن دینے والے سلامت رہیں دنیا آپ ہی کے ہاتھ کی صفائی کی داد دیگی - تُف ہے مجھ پر کہ میں نے اتنا بھی کیوں کہا -

۲۱۴

عزیزم!

میں ۲۰-کو یہاں سے ایک ہفتہ کے لئے باہر جا رہا ہوں- کہاں؟ یہ بتانے کی ضرورت نہیں- بیوی علیل ہوکر کانپور چلی گئی ہیں- صدیقی صاحب رخصت پر ہیں- اس لئے اب سوائے اس کے کوئی صورت نہیں کہ تم آؤ اور میری غیبت میں کم از کم وہی خدمت انجام دو جو بیوی کے سپرد تھی- یعنی گھر کی دیکھ بھال اور ڈاک کی وصولی و روانگی- پوچھو کہ ایسے وقت میں سفر کی ضرورت ہی کیا تھی- میں کہوں گا کیا تم مر گئے تھے جو مجھے پس و پیش ہوتا-

خط دیکھتے ہی روانہ ہو جاؤ اور مجھ سے ہدایتیں حاصل کرلو- ورنہ اگر میرے جانے کے بعد آئے تو تم سے کچھ نہ ہو سکیگا اور پھر یہ جانتے ہی ہو کہ مسلمان ہوں اور اس خدا کا ماننے والا ہوں جو مجرم کو سزا دیئے بغیر مانتا نہیں- اور نافرمان سے انتقام جب تک نہ لے لے اسے چین نہیں-

۲۱۵

میرے محترم بزرگ!

آپ نے جو مشورہ "نگار" کے باب میں دیا ہے- وہ یقیناً بہت مفید ہے

اور میں اس پر کار بند ہونے کی کوشش بھی کروں گا۔ لیکن سوچ یہ رہا ہوں کہ اگر صحافت نام صرف ضمیر فروشی کا ہے۔ تو کیوں نہ میں کوئی اور ایسا مشغلہ اختیار کروں جس میں ایمان و صداقت کا سودا زیادہ گراں قیمت پر ہو سکے۔ مگر افسوس ہے کہ آپ اسکی بھی مخالفت کرینگے۔ پھر خدارا۔ آپ ہی بتائیے کہ جب ضمیر کی پاسداری و داغداری دونوں آپ کے نزدیک مردود ہیں۔ تو تیسری صورت زندگی کی کیا ہے۔ آخرت کا ذکر نہیں۔ یہیں، اسی دنیا کی بات کرتا ہوں اور اسی کی بابت آپ سے پوچھتا ہوں۔

آپ کی محبت میں شک نہیں۔ لیکن اس میں شک ہے کہ میں اسکا اہل ہوں۔ یوں آپ فرمائیں تو میں "نگار" بند کر دوں۔ لیکن اسکو جاری رکھنا اور صرف اس غرض سے کہ "بدررو" کی پیداوار پیش کر کے روپیہ کماؤں۔ میرے بس کی بات نہیں۔

حصول دولت کی تمنّا میرے دل میں کبھی پیدا ہی نہیں ہوتی۔ اور پیدا کیا ہوتی جانتا ہوں کہ اسکا سلیقہ نہیں رکھتا۔ اس لئے یہ لالچ تو مجھ پر کارگر ہونے کی نہیں۔ رہ گیا خدا کا ڈر۔ سو جانتا ہوں کہ اگر ایک یہ گناہ نہ کیا تو کیا۔ اس سے قبل اور ہزاروں لاکھوں گناہ اتنے کر چکا ہوں کہ انھیں کے عذاب سے چھٹکارا ملنا محال ہے۔ محض اس مخصوص معصیت کی وجہ سے وہ کوئی الگ جہنم بنانے سے رہے۔ پھر، جب سر سے پانی گذر جائے تو خواہ وہ ایک بالشت ہو یا ایک فرسخ۔ سب برابر ہے۔ امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا

۲۸۵

صحبت میں جا کر بیٹھو۔ اُن سے کیوں ملتے ہو جن کی کسوٹی پر تمہارا کھوٹ عرصہ تک پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ لاحول ولا قوۃ۔

۲۱۸

صدیقی!

آپ نے جس عہد شاعری کا ذکر کیا ہے وہ اس میں شک نہیں انتہائی عروج کا دور تھا۔ لیکن انداز بیان کی خوبی کے لحاظ سے آپ سوائے مومن اور غالب کے کسی اور کا ذکر نہ کیجئے۔ غالب اس باب میں زیادہ خوش قسمت تھا کہ اس کو شاگرد بھی اچھے اچھے مل گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس وقت بھی غالب کا تتبع جاری ہے۔ مومن کے سلسلہ میں نسیم تسلیم۔ اور حسرت موہانی کا کیا کہنا۔ لیکن مومن کا سا انداز بیان کسی کو نصیب نہ ہوا۔

معمولی سی بات کو طرز ادا کی خصوصیت سے دلچسپ بنا دینا۔ یہی ہے اصل شاعری اور اسی کو کہتے ہیں معنی آفرینی۔ ورنہ کوئی ایسی بات کہنا جو بالکل نئی ہو بہت دشوار ہے

دربانِ محبوب کو اکثر شعراء نے رضوان سے بڑھانے کی کوشش کی ہے اور اس بیان میں حقیقتاً کوئی ندرت نہیں ہے۔ لیکن غالب کو دیکھئے کہ صرف انداز بیان

سے کتنی تازگی پیدا کر دیتا ہے ؎

بعد یک عمر ورع بار تو دیتا بارے
کاش رضواں ہی در یار کا درباں ہوتا

کوچۂ دوست کو بہشت پر ترجیح دینا معمولی بات ہے۔ بہت شعرا نے ا
خیال کو ظاہر کیا ہے لیکن غالب کی انفرادیت اس باب میں ملاحظہ ہو ؎

کم نہیں جلوہ گری میں ترے کوچے سے بہشت
یہی نقشہ ہے ولے اس قدر آباد نہیں

اب مومن کو دیکھئے۔ آپ نے ہزاروں جگہ شاعروں کو یہ شکایت کرتے سنا ہوگا۔
"آشیاں" کی تباہی لازم ہے۔ خواہ وہ بجلی سے ہو یا صیاد کے ہاتھ سے۔ بالک
یہی بات ہے لیکن مومن نے ندرت بیان سے اسے کتنا اچھوتا بنا دیا ؎

ڈرتا ہوں آسمان سے بجلی نہ گر پڑے
صیاد کی نگاہ سوئے آشیاں نہیں

آئینہ دیکھ کر محبوب کا خود اپنے اوپر فریفتہ ہو جانا۔ نیا مضمون نہیں۔ اکثر
نے ملاحظہ کیا ہوگا۔ لیکن مومن کے اسلوب ادا کو بھی دیکھئے ؎

آئینہ جلدی سے پٹک دو کہیں
دل ہی نہیں ہاتھ سے دیکھو گیا

رہا یہ امر کہ مومن و غالب میں بہ لحاظ انداز بیان کیا فرق ہے۔ اس کا
بہت دشوار ہے۔ غالب کا ایک شعر ہے اور بہت مشہور شعر ہے ؎

بوئے گل نالۂ دل دودِ چراغ محفل
جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس مضمون کے لئے اس سے بہتر طرزِ ادا کوئی اور ا ہے۔ لیکن مومن کے کمال کو دیکھئے لکھتا ہے ؎

شنم خرابِ مہر کتاں سینہ چاکِ ماہ   لو اور بھی ستم زدۂ روزگار ہیں

ن تو دونوں میں سے کسی کو دو ... ے پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ لیکن مومن کی ی کا ایک رنگ اور بھی ہے ... ر میں وہ بالکل منفرد نظر آتا ہے۔ مثلاً

نا کچھ خوش نہیں وفا کر کے   تم نے اچھا کیا نباہ کی

سائی سے دم رکے تو رکے   میں کسی سے خفا نہیں ہوتا

ے ناصحو آہی گیا وہ فتنۂ ایام لو   ہم کو نہ کہتے تھے بھلا اب تم تو دل کو تھام لو

ھا وصل عدو سچ ہی سہی پر کیا کروں   جب گلہ کرتا ہوں ہمدم وہ قسم کھا جائے ہے

غالب کے یہاں شوخی، مومن سے زیادہ ہے لیکن اسکا لطف حاصل کرنا ہو ے کا فارسی کلام دیکھو۔